# فقہ الجنائی میں سد الذرائع کا اطلاقی پہلو

## (عصر حاضر کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے **پی ایچ۔ ڈی (علوم اسلامیہ)**

**مقالہ نگار**

**محمد امین الدین**

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر:PD-IS-AS16-ID-007

**شعبہ اسلامی فکر و ثقافت**

**فیکلٹی آف سوشل سائنسز**

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: 2023-2016ء

# فقہ الجنائی میں سد الذرائع کا اطلاقی پہلو

## (عصر حاضر کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی (علوم اسلامیہ)

**مقالہ نگار**

**محمد امین الدین**

ایم فل، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۴

یہ مقالہ پی ایچ۔ڈی، علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

**شعبہ اسلامی فکر و ثقافت**

**فیکلٹی آف سوشل سائنسز**

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: 2023-2016 ء

بسم الله الرحمن الرحيم
١٤١٨

# منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھااور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے. وہ مجموعی طور پر امتحانی کارگردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں:

مقالہ بعنوان: فقہ الجنائی میں سد الذرائع کا اطلاقی پہلو: عصر حاضر کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

**Applied Aspects of Sadd -al- Zaraiah in Criminal Jurisprudence :An Analytical Study in Contemporary Context**

نام ڈگری: ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد امین الدین

رجسٹریشن نمبر: PD-IS-AS16-ID-007

**ڈاکٹر نور حیات خان**

(نگران مقالہ) ______________________ دستخط نگران مقالہ

**پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی**

(صدر شعبہ اسلامی فکر وثقافت) ______________________ دستخط صدر شعبہ اسلامی فکر وثقافت

**پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان**

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________________ دستخط ڈین فیکلٹی سوشل سائنسز

**میجر جنرل (ر) محمد جعفر**

(ریکٹر نمل) ______________________ دستخط ریکٹر نمل

تاریخ ______________

# حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں محمد امین الدین ولد محمد معین الدین

رول نمبر PD-S16-073 رجسٹریشن نمبر: PD-IS-AS16-ID-007

طالب علم ،پی ایچ۔ڈی، شعبہ اسلامی فکر وثقافت ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان : فقہ الجنائی میں سدالذرائع کا اطلاقی پہلو (عصر حاضر کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

"Applied Aspects of Sadd -al- Zaraiah in Criminal Jurisprudence " (An Analytical Study in Contemporary Context)

Fiqh ul Jenahe Mai Sadd -al- Zaraiah Ka Ithlaqi pehlo (Asr e Hazir k Tanazur mai Tajzeyati mothaliah

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے،اور **ڈاکٹر نور حیات خان** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے ،راقم الحروف کا اصل کام ہے،اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے ، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہےاور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔ میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ ایچ ای سی اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہیں اس لئے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے، تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے/واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: محمد امین الدین

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

# انتساب

اپنے والدین کے نام جن کی دعائیں نہ صرف علمی سفر میں

بلکہ شاہراہ حیات کے ہر موڑ پر فتح الذرائع کا کام دیتی رہیں

# (Abstract)ملخص مقالہ


**"Applied Aspects of Sadd-al- Zaraiah in Criminal Jurisprudence " An Analytical Study in Contemporary Context**

Islam has provided a system of punishments for the eradication of crime and corruption, which is playing an effective and active role in it.Criminal jurisprudence of Islamic system stops from committing sins and crimes and their fear as a Sadd -al- Zaraiah stands between man and crime.The Islamic Shari'ah has prescribed these punishments based on Qisas, Hadood, and Ta'zeer as a means to prevent sedition and corruption, oppression and aggression, murder and sabotage, and to suppress crime and oppression. In fact,the mechanism of Sadd -al- Zaraiah is working in the background of most criminal laws. Behind the punishments, the practical application of this principle seems to be driven.so the subject of of Sadd -al- Zaraiah is not only the crime, but his addressee is that specific psychological background also, where the seeds of crime grow. Sadd -al- Zaraiah is one of an effective tool for eliminating the causes of crimes in the principles of Islamic jurisprudence and an acknowledged secondery source of islamic law.In a number of issues in the Islamic Shari'ah, the principle of "Saad-Zarai has been taken into account. This rule is very important for in beliefs, worship, affairs and crimes, etc and the concept is based on the Sharīʿa's tendency to prevent evil.Technically, it means blocking the permissible acts which lead to evil and it sets the rules to avoiding illegal matters and crimes.The importance of applied aspects of Sadd -al- Zaraiah in Criminal Jurisprudence can be gauged from the fact that its protects the objectives of the Shari'ah and affirms the principle, which is based on the attainment of good and the elimination of corruption.

This principle can keep away the offender from committing a crime and eliminating the sources from society because this principle not only encourages the elimination of the causes of crime but also sets forth the rules and regulations for its prevention in precautionary arrangements.The principle plays an effective role in overcoming the problems facing the Muslim Ummah and Pakistan today. It is hoped that it would pave way for further research in the field.This thesis presents detailed arguments and evidence on the importance of applied aspects of Sadd -al- Zaraiah in Criminal Jurisprudence and that how to control the causes of crimes in Contemporary Context. The solution to this problem is described in the light of the principle of Islamic jurisprudence " Sadd -al- Zaraiah".

# فہرستِ عنوانات



| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱. | مقالہ کی منظوری کا فارم | iv |
| ۲. | حلف نامہ | v |
| ۳. | انتساب | vi |
| ۴. | ملخص | vii |
| ۵. | فہرست عنوانات | viii |
| ۶. | اظہارِ تشکر | x |
| ۷. | رموز واشارات | xi |
| ۸. | مقدمہ | xii |
| ۹. | **بابِ اوّل: فقہ جنائی میں سد الذرائع کا کردار** | ۱ |
| ۱۰. | فصلِ اوّل: فقہ جنائی کا تعارف اور دائرہ کار | ۲ |
| ۱۱. | فصلِ دوم: سد الذرائع کا تعارف اور دائرہ کار | ۱۴ |
| ۱۲. | فصلِ سوم: سد الذرائع کی اہمیت اور حجیت | ۲۸ |
| ۱۳. | فصلِ چہارم: سد الذرائع اور مذاہب اربعہ | ۴۶ |
| ۱۴. | **بابِ دوم: اسلامی حدود اور سد الذرائع** | ۷۲ |
| ۱۵. | فصلِ اوّل: حدود کی تعریف اقسام اور ضرورت | ۷۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۸۶ | فصلِ دوم: حد سرقہ، حد حرابہ اور سد الذرائع | ۱۶. |
| ۱۰۶ | فصلِ سوم: حد قذف، حد زنا اور سد الذرائع | ۱۷. |
| ۱۲۷ | فصلِ چہارم: حد شرب خمر، قصاص اور سد الذرائع | ۱۸. |
| ۱۵۹ | **بابِ سوم: تعزیرات میں سد الذرائع کا اطلاق** | ۱۹. |
| ۱۶۰ | فصلِ اوّل: سیاست شرعیہ میں تعزیری جرائم اور سد الذرائع | ۲۰. |
| ۱۷۰ | فصلِ دوم: معاشی و معاشرتی تناظر میں تعزیری جرائم اور سد الذرائع | ۲۱. |
| ۱۷۹ | فصلِ سوم: تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات اور سد الذرائع | ۲۲. |
| ۱۹۷ | **بابِ چہارم: جنایات میں سد ذرائع سے استفادہ کا عصری پہلو** | ۲۳. |
| ۱۹۸ | فصلِ اوّل: طبّی و متفرق جرائم اور سد ذرائع کا اطلاق | ۲۴. |
| ۲۱۳ | فصلِ دوم: سماجی جرائم اور سد ذرائع کا اطلاق | ۲۵. |
| ۲۲۶ | فصلِ سوم: سائبر اور الیکٹرانک کرائم اور سد ذرائع کا اطلاق | ۲۶. |
| ۲۵۵ | نتائجِ بحث | ۲۷. |
| ۲۵۷ | تجاویز و سفارشات | ۲۸. |
| ۲۶۰ | فہارس | ۲۹. |

# اظہارِ تشکر

سب سے پہلے، ربّ العالمین کا حمد و شکر بجالاتا ہوں، جس نے مجھے تکمیلِ مقالہ کی توفیق دی۔ اس کے بعد، ان گنت درود و سلام ہو، امام الانبیاء، خاتم النبیین اور رحمت للعالمین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرما کر بھٹکتی انسانیت پر احسان عظیم فرمایا اور ہمیں ان کے امتی ہونے کا شرف بخشا۔ اس کے بعد، میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے ریکٹر میجر جنرل (ر) جناب محمد جعفر، پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان، ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز، پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی, صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت ،ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری، اور دیگر اساتذہ کرام کا بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے تکمیل مقالہ تک یونیورسٹی میں واسطہ یا بلا واسطہ ہر ممکن مدد کی۔ خاص طور پر، میں اپنے محترم استاد و نگران مقالہ جناب ڈاکٹر نور حیات خان کا بے حد شکر گزار ہوں، جنہوں نے دوران تحقیق انتہائی خلوص کے ساتھ راہ نمائی کی۔ میں ان بے لوث دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی رفاقتوں نے علمی سفر کے ہر مرحلے پر ساتھ دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ، میں اپنے والدین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی غائبانہ دعائیں میرے حصولِ علم اور تکمیلِ مقالہ کا باعث بنیں۔ اپنے تمام بھائیوں بالخصوص بڑے بھائی ڈاکٹر ظہور الدین کا، تہہ دل سے مشکور ہوں جن کا تعاون نہ صرف اس علمی سفر میں ساتھ رہا بلکہ ان کی بے پایاں عنایات نے حوادثات زمانہ کے خلاف سد الذرائع کا کردار بھی ادا کیا۔ میں ان تمام محسنوں کا ممنون و مشکور ہوں جن کی شفقتوں نے علمی مشکلات میں مشعل راہ کا کام دیا بلکہ اس تحقیق کے دوران ہر وہ شخص میرے شکریہ کا مستحق ہے جس نے اپنی مشاورت سے اس کار خیر میں کسی بھی طرح سے تعاون کیا۔ اس کے علاوہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کی مرکزی لائبریری، ڈاکٹر حمید اللہؒ لائبریری، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، مرکزی لائبریری انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی لائبریری اسلام آباد اور مرکزی لائبریری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے عملے کا بھی تہہ دِل سے مشکور ہوں جنہوں نے لائبریری سے استفادہ کی ہر سہولت میسر کیں اور جن کے تعاون سے مقالہ کی تکمیل ممکن ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ان کو سعادت دارین نصیب فرمائے۔ آمین!

محمد امین الدین

پی۔ ایچ۔ ڈی علوم اسلامیہ

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

# رموز واشارات

مقالہ ہذا میں غیر ضروری طوالت سے بچنے کے لئے درج ذیل رموز واشارات کا استعمال کیا گیا ہے:

| | |
|---|---|
| آیات کے لیے | ﴿ ﴾ |
| احادیث کے لیے | « » |
| دیگر اقتباسات کے لیے | " " |
| صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے | ﷺ |
| رحمۃ اللہ علیہ کے لیے | رح |
| رضی اللہ عنہ کے لیے | رض |
| علیہ السلام کے لئے | ؑ |

# مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين وعلىٰ اٰله واصحابه و اهلِ بيته وذرّياته اجمعين

## موضوع کا تعارف

فقہ الجنائی میں اصول سد الذرائع کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اکثر جنائی قوانین اور اصولوں کے پس منظر میں درحقیقت سد الذرائع کا میکنزم کام کر رہا ہوتا ہے۔ اصول سد الذرائع کا اطلاقی پہلو نہ صرف حدود و تعزیرات اور قصاص میں پایا جاتا ہے بلکہ تمام شرعی سزاؤں کے پس پشت اس اصول کی عملی تطبیق کارفرما نظر آتی ہے۔

جنایات میں سد الذرائع کے اطلاقی پہلو کا مخاطب جرم نہیں بلکہ جرم کے پس منظر میں وہ مخصوص نفسیاتی عوامل ہیں جہاں جرم کے بیج اگتے ہیں۔ انسداد جرائم میں تعزیری قوانین سے مقصود جہاں دین، جان، عقل، نسل اور مال کی مصلحتوں کو جنایت سے محفوظ رکھنا ہے، تو دوسری طرف بطور ترہیب و عبرت، تعزیری سزاوں سے مقصود جرائم کے وقوع سے قبل انسداد بھی ہے جس میں درحقیقت سد الذرائع کی عملی تطبیق کا کردار نظر آتا ہے، کیونکہ حدود کا نفاذ بہت سے ایسے افراد کے حوصلہ پست کرنے کا موجب ہوتا ہے جو کسی جرم کے ارتکاب کا ارادہ کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جرم و جنایت کو مشتبہات، محظورات، ممنوعات، محرمات، منکرات اور مفسدات کی چراگاہ میں داخل ہونے سے پہلے، سد الذرائع کے چیک پوسٹ سے سابقہ پڑتا ہے۔

شریعت میں اس اصول کی وسعت، منہیات اور مفسدات کے باب میں ایک چوتھائی رقبہ پر محیط ہے۔ اسلامی قانون کے قلعے میں، سد الذرائع کی مثال اس پاسبان کی سی ہے جو ایک طرف مقاصد خمسہ کے دروازے پر حفاظت کا پہرہ دیتا ہے، تو دوسری طرف مشتبہات، محرمات اور جنایات کی سرحد پر باڑ کا کام دیتا ہے تاکہ جرم و گناہ کی وادی میں اترنا والا قدم رکاوٹ دیکھ کر خود ہی ارتکاب جرم سے باز آجائے۔

## تحقیق کی اہمیت

سد الذرائع کا اصول ایسے تمام عوامل، اسباب، وسائل، رجحانات، میلانات، ترغیبات اور محرکات کی راہوں کو مسدود کرتا ہے، جو جنایت بر دین، جنایت بر جان، جنایت بر عقل، جنایت بر نسل اور جنایت بر مال کا باعث ہو مثلاً **حفظ دین** کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو مشرکین کے معبودان باطلہ کے سب و شتم سے منع فرمایا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غصے میں آکر جواباً اللہ کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین کو لفظ "راعنا" کے استعمال سے منع کیا، تاکہ فساد کے ایسے ذرائع بھی مسدود ہو، جس میں بے ادبی کا احتمال ہو۔ **حفظ جان** کے حوالے سے سد الذرائع کا اصول ایسے ذرائع کا خاتمہ کرتا ہے جو انسانی جان کو کسی بھی خطرے میں ڈال دے جیسے مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنے کی ممانعت ہے خواہ مذاق سے ہو یا سنجیدگی سے، نیز بے نیام تلوار کو ہاتھ میں لینے سے روکا گیا ہے تاکہ کسی کو ضرر نہ پہنچے اور یہ سب بطور سد الذرائع منع ہیں۔ عصری تناظر میں دیکھا جائے تو عالمی وباء کرونا میں قرنطینہ، سینٹائزر، ماسک کا استعمال اور سماجی فاصلہ کی احتیاطی تدابیر بھی بطور سد الذرائع ہے اور اس کی خلاف ورزی بسا اوقات نہ صرف طبّی جرائم کی راہ ہموار کرتی ہے بلکہ جنایت بر جان کا سبب بھی بنتی ہے۔ **حفظ عقل** کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے شراب پینا حرام قرار دیا، تو شراب کے ساتھ شراب والے برتن بھی ممنوع کر دئے گئے تھے کیونکہ کسی چیز کے دواعی اس کی طرف میلان اور رجحان کا باعث بن سکتے ہیں تو بطور سد الذرائع اس امکان کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔ **حفظ نسل** کے سلسلے میں سد الذرائع کا اصول سب سے پہلے معاشرتی واخلاقی جرائم کو فروغ دینے والے عناصر کا خاتمہ کرتا ہے جیسے ناجائز تعلق، اجنبی عورت کے ساتھ سفر وخلوت، مرد وزن کا اختلاط، بے حیائی و فحاشی وغیرہ کیونکہ یہ تمام افعال زنا کے قریبی اسباب و مقدمات ہیں۔ **حفظ مال** کے سلسلے میں سد الذرائع کا اصول ایسے عوامل کو وقوع پذیر ہونے سے روکتا ہے جس سے معاشی جرائم یا معاشی عدم مساوات پیدا ہو۔ جب اللہ نے سود کو حرام کیا، تو اس کے ساتھ وہ تمام ذرائع بھی حرام کیے گیے جو اس میں مدد و معاون ہوتے ہیں۔ اسلام میں مالی جرائم اور بد عنوانیوں میں ملوث افراد کے لئے بطور سد الذرائع شرعی سزائیں مقرر ہیں اور وعیدیں وارد ہیں تاکہ حفظ مال کی مصلحت کو یقینی بنایا جائے اور معاشی جرائم و فسادات کا سد باب کیا جاسکے۔ جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جائیں، راہزن اور ڈاکو کو سولی لٹکایا جائے یا قتل کیا جائے، یا ہاتھ پاؤں کاٹا جائے یا جلاوطن کیا جائے ۔ مذکورہ تصریحات سے نہ صرف موضوع کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہ الجنایات میں جرائم کی تجویز کردہ سزاؤں میں درحقیقت سد الذرائع کی عملی تطبیقات پائی جاتی ہیں کیونکہ یہ اصول جنایات میں، جرم واقع اور جرم متوقع دونوں کے لیے دودھاری تلوار کا کام کرتا ہے یعنی ایک طرف اگر یہ اصول جرائم کی آگ کو پانی (حدود) سے بجھاتا ہے، تو دوسری طرف اس کے ایندھن (ذرائع) کا بھی خاتمہ کرتا ہے بمصداق اس ضرب المثل کے "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔

## بیانِ مسئلہ

اگرچہ سدالذرائع پر متعدد مقالات لکھے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود فقہ الجنائی میں سدالذرائع کے اطلاقی پہلو پر آج تک کوئی ایسا تحقیقی کام موجود نہیں ہے جو ملکی سطح پر جرائم اور ان کے اسباب کی روک تھام میں ممد و معاون ہو۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں اس طرح کے موضوع پر کام کرنے کی جس قدر ضرورت ہے وہ بین الاقوامی حالات پر نظر رکھنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس پر ایک جامع بحث لکھی جائے جو سدالذرائع کی روشنی میں فقہ الجنایات میں اسلامی سزاوں کا جائزہ لے اور ان امور کی نشان دہی کرے جن میں سدالذرائع بطور مأخذ استعمال ہوا ہے۔

## مقاصدِ تحقیق

اس اطلاقی مطالعہ میں درج ذیل مقاصد پیش نظر رہیں گے:

۱۔ فقہ جنائی میں اصول سدالذرائع کے کلیدی کردار کو اجاگر کرنا

۲۔ حدود و تعزیرات میں سدالذرائع کے اطلاقی پہلو کی نشان دہی کرنا

۳۔ معاشرتی جرائم کی روک تھام میں سدالذرائع سے استفادے کا عملی پہلو تلاش کرنا

۴۔ انسداد جرائم میں سدالذرائع کے عصری پہلو کا جائزہ لینا اور درپیش سماجی مسائل کے حل کے لئے تجاویز پیش کرنا

## موضوعِ تحقیق کے بنیادی سوالات

**۱۔** فقہ الجنائی میں سدالذرائع کا کلیدی کردار کیوں اہمیت کا حامل ہے؟

۲۔ حدود و تعزیرات اور قصاص میں سدالذرائع کا اطلاقی پہلو کن کن صورتوں میں پایا جاتا ہے؟

۳۔ سیاسی، معاشرتی اور معاشی جرائم کے انسداد میں سدالذرائع کے اصول کو کیسے بروئے کار لایا جاسکتا ہے؟

۴۔ عصر حاضر میں جن اسباب سے جرائم کو فروغ ملتا ہے، ان کے سد باب کے لئے سدِ ذرائع کے اصول سے کیسے استفادہ کیا جاسکتا ہے؟

## سابقہ کام کا جائزہ

سد الذرائع پر علماء کے متعدد مقالات لکھے گئے ہیں اور مختلف کتب میں اس کا ضمنا تذکرہ ملتا ہے۔

۱-معاصر علماء میں سب سے پہلے اس موضوع پر جامعہ قاہرہ سے محمد ہشام البرہانی نے ایم فل کا مقالہ لکھا جو "سد الذرائع فی الشريعة الإسلامية "کے نام سے دمشق میں پہلی بار ۱۹۹۵ کو شائع ہوا-اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر موضوع کے لحاظ سے اسے معلومات کا وسیع ذخیرہ کہا جائے تو بلا مبالغہ ہوگا۔ محقق نے سد الذرائع کی روشنی میں اجتہاد بالرأی کو بڑی تفصیل سے بیان کیا، پھر ذریعہ اور اسکے ارکان کی توضیح کے ساتھ سد الذرائع کا بعض معانی کے ساتھ تعلق واضح کیا جیسے : اصل ،دلیل اور قاعدہ۔ سد ذرائع کی اصطلاحی تعریف واقسام کے ساتھ اس کے احکام کا ذکر کیا۔ سد الذرائع کی عقلی اور شرعی دلائل کے ساتھ تائید کی اور قرآن وسنت سے اس کی حجیت کے ساتھ اسکے شواہد آثار صحابہ رضی اللہ عنھم سے بھی دیئے اور تطبیقات میں عصری مسائل سے مثالیں دی کہ شریعت میں قرآن وسنت نے اسے معتبر مانا۔ محقق نے اجتہاد صحابہ تابعین ائمہ مذاہب أربعہ اور مجتھدین کے موقف سے تائیدی دلائل دیئے اور علماء کے اختلاف کا منشا بیان کیا۔ پھر بعض معاصر تطبیقات اور کچھ حقائق کے ساتھ مقالے کا اختتام کیا، لیکن اہداف کا ذکر نہیں کیا- محقق نے کتاب اور سنت میں فقہ کی اہم ترین مراجع اور معتبر ذرائع پر انحصار کیا۔

اس مقالے کی اہم نتائج میں سے معنی ذریعہ کی تحقیق اور اس کے اصطلاحی معنی میں اسکا تجزیہ ہے۔ محقق کے نزدیک سد ذرائع کے لیے اصل، دلیل اور قاعدہ کی اصطلاحات کا استعمال درست ہے، اور یہ قاعدہ اصولیہ کے قریب تر ہے۔

سد ذرائع کا استعمال تمام مکاتب فکر میں موجود ہے۔اس مقالے میں اگرچہ قرآن وسنت سے سد الذرائع کی مشروعیت مذاہب اربعہ سے اسکی حجیت اور اس کے مفہوم واقسام کے سلسلے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے لیکن تعزیرات اور فقہ جنائی کے حوالے سے اس میں کوئی ایسا مواد نہیں ہے جو مذکورہ موضوع کا کسی جہت سے احاطہ کر سکے۔

۲-عبدالعزیز بن محمد نے سعودی عرب کی امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی سے "سد الذرائع وتطبيقاتها المعاصرة "کے عنوان سے، ایم فل کا مقالہ لکھا۔ مقالے میں جنایات یا معاشرتی جرائم اور اس کے سد باب کے حوالے سے کوئی تفصیلی مواد کا ذکر نہیں ہے بلکہ ذرائع کی تعریف اس کے اقسام وحجیت کے ساتھ کچھ معاصر تطبیقات کا تذکرہ ملتا ہے۔

محقق نے سد الذرائع کی تائید میں علماء کے نظریات کو نقل کیا اور اختلافی معاملات میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور ان کے مکاتب فکر کے اقوال کو یکجا کیا۔ تاریخی ترتیب سے فقہ کے مذاہب کا ذکر کیا۔اس کے علاوہ فقہ کی شاخوں میں سد الذرائع کے معاصر عملی تطبیقات کا اہتمام کیا اور بطور دلیل مانع قول کو علت سمیت ذکر کیا۔

۳-دمشق میں" الذرائع فی السياسة الشرعية والفقه الإسلامي "کے نام سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی کا مقالہ ۱۹۹۹ میں شائع ہوا۔اس میں انہوں نے فقہ اور سیاست شرعیہ کو موضوع سخن بنایا اور شرعی نقطہ نظر سے ان کی تعریف کی اور فوائد بیان

کیے۔ذریعہ اور مقدمہ کافرق بیان کرتے ہوئے ذرائع کی اقسام بیان کی اور مختلف علماء کا موقف بیان کیا جیسے ابن قیم ،قرافی، شاطبی نیز سد الذرائع کے ساتھ فتح الذرائع کی مثالیں دی اور علماء کے اختلاف کا منشا بیان کیا۔ائمہ حضرات کا اختلاف بیان کرتے ہوئے ابن حزم کے موقف کو واضح کیا۔شرعی نقطہ نظر سے حیلہ اور اسکے اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ کے حیلہ سے انکار کی وجوہات بیان کی اور اسکا جائزہ لیا۔

۴-قاہرہ یونیورسٹی سے ۲۰۰۳ میں ڈاکٹر عبدالرحمان یوسف الفرت کا" التطبيقات المعاصرة لسد الذريعة"کے نام سے تحقیقی مقالہ شائع ہوا، جس میں موصوف نے سد الذرائع اور فتح الذرائع کی تعریف کرتے ہوئے مشروعیت ذرائع پر خوب بحث کی اور عصری مسائل پر اسکا انطباق کیا لیکن اسلامی سزاوں کے حوالے سے اس میں ایسا کوئی مواد نہیں جس سے تعزیرات اسلامی کی منشا کو سمجھا جاسکے۔

۵-جامعہ ام القری شریعہ فیکلٹی سے ابراہیم بن مھنا بن عبداللہ کے ایم فل کا مقالہ "سد الذرائع عند شیخ الاسلام ابن تیمیہ" کے نام سے ۲۰۰۱ میں شائع ہوا۔ مقالے کی ابتداء میں علامہ ابن تیمیہ کی زندگی کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا۔محقق نے مقالے میں سد الذرائع کے بارے میں ابن تیمیہ کے نقطہ نظر کی تعریف کرتے ہوئے ان کے موقف کو واضح کیا اور ساتھ میں مقدمہ سبب اور حیلہ کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہوئے،اسکے اقسام وارکان پر روشنی ڈالی۔مقالے میں ابن تیمیہ کے نقطہ نظر سے سد الذرائع کا مصلحت کے ساتھ تعلق،اجتہاد،عرف،احتیاط،ضرورت،اور بعض فقہی اور اصولی قواعد کو بیان کیا گیاہے۔جنایات اور عصری نظام میں جرائم کی روک تھام کے حوالے سے اس میں سد الذرائع کا کردار اور اسکی اہمیت واضح نہیں ہے بلکہ عبادات اور معاملات کو زیر بحث لایا گیاہے۔

٦-سعود بن ملوح سلطان العنزی کا مقالہ "سد الذرائع عند الامام ابن قیم واثرہ فی اختیارات الفقھیہ"عمان،اردن سے ۲۰۰۷ میں شائع ہوا۔اس مقالے میں محقق نے ابن قیم کی مختصر حالات زندگی ذکر کرنے کے بعد ان کی آراء اور موقف کو بیان کیا۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک سد الذرائع کی حجیت پر روشنی ڈالی،امام شافعی کے دلائل کا تجزیہ کیا اور اور بعض اصولی اور فقہی مفاہیم کے ساتھ سد الذرائع کا تعلق واضح کیا اور اس کی اقسام کا تذکرہ کیا نیز عبادات ، لین دین، شادی، شہادتوں، سزاؤں اور جرموں سے متعلق فیصلوں میں سد الذرائع کے اثرات کو بیان کیا۔ اور اہل ظواہر کے موقف کو واضح کیا۔اور ان حضرات کے ادلہ کا رد کیا، جنہوں نے ابن قیم کی،طرف عدم حجیت کا قول منسوب کیا۔اس مقالے کے چیدہ نتائج میں سے یہ ہے کہ سد ذرائع کا اعتبار معتبر اصولوں میں ہوتاہے اور اس اہم اصول کا کردار سیاسہ شریعہ اور مسائل شرعیہ میں اس کی تطبیق ہے ۔ابن قیم کے نزدیک سد الذرائع میں مقاصد اور نیت کا اعتبار ہوگا۔ سد ذرائع کے عمل کرنے کے لئے شرط یہ ہے مفسدہ مصلحت پر راجح ہو دوسرا یہ کہ سد ذرائع نص شرعی کے متعارض نہ ہو۔

۷-آل البیت یونیورسٹی اردن سے ۲۰۰۸ میں ماجد بن اسلم الدراوشہ کا" سد الذرائع فی جرائم القتل" کے نام سے تحقیقی مقالہ شائع ہوا۔ محقق نے مقالے کے اہداف و مقاصد پر توجہ نہیں دی، بلکہ اس نے صرف موضوع کو انتخاب کرنے کی وجوہات کا ذکر کیا۔ اپنے مقالے میں، محقق نے استقرائی منہج پر انحصار کیا، اس نے جدید کتابوں ورامہات الکتب سے سائنسی معلومات اکٹھی کی اور ان شواہد کا تذکرہ کیا جن پر علماء نے انحصار کیا۔ اس نے آٹھ مکاتب فکر (مذاہب اربعہ، زیدیہ، ظاہریہ، اباضیہ اور امامیہ) میں بیان کردہ چیزوں کے مابین تقابل کیا، اور اردنی قانون کے مابین فرق کو تحریر کیا۔

اس تقابلی مطالعے سے حسب ذیل نتائج حاصل کیے گئے:

اسلامی شریعت نے ایسے تمام ذرائع کو حرام قرار دیا ہے، جس میں مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا ہو۔

شریعت سیکورٹی اہلکاروں کو، اس بات سے بھی منع کرتی ہے کہ وہ کسی کو ہتھیار سے ڈرائے دھمکائے، چاہے وہ مذاق ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی بلا جواز فائرنگ، جس سے کسی دوسرے جرم کی راہ ہموار ہو، اسے نہ صرف ایک بری عادت سمجھا جائے بلکہ یہ دوسرے قسم کے جرائم کی انجام دہی کا باعث بھی ہے۔ اس بری عادت کی حرمت کا حکم اس کے نتیجہ کے اعتبار سے طے ہوگا۔ اس تحقیقی مقالے میں سد الذرائع کی تعریف، چاروں مکاتب فکر کے مطابق اس کی مشروعیت، اقسام اور قتل کے جرائم کی روک تھام میں اس کے کردار کا تذکرہ ہے لیکن حدود وتعزیرات میں سد الذرائع کے اطلاقی پہلو کے حوالے سے اس میں کوئی قابل ذکر مواد موجود نہیں ہے۔

۸- قاعدہ سد الذریعہ واثرھا فی منع وقوع الزنا کے موضوع پر جامعہ مؤتہ اردن سے خالد علی سلیمان نے مقالہ لکھا جو دمشق سے ۲۰۰۹ کو شائع ہوا۔ محقق نے الذرائع کا مفہوم، اس کی اقسام، حجیت اور اس کے اعمال کی شرائط کو بیان کیا، اس کے ساتھ سد الذرائع کی روشنی میں زنا سے منع ہونے کے اثرات اور اس کی عصری تطبیقات کا تذکرہ کیا، جس میں معاصر فقہی و طبّی تطبیقات کا ذکر کیا۔ ان میں سے سب سے نمایاں طبّی تطبیقات: زنا کی صورت میں پردہ بکارت کی مرمت کی اجازت، طبّی معائنہ جو کہ غیر شرعی قواعد وضوابط کے تحت ہوتا ہے، بلا جواز اسقاط حمل، مخلوط شادی ہالوں میں منعقد ہونے والی شادیوں میں شرکت، نمائش کے لیے غیر اخلاقی زنانہ کپڑوں کا استعمال، اور رہائشی علاقوں میں رات دوربین کا استعمال وغیرہ ہے۔ اس مقالہ میں انسداد زنا میں سد الذرائع کا کردار تو اجاگر ہے لیکن حدود کے حوالے سے اس میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے جب کہ حدود کی سزاوں کا نفاذ بذات خود سد الذرائع کی عملی تطبیق کی ایک صورت ہے۔

اس کے علاوہ **عبداللہ بن بیہ** نے سد الذرائع وتطبيقاته في مجال المعاملات کے نام سے، **محمود احمد محمد عبداللہ** نے قاعدة سد الذرائع ومظاهر اعتبارها فى الفقه الاسلامى کے نام سے اور **دکتور عبداللہ شاکر محمد الجنیدی** نے سد الذرائع في مسائل العقيدة على ضوء الكتاب والسنة الصحيحة کے نام سے تحقیقی مقالہ لکھا لیکن ان سب کی تحقیق میں جنایات کا ذکر ضمناً ہوا ہے۔

پاکستانی جامعات میں ایم فل لیول پر پہلا مقالہ ۲۰۰۰ کو سد الذرائع بطور ماخذ شریعت کے نام سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کلیہ عربیہ وعلوم اسلامیہ کے ڈیپارٹمنٹ سے منظور ہوا لیکن مقالہ نگار محمد ارشد خاکہ کی منظوری کے بعد اپنا کام مکمل نہ کرسکا۔ دوسرا مقالہ سد ذرائع اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت واہمیت ہے۔ مقالہ نگار اصغر علی خان کا یہ تحقیقی کام ۲۰۰۷ کو شیخ زاید اسلامک سینٹر یونیورسٹی آف دی پنجاب قائد اعظم کیمپس لاہور سے شائع ہوا۔ تیسرا مقالہ راقم الحروف کا بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ۲۰۱۴ کو سدالذرائع علي بعض مسائل المعاملات في كتابي بدائع الصنائع والشرح الصغير ،کے نام سے شائع ہوا جس میں سد الذرائع کی روشنی میں بعض مالی معاملات کو زیر بحث لایا گیا۔ ڈاکٹریٹ لیول پر ۲۰۱۰ کو، بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی شعبہ علوم اسلامیہ سے ڈاکٹر شمس البصر کے زیر نگرانی ذرائع اور حیل اور فقہ اسلامی میں اس کی حیثیت ،کے نام سے مقالے کا خاکہ منظور ہوا لیکن مقالہ نگار رخشندہ ممتاز خاکہ تحقیق کی منظوری کے بعد یونیورسٹی میں مقررہ وقت پر اپنا مقالہ جمع نہ کراسکی اور اس تحقیقی موضوع پر بھی کام نہ ہو سکا۔

سدالذرائع کے عنوان پر کچھ ریسرچ آرٹیکلز حسب ذیل ہیں :

ڈاکٹر عطاء الرحمان "سد الذرائع: حقيقته ونماذج من تطبيقاته المعاصرة"۔البصیرہ، شمارہ ۸ جلد، ۴(۲۰۱۵)

خان، محمد عدنان۔ "اسلام میں سد ذرائع کی اہمیت۔" التفسیر ۳۴, شمارہ۔ ۱(۲۰۱۹)

محمد نظیر " قاعدہ سد الذرائع کی روشنی میں رشوت کی روک تھام تعلیمات " معارف اسلامی، جلد ۱۸ شمارہ ۱(۲۰۱۹)

اگر دیکھا جائے توان مذکورہ تحقیقی مقالہ جات میں جنایات و حدود میں سد الذرائع کی اہمیت و کردار سے متعلق کوئی خاص ذکر نہیں بلکہ صرف علمی فقہی سیاسی اور عصری مسائل میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پاکستانی جامعات سے اب تک سد الذرائع پر ڈاکٹریٹ لیول کا کوئی مقالہ اردو زبان میں سے سامنے نہیں آیا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس موضوع پر کام کرنے کی تا حال گنجائش باقی تھی ،اس اہمیت کے پیش نظر یہ مقالہ ھذا ترتیب دیا گیا ہے تاکہ یہ خلا پر ہو سکے۔

## تحدید تحقیق

اس تحقیقی مقالہ برائے ڈاکٹریٹ میں، فقہ جنائی میں سد الذرائع کے اطلاقی پہلو کی نشان دہی، جرائم سے روک تھام میں اس کی اہمیت اور حدود و تعزیرات اور قصاص میں اس کی عملی تطبیق کا تحلیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

## اسلوبِ تحقیق

اس بحث کے لکھنے میں تجزیاتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

- دوران تحقیق بنیادی کتب کے ساتھ ثانوی مراجع سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
- جدید ذرائع ابلاغ، انٹرنیٹ اور مختلف ویب سائیٹس سے مدد حاصل کی گئی ہے۔
- نیز یہ تحقیق لائبریری based بھی ہے۔
- ایک ہی صفحہ حوالہ آنے پر وہاں ایضاً/سابقہ حوالہ لکھا گیا ہے۔
- اصطلاحات کی وضاحت متن یا حواشی میں کی گئی ہے۔
- مقالہ میں آنے والے تمام غیر معروف اسماء کا مختصر تعارف حواشی میں دیا گیا ہے۔
- اپنی تحقیق کو موضوع کے مطابق تعمیری فکر کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔
- مقالے کے آخر میں نتائج تحقیق و سفارشات، فہرست کتابیات، فہرست آیات و احادیث درج کی گئی ہے

# بابِ اوّل

## فقہ جنائی میں سد الذرائع کا کردار

فصلِ اوّل: فقہ جنائی کا تعارف اور دائرہ کار

فصلِ دوم: سد الذرائع کا تعارف اور دائرہ کار

فصلِ سوم: سد الذرائع کی اہمیت اور حجیت

فصلِ چہارم: سد الذرائع اور مذاہب اربعہ

## فصلِ اول

# فقہ جنائی کا تعارف اور دائرہ کار

## فقہ جنائی کا تعارف

فقہ جنائی اسلام کا فوجداری قانون ہے۔اس کو التشریع الجنائي الإسلامي، الفقه الجنائي الإسلامي اور فقہ العقوبات بھی کہتے ہیں۔ اس میں جرم اور سزا کے متعلق احکام زیر بحث آتے ہیں، جن کا مقصد انسداد جرائم اور اصلاح معاشرہ کے ساتھ لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا ہے۔ فقہ جنائی کی تعریف سے پہلے "فقہ "اور "جنائی "کو علیحدہ علیحدہ جاننا ضروری ہے،اس لئے پہلے "فقہ "کی لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کیے جاتے ہیں۔

### فقہ کی لغوی تعریف:

فقہ عربی زبان کا لفظ ہے، ابن منظورؒ نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"الفقه: العلم بالشيء والفهم له"-(۱)

فقہ سے مراد کسی چیز کا علم اور اس کا فہم ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

"وكل علم لشيء فهو فقه ثم اختص بذلك علم الشريعة" -(۲)

کسی بھی چیز کا علم فقہ کہلاتا ہے۔بعد میں یہ نام علم شریعت کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

صاحب تاج العروس لکھتے ہیں:

"والفقه في الأصل الفهم "۔(۳)

اصل میں فقہ کا معنی کسی شے کی فہم ومعرفت حاصل کرنا ہے۔

"فقہ کا مادہ اصلیہ؛ف،ق اور ھ ہے، عربی میں اس کا تعلق بیک وقت فَقِہَ،فَقُہَ(سمع،کرم) کے دونوں ابواب سے ہیں- باب تفعّل سے اس کا ماضی تَفَقَّہَ استعمال ہوتا ہے جبکہ تفعیل اور افعال کے ابواب سے اس کے معانی

---

۱) لسان العرب،ابن منظور محمد بن مکرم، دار صادر بیروت، ۵۲۲/۱۳۔

۲) ایضا،۳۱۰/۱۵۔

۳) تاج العروس من جواہر القاموس، محمد بن محمد عبد الرزاق،الملقّب بمرتضی الزبیدی، دار الهدایہ، ۴۵۶/۳۶۔

سکھانے اور سمجھانے کے ہیں-اسی بناءپر علمِ فقہ جاننے والے اور غیر معمولی سمجھ دار شخص کے لئے لفظِ فقیہ استعمال ہوتا ہے، جس کی جمع "فُقَھَاءُ" ہے "-(١)

قرآن حکیم میں یہ لفظ متعدد مقامات پر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے:

١- ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾(٢)

"اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔ تو ہر قوم سے کیوں نہ ایک جماعت نکلی تا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ واپس لوٹے تا کہ وہ بچیں"

٢- ﴿ قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ﴾-(٣)

"اے انہوں نے کہا: اے شعیب! تمہاری زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہیں"

٣- ﴿ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللهِ فَمَا لِهَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴾(٤)۔

"آپ فرمادیں (حقیقتًا) سب کچھ اللہ کی طرف سے (ہوتا) ہے۔ پس اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے"۔

حدیثِ میں بھی فقہ کا لفظ سمجھ بوجھ کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے:

١-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ»-(٥)

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرمادیتا ہے"۔

٢-آپ علیہ السلام نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

---

١) القاموس المحیط، محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، دار الکتاب، قاہرہ، مصر، ١٩٨٩م ص ١١٥١۔

٢) التوبہ: ١٢٢۔

٣) ہود: ٩١۔

٤) النساء: ٧٨۔

٥) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب العلم، باب من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین، حدیث نمبر: ٧١، دار ابن کثیر دمشق بیروت، طبع اول: ٢٠٠٢ء، ص ٣٠۔

« اللهم فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ »۔(۱)

"اے اللہ! اسے دین کا فہم عطا فرما"۔

۳۔«عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ كَلَامُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلًا يَفْقَهُهُ كُلُّ أَحَدٍ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُهُ سَرْدًا»۔(۲)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام کے کلمات بالکل الگ الگ ہوتے تھے جنہیں ہر کوئی سمجھ لیتا تھا۔ گفتگو لگاتار اور پے در پے نہیں ہوا کرتی تھی"۔

اس مذکورہ بالا لغوی توضیح سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر علم کے فہم سمجھ اور دانش کو فقہ بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ لفظ فقہ سے متعلق لغت میں جتنی بھی تعبیرات موجود ہیں، ان سب میں "علم و فہم "کا معنی قدر مشترک ہے اور یہ لفظ اپنے معنی و مفہوم میں ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہے۔

## فقہ کی اصطلاحی تعریف

شرعی اصطلاح میں فقہ کا لفظ علمِ دین کا فہم حاصل کرنے کے لئے مخصوص ہے۔

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ سے فقہ کی تعریف اس طرح منقول ہے:

"والفقه معرفة النفس ما لها وما عليها"۔(۳)

فقہ نفس کے حقوق اور فرائض و واجبات جاننے کا نام ہے۔

فقہ کی اس تعریف میں ابتداءً، عقائد و اخلاقیات سب شامل تھے لیکن بعد کے ادوار میں جب ہر علم مستقل حیثیت اختیار کر گیا، اور علیحدہ طور پر ہر فن کی تدوین و تقسیم ہوئی تو "فقہ" عبادات و معاملات کے لیے خاص ہو گیا، اور عقائد کے لیے علم الکلام اور اخلاقیات کے لیے علم تصوف جیسے علوم وجود میں آئے۔

فقہ کی جامع تعریف علامہ سبکی (۴) نے یوں کی ہے۔

---

۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۴۳۔

۲) مسند امام احمد بن حنبل، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۵۱۳۱، دار الفکر بیروت لبنان ۵/۶۰۲۔

۳) البحر المحیط فی اصول الفقہ، بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی، دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ ص ۱۶، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، محمد علی التہانوی، تحقیق: رفیق العجم، علی دحروج، مکتبہ لبنان ۱/۱۲۸۲۔

۴) علامہ سبکی کا پورا نام تاج الدین ابو النصر عبد الوھاب بن علی ہے۔ (۷۲۷ھ/۱۳۲۷ء-۷۷۱ھ/۱۳۷۰ء) قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ اور امام ذہبی سے علم فقہ سیکھا۔ ان کو شام کی قضا سپرد کی گئی۔ امام سبکی مشہور مناظر تھے۔ ان کے تصانیف میں طبقات الشافعیۃ الکبری، جمع الجوامع اور ترشیح التوشیح وترجیح التصحیح زیادہ مشہور ہے۔ [شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابو الفلاح، عبدالحہ بن احمد: ۶/۲۲۱، بیروت دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔ الاعلام: ۴/۳۲۵]۔

"العلم بالأحكام الشرعية العملية المكتسب من أدلتها التفصيلية"۔(۱)

(فقہ) شریعت کے وہ فروعی احکام جاننے کا نام ہے جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہوں۔

معاصر فقہاء میں ڈاکٹر وھبہ زحیلی اور اُستاذ عبد الکریم زیدان نے اس تعریف کو مقبول اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔(۲)

اس تعریف میں (العلم): جنس ہے جو شرعی احکام غیر شرعی احکام اور دیگر تصورات کے علم کو مستلزم ہے، اور یہاں اس سے مراد مطلق ادراک ہے جو ظن اور یقین دونوں کو شامل ہے۔

(الاحکام): کی قید سے ایسا تصور خارج ہو جاتا ہے جس میں کوئی حکم نہ ہو، جبکہ یہاں حکم مطلوب ہے کہ کسی امر کو دوسرے کے لئے ثابت کیا جائے یا اس کی نفی کی جائے۔

(الشرعية) کی قید سے غیر شرعی احکام کا علم خارج ہو جاتا ہے۔

باالفاظ دیگر العلم بالاحکام الشرعیہ کی قید سے عقلی، حسی، اور لغوی احکام خارج ہو جاتے ہیں جس کا فقہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

(العملية): یعنی جو بندوں کے اعمال سے متعلق ہو جیسے نماز، زکوٰۃ، حج، نکاح وغیرہ اور اس قید سے اعتقادی احکام نکل جاتے ہیں جیسے علم کلام اور علم اخلاق۔

(المكتسب من أدلتها التفصيلية): اس قید سے اصول فقہ کا علم خارج ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا تعلق اجمالی دلائل سے ہے۔

المکتسب سے مراد وہ علم ہے جو شریعت کے دلائل کی روشنی میں استنباط شدہ ہو، اس قید سے اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور رسول اللہ ﷺ کا علم خارج ہو جاتا ہے، اس لیے کہ وہ وحی ہے جو فقہ کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح مقلدین کا علم بھی فقہ میں شامل نہیں ہے بلکہ فقہ تو وہ علم ہے جو (النَّاشِئَة عَنْ الِاجْتِهَادِ) بطرز اجتہاد اور غور و فکر معلوم کیا جاتا ہے۔

(دلائل): سے مراد، قرآن وسنت اور قیاس اور اجماع ہے۔

---

۱) الابہاج فی شرح المنہاج، تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی (تحقیق جماعۃ من العلماء)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۴ھ، ۱:۲۸،
معراج المنہاج شرح منہاج الوصول الی علم الاصول، شمس الدین محمد بن یوسف الجزری دار ابن حزم، بیروت لبنان، طباعت اوّل، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ص ۳۹۔

۲) اصول الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر وھبہ زحیلی، کتب خانہ رشیدیہ پشاور، ۱/۹۱۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد سہالوی، تحقیق: عبد اللہ محمود محمد عمر، دار الکتب العلمیہ ۱/۱۳۔

## جنایۃ کی لغوی تعریف:

"الجناية " جنى، يجني فعل سے مصدر ہے جس کی جمع الجنایات ہے "ہر چند کے مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول آیا ہے لہذا اس کی جمع جنایات درست ہے"۔(۱)

جنایت کا باب "رمی" ہے، اس کا معنی جرم، اور گناہ ہے۔

زیادتی کرنے والا شخص "الجانی" اور مظلوم شخص "مجنی علیہ" کہلاتا ہے(۲)، اور جب کوئی شخص گناہ کرکے کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے: "جنَى الشَّخصُ: أي : أذنب، ارتكب جُرْمًا"۔(۳)

ابن فارس "جنی" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"الجيم والنون والياء أصل واحد هو أخذ الثمرة من شجرها ومن المحمول عليه: جنيت الجناية أجنيها"۔(۴)

"جنی" فعل میں جیم نون اور یاء حروف اصلی ہیں، اس کا معنی درخت سے پھل توڑنے کے ہیں، اسی پر محمول ہے، جب کوئی گناہ یا جرم کرتا ہے، تو کہا جاتا ہے "جنيت الجناية أجنيها"۔

احمد بن محمد بن علی الفیومیؒ "جنی" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"وجنى على قومه جناية أي أذنب ذَنْبًا يؤاخذ به وغلبت الجناية في ألسنة الفقهاء على الجرح والقطع والجمع جنايات وجنايا"۔(۵)

"جنى على قومه جناية" (اس نے اپنی قوم کے ساتھ زیادتی کی)، یعنی اس سے مراد اس نے ایسا گناہ کیا، جس کے بدلے اس کا مؤاخذہ ہوگا اور فقہاء کے ہاں جنایت کے لفظ سے اکثر "زخم اور زخمی کرنا" مراد لیا جاتا ہے، جنایت کی جمع جنایات اور جنایا ہیں"۔

"جنی" کا معنی درخت سے کوئی چیز توڑنے کے بھی ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "جنى الثمرة"، جبکہ "الجنى" کا معنی پھل ہے، جسکی جمع "جناة" ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "أتانا بجناة طيبة ورطب جني حين جني"۔(۶)

---

۱) القصاص فی الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر احمد فتحی بھنسی، مترجم سید عبد الرحمن بخاری، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ص ۵۵

۲) الجنایات فی الفقہ الاِسلامی، حسن علی شاذلی، دار الکتاب الجامعی ۱/۲۳۔

۳) معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرہ، أحمد مختار عبد الحمید عمر، "مادہ: ج ن ی"، عالم الکتب، ۱/۴۰۸۔

۴) معجم مقاییس اللغۃ ابن فارس، مادہ جنی، ۱/۴۸۲۔

۵) المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، احمد بن محمد بن علی الفیومی، ۱/۱۱۲۔

۶) انیس الفقہاء فی تعریف الالفاظ المتداولہ، قاسم بن عبد اللہ بن امیر علی القونوی، تحقیق: یحیٰ حسن مراد کتاب، الجنایات، دار الکتب العلمیہ ۱/۱۰۸۔

حج اکبر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

«فإن دماءكم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا، ألا لا يجني جان إلا على نفسه، ألا لا يجني جان على ولده ولا مولود على والده»-(۱)

پس بیشک تمہارا خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہے جیسے کہ اس دن کی اور اس شہر کی حرمت، خبردار! کوئی بھی جرم کرنے والا اپنے سوا کسی اور پر جرم نہیں کرتا۔ کوئی جرم کرنے والا اپنے بیٹے پر یا کوئی بیٹا اپنے باپ پر جرم نہیں کرتا۔

صاحب تاج العروس اس حدیث میں لفظ "جنایت" کے تحت لکھتے ہیں:

"الجناية: الذنب والجرم، وما يفعله الإنسان مما يوجب عليه العقاب أو القصاص في الدنيا والآخرة ،والمعنى أنه لا يطالب بجناية غيره من أقاربه وأباعده، فإذا جنى أحدهم جناية لا يطالب بها الآخر"-(۲)

یہاں جنایت سے مراد گناہ اور جرم ہے جس کے ارتکاب سے انسان دنیا میں سزا یا قصاص کا مستحق قرار پاتا ہے اور آخرت میں عذاب الٰہی کا، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی جرم کی پاداش میں قریبی رشتہ دار یا دور کے رشتہ دار کو نہیں پکڑا جائے گا (بلکہ خود مجرم ہی پکڑا جائے گا) اور نہ ہی کسی اور سے باز پرس ہوگی۔

لفظ "جِنائی" جِنایت سے منسوب ہے، اسی وجہ سے فوجداری سزا "عقوبة جنائية"، فوج داری قانون "قانون جنائی" اور فوج داری عدالت جس میں جرائم اور قتل وغیرہ کے مقدمات پیش ہوتے ہیں "محكمة جنائية" کہلاتا ہے۔(۳)

مذکورہ لغوی تصریحات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جنایت کے معنی جرم، گناہ اور زیادتی ہے۔

---

۱) الجامع الصغیر، محمد بن عیسی ابو عیسی، الترمذی، باب سورۃ التوبۃ، دار إحیاء التراث العربی، بیروت ۵/۲۷۳۔

۲) تاج العروس، محمد بن محمد الحسینی، الزَّبیدی، "مادہ جنی" ۳۷/۳۷۴۔ لسان العرب، ابن منظور إفریقی، فصل جیم، ۱۴/۱۵۴۔

۳) معجم اللغۃ العربیہ المعاصرہ، داحمد مختار عبد الحمید عمر، عالم الکتب، ۲۰۰۸، ۱/۴۰۹۔

## جنایة کی اصطلاحی تعریف

اس ضمن میں چند مشہور فقہاء کی تعریفات حسب ذیل ہیں:

امام سرخسی حنفیؒ اس کی تعریف کرتے ہیں:

" الجناية اسم لفعل محرم شرعا سواء حل بمال أو نفس، ولكن في لسان الفقهاء يراد بإطلاق اسم الجناية الفعل في النفوس والأطراف"۔(۱)

جنایت نام ہے کسی حرام فعل کے ارتکاب کا، خواہ کسی کے مال یا جان میں واقع ہو، لیکن فقہاء کی اصطلاح میں جنایت کا فعل صرف انسان کی جان یا اس کے اعضاء سے متعلق ہوتا ہے۔

ابن قدامہ حنبلیؒ اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"والجناية: كل فعل عدوان على نفس أو مال لكنها في العرف مخصوصة بما يحصل فيه التعدي على الأبدان، وسموا الجنايات على الأموال غصبا، ونهبا، وسرقة، وخيانة، وإتلافا"۔(۲)

جنایت سے مراد ہر وہ فعل جو انسانی جان پر، یا اس کے مال پر زیادتی کی صورت میں واقع ہو لیکن عرف میں یہ ابدان پر زیادتی کے ساتھ خاص ہے، اور اموال کی جنایت کو غصب، لوٹ مار، چوری، خیانت، اور اتلاف کہا جاتا ہے۔

امام نووی شافعیؒ (۳) جنایات کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"وهي القتل والقطع والجرح الذي لا يزهق ولا يبين، وقتل النفس بغير حق من أكبر الكبائر"۔(۴)

جنایات سے مراد قتل، کاٹنا اور ایسا زخم لگانا ہے جو ہلاک نہیں کرتا اور نہ ہی ظاہر ہو، اور کسی بے گناہ جان کو قتل کرنا سب سے بڑے جرائم (گناہوں) میں شمار ہوتا ہے۔

---

۱) المبسوط، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الدین سرخسی، دار المعرفۃ- بیروت ۱۹۹۳م ۴۴۵/۷۔ رد المختار علی الدر المختار، ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی حنفی، دار الفکر، بیروت ۵۲۷/۶۔

۲) المغنی، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی، مکتبہ القاہرہ، ۱۹۶۸م ۲۵۹/۸۔

۳) ابوزکریا یحی بن شرف بن مری النووی الشافعی (۶۳۱ھ/ ۱۲۳۳ء - ۶۷۶ھ/ ۱۲۷۷ء) فقہ اور حدیث کے مشہور امام گزرے ہیں۔ دمشق میں علم حاصل کیا اور کافی عرصے تک وہاں مقیم رہے۔ ان کے کتابوں میں تہذب الاسماء واللغات، منہاج الطالبین اور المنہاج فی شرح صحیح مسلم زیادہ مشہور ہیں۔ الاعلام: ۱۴۹/۸۔

۴) بدائع روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، ابوزکریا محیی الدین یحیٰ بن شرف النووی، تحقیق: زہیر الشاویش، المکتب الاِسلامی، بیروت، دمشق، عمان ۱۲۲/۹۔

مذکورہ تینوں اصطلاحی تعریفات میں جنایت سے مراد شرعا ہر وہ حرام فعل ہے ،جو انسانی جان پر، یا اس کے مال پر یا اس کے علاوہ کسی اور چیز پر زیادتی کی صورت میں واقع ہو جبکہ فقہاء کے نزدیک جنایت کے فعل کا اطلاق صرف ان افعال پر ہوتا ہے، جن سے انسانی جان یا اعضاء تلف ہوتے ہیں۔ جیسے کہ قتل کرنا، زخمی کرنا، مارنا اور اسقاط حمل کرنا وغیرہ۔ مذکورہ تعریفات میں ان فقہاء نے جنایت کا استعمال عام اور خاص دونوں معنوں میں کیا ہے۔ عام معنی میں جنایت سے مراد شرعی طور پر ہر وہ تعدی ہے جو حرام کے زمرے میں آتی ہے خواہ وہ انسانی جان پر یا اس کے مال پر یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور شے پر ہو حتی کہ بعض حرام ماکولات اور مشروبات میں تجاوز بھی جنایت ہے جبکہ اس کے خاص معنی سے مراد شرعی طور پر وہ تعدی ہے جو فقط نفس انسانی پر یا اس کے اعضاء پر واقع ہو۔اس صورت میں اس کا دائرہ کار حدود تک رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر حنفی فقہا فقہ کی کتابوں میں قتل، زخم اور ضرب کے بارے میں گفتگو جنایات کے عنوان کے تحت کرتے ہیں،اس لئے کہ وہ ان ہی افعال کو جنایات کا نام دیتے ہیں۔ جیسے عبد القادر عودہؒ لکھتے ہیں:

"وأكثر الفقهاء يتكلمون عن القتل والجرح والضرب تحت عنوان الجنايات"-(۱)

بعض فقہاء ان افعال کے بارے میں "الجراح" کے عنوان کے تحت بحث کرتے ہیں جیسے شوافع بعض فقہاء قتل اور زخم کے عنوان پر بات کرنے کے لئے لفظ الدماء(خون) کو ترجیح دیتے ہیں اور ابواب فقہ میں اس پر گفتگو اسی لفظ الدماء کے تحت کرتے ہیں۔جب کہ مقدم الذکر صورت میں جنایت کا دائرہ کار وسیع ہو جاتا ہے اور اس کی تعریف میں حدود تعزیرات اور جنایات کی دیگر انواع بھی شامل ہو جاتی ہیں، جس کی طرف امام رازی نے اس آیت﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ ﴾(۲) کی تفسیر کرتے ہوئے اشارہ کیا:

"أحدها:الجنايات على الأنساب ،وثانيها،الجنايات على العقول وثالثها: الجنايات على الأعراض ورابعها :الجنايات على النفوس وعلى الأموال ،وخامسها : الجنايات على الأديان "-(۳)

جنایات کی پہلی قسم نسب پر جنایت ہے، دوسری عقل پر جنایت، تیسری عزت پر جنایت، چوتھی جان و مال پر جنایت اور پانچویں دین پر جنایت۔

اس عمومی پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاصر علماء میں، حسن علی الشاذلیؒ(۴) جنایت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

---

۱) التشریع الجنائی الاسلامی مقارناً بالقانون الوضعی، عبد القادر عودة، دار الکاتب العربی، بیروت، ۴/۲۔

۲) االأعراف: ۳۳

۳) مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر أبو عبداللہ فخر الدین الرازی دار الفکر لبنان بیروت طبع اول: ۱۹۸۱م، ۱۴/۷۱

۴) حسن علی شاذلی "اعلی مصر" میں پیدا ہوئے اور، ۱۱فروری ۲۰۱۸م، کو وفات پائی۔آپ کا شمار متعمّق، دقیق الفہم اور معاصر علماء میں ہوتا ہے۔آپ جدہ کے مجمع الفقہ الاِسلامی کے رکن رہے، کویت فتوی کمیٹی میں بحیثیت ڈپٹی چیئرمین رہے۔آپ نے کلیة الشریعة والحقوق ازہر یونیورسٹی، شمس

"كل فعل محرم حل بالنفس أو غيرها ،فكل فعل محرم من الشرع "سواء كان في صورته الإيجابية كارتكاب ما نهى عنه الشرع، أو في صورته السلبية كعدم الإتيان بما وجب الإتيان به" يصدر عن الإنسان يسمى جناية، سواء وقع هذا الفعل على آدمي، أو على أرض، أو على دين، أو على غير ذلك مما يعاقب عليه الشرع"-(۱)

ہر وہ فعل حرام ہے، جو انسانی جان پر، یا اس کے علاوہ کسی اور چیز پر زیادتی کی صورت میں ہو۔ پس شریعت میں ہر وہ حرام فعل جو کسی انسان سے سرزد ہو جنایت کہلاتا ہے خواہ وہ مثبت شکل میں ہو جیسے ایسی چیز کا ارتکاب کرنا جو شریعہ کی طرف سے ممنوع ہو یا وہ منفی صورت میں ہو جیسے کہ کسی ایسی چیز کی ادائیگی نہ کرنا جس کی ادائیگی ضروری ہو، خواہ وہ زیادتی کسی فرد پر، زمین، مذہب، یا اس کے علاوہ کسی اور صورت میں ہو جس میں شریعت کی طرف سے سزا دی جاتی ہو۔

حسن علی الشاذلیؒ کی اس تعریف میں جنایت کا عمومی پہلو غالب ہے۔اس میں جرم وگناہ دونوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ان کے ہاں جرم وجنایت کا اطلاق ہر اس تعدی پر ہوتا ہے جو شرع کے منھی عنہ یا مامور بہ میں تجاوز کا باعث ہو۔

عبد القادر عودہؒ لکھتے ہیں:

"واذا غضضنا النظر عما تعارف عليه الفقهاء من اطلاق لفظ الجناية على بعض الجرائم دون بعض الآخرأمكننا أن نقول إن لفظ الجناية فى الاصطلاح الفقهى مرادف للفظ الجريمة" -(۲)

اگر ہم اس بات سے قطع نظر ہو کر جس میں فقہائے کرام نے لفظ جنایت کا اطلاق کچھ جرائم پر کیا اور کچھ پر نہیں تو ہم ممکنہ طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فقہی اصطلاح میں لفظ جنایت جرم کے مترادف ہے۔

اسی لئے ماوردی (۳) لکھتے ہیں:

---

والمنیا مصر، الکویت یونیورسٹی، المعهد العالی للقضاء ریاض سعودی عرب، کلیۃ المعلمین لیبیا میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، آپکی مشہور تصانیف یہ ہیں: تاریخ التشریع الإسلامی، النظریات الفقهیة، الجنایات والحدود، إصول الفقه، حکم نقل إعضاء الإنسان، حق الجنین فی الحیاۃ۔

http://site.islam.gov.kw/eftaa/Fatwa/CurrentFatwa/Pages/CurrentFatwa07.aspx ۔

۱) الجنایات فی الفقہ الاسلامی دراسۃ مقارنہ بین الفقہ الاسلامی والقانون، حسن علی الشاذلی، دار الکتاب الجامعی ۱/ ۲۳۔

۲) التشریع الجنائی الاسلامی، عبد القادر عودۃ، ۱/ ۵۸۔

۳) آپ کا پورا نام امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی تھا اور الماوردی کے نام سے مشہور ہوئے۔آپ ۹۷۴ کو بصرہ عراق میں پیدا ہوئے، اور ۱۰۵۸ء کو وفات پائی۔ فقہ، ادب، تفسیر، حدیث، سیاست کے علوم پر دسترس حاصل تھی۔ فقہ شافعی کی تشریحات میں ضخیم کتاب مرتب کی اور اپنے ہم عصر علمائے شافعیہ میں ایک خاص مقام تھا۔ عباسی دور میں ایک نامور سیاسی مفکر کی حیثیت سے شہرت پائی۔اہم سرکاری مناصب پر فائز رہے، جیسے عدلیہ، سفارت، تدریس۔آپ کی چند تالیفات یہ ہیں: کتاب الحاوی الکبیر، کتاب قوانین الوزارۃ وسیاسۃ الملک، کتاب النکت والعیون، کتاب إعلام النبوۃ، جبکہ آپ کی مشہور ترین تصنیف الاحکام السلطانیہ ہے۔ (سیَر إعلام النبلاء، امام ذہبی، دار مؤسسۃ الرسالہ، دمشق بیروت ۱۹۸۶ء، ۱۸/ ۶۴۔

" الجرائم محظورات شرعية زجرالله عنها بحد أو تعزير"(١)

جرائم سے مراد شرعی طور پر وہ ممنوعہ کام ہیں، جس کی اللہ تعالی نے حد یا تعزیر کے ذریعے زجر و توبیخ کی۔
وہ اس کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"اتیان فعل محرم معاقب علی فعله أو ترك فعل واجب معاقب علی ترکه"-(٢)

ایسے حرام فعل کا ارتکاب جس کا کرنا قابل سزا ہو یا ایسے لازمی فعل کا ترک جس کا چھوڑنا قابل سزا ہو۔

اگر مذکورہ تعریفات کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو لفظ جنایت کی اصطلاحی تعریف میں ماوردی کی تعریف زیادہ جامع ہے کیونکہ یہ جنایت کے عام اور خاص دونوں مفاہیم کو مستلزم ہے۔اس تعریف میں عمومیت کا دائرہ نہ صرف حدود تک جاتا ہے بلکہ یہ تعزیرات اور وضعی قانون کو بھی زیر بحث لاتا ہے جو اس بحث کی مناسبت زیادہ موزوں تعریف ہے۔اس تحقیق میں جنایت سے ہماری مراد اور مقصود بھی یہی ہو گا۔

## فقہ الجنائی اور جنایات میں فرق

فقہ الجنائی سے مراد فوجداری قانون سے متعلق اسلامی فقہ ہے، جب کہ جنایات سے مراد ایسے جرائم ہیں جو شرعی اور وضعی قانون کے مطابق قابل سزا ہیں۔دونوں کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ فقہ الجنائی جرائم اور اس کی سزاؤں سے متعلق اسلام کا وہ قانونی نظام ہے، جو قران و سنت کی روشنی میں سزاؤں کی تشریح و تعیین اور درجہ بندی کرتا ہے جب کہ جنایات سے مراد اصل جرائم ہیں جو کہ فقہ الجنائی کو نہ صرف مطلوب ہے بلکہ اس کا موضوع بھی ہے۔ فقہ الجنائی ، کا دائرہ کار جرم شناسی سے انسداد جرم کی حکمت عملی کی تشکیل تک جاتا ہے، جبکہ جنایات سے مراد ارتکاب جرم کی وہ صورتیں ہیں، جس کی اللہ تعالی نے حد یا تعزیر کے ذریعے زجر و توبیخ کی ہے یا یہ وہ جنائی کارروائیاں ہوتی ہیں جو شرعی، معاشرتی اور قانونی اصولوں کے تحت غلط یا ناجائز قرار دی جاتی ہیں۔ فقہ الجنائی میں جنایات کی جملہ تشریحات اور ان جرائم کی سزائیں قرآن و سنت کی روشنی میں طے کی جاتی ہے جب کہ جنایات تمام قسم کے جرائم کا احاطہ کرتی ہے، بشمول ان جرائم کے بھی جو کہ اسلامی قانون کے تحت قابل سزا نہیں ہیں۔فقہ الجنائی اسلامی قانون کا وہ شعبہ ہے جس میں جرم و جنایات کی توضیح و تحدید خالص فقہی تصورات پر مبنی ہوتی ہے جس کا ماخذ قرآن و حدیث اور اجماع ہوتا ہے۔یہ شعبہ شرعی احکامات کے مطابق جرائم کی تفصیلی تشریحات پر تبصرہ کرتا ہے جس کی بنیاد تشریعی اصول اور اسلامی متون پر ہوتی ہیں جبکہ جنایات کا مطلب عموماً کسی قانونی یا اخلاقی قاعدے یا معیار کی خلاف ورزی ہوتی ہے جیسے ،دھاندلی، جعلی سکہ، منی لانڈرنگ ،اغوا، دھمکیاں دینا، ملاوٹ

---

١) الاحکام السلطانیہ، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی، دار الکتاب بیروت ص ٢٨٥۔

٢) الاحکام السلطانیہ، ابو الحسن الماوردی ص ٢١٩۔

،جعلیت، دھوکا وغیرہ۔جنایات قانونی نظام کے تحت جرائم ہو سکتے ہیں اور الگ الگ ملکوں میں قانونی نظاموں کے قوانین مختلف ہو سکتے ہیں، اور ان جنایات پر مبنی سزاؤں کی شدت اور قسم بھی مختلف ہو سکتی ہے۔

"فقہ "اور"جنایت"کی اصطلاحی تعریف اور فقہ الجنائی اور جنایات میں فرق ذکر کرنے کے بعد، سادہ اور آسان لفظوں میں فقہ الجنائی کی مرکب اصطلاح سے مراد فقہ کی وہ شاخ ہے جس میں جرم و سزا کی درجہ بندی سے متعلق احکام زیر بحث آتے ہیں جیسے "جرائم کی سزائیں اور ان کا قانون وضع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے جرم کا تعین کیا جائے کہ جرم کیا ہے اور یہ طے کیا جائے کہ کسی فعل کو کب، کن حالات میں اور کن شرائط کے تحت جرم قرار دیا جائے گا۔وہ اسباب اور بنیادیں کون اور کن اصولوں کی اساس پر متعین کرے گا جن کی روشنی میں کسی فعل کو جرم قرار دیا جائے گا، پھر جو افعال جرم قرار دیئے جائیں گے ان کی سزائیں کیا ہوں گی اور ان کا تعین کون اور کن اصولوں کی بنیاد پر کرے گا، پھر سزائیں کب اور کن حالات میں دی جائیں گی اور کب اور کن حالات میں ان کو معاف ختم یا کم کیا جاسکے گا"۔(۱) یہ تمام تفاصیل فقہ جنائی کا حصہ ہے۔

اس مناسبت سے فقہ جنائی کی مرکب اصطلاح میں ڈاکٹر محمود نجیب حسنیؒ(۲) کی تعریف زیادہ موزوں ہے، وہ لکھتے ہیں:

"الفقه الجنائي الإسلامي هو مجموعة الدراسات التي تتناول التنظيم الشرعي الإسلامي للجريمة كظاهرة اجتماعية يحددها الشارع ابتغاء مكافحتها، والتنظيم الشرعي الإسلامي للعقوبة وما يساندها من تدابير باعتبارها وسائل المجتمع لمكافحة الجريمة كضرر وخطر اجتماعي"-(۳)

اسلامی فقہ الجنایات ایسے مطالعات کا مجموعہ ہے؛ جسے شریعت نے معاشرتی جرائم کے لیے ترتیب دیا ہے، جرائم کی روک تھام کی غرض سے، شارع نے ان کا تعین بھی کیا ہے۔اور شریعت اسلامیہ معاشرتی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے جرم کے مطابق سزا بھی متعین کرتی ہے تاکہ ان جرائم پر قابو پایا جاسکے جو انتہائی خطرناک اور معاشرے کے لیے نقصان کا باعث ہوں۔

---

۱) علم اصول فقہ ایک تعارف، ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں، طبع: شریعہ اکیڈمی اسلام آباد ۱۶/۱۔

۲) ڈاکٹر محمود نجیب حسینی ۵ نومبر، ۱۹۲۸ کو پیدا ہوئے اور ۲۰۰۴ کو وفات پائی۔ قانون فقہ الجنائی کے مایہ ناز پروفیسر تھے اور مصر کی قاہرہ یونیورسٹی میں قانون کی فیکلٹی کے ڈین، اور بعد میں اسی یونیورسٹی میں، صدارت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔۱۹۴۸ میں قانون کے مضمون میں گریجویشن کیا، ۱۹۵۰ میں کولمبیا یونیورسٹی سے قانون میں ڈپلومہ کیا اور ۱۹۵۲ میں القانون الجنائی پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا۔آپ اہم مناصب پر فائز رہے، لجنۃ القانون بالمجلس الاعلی اور مصری مجلس الشوری کے رکن تھے. آپکی مشہور تصانیف یہ ہیں: الفقہ الجنائی الاسلامی، القصد الجنائی، دروس فی قانون العقوبات القسم الخاص، دور الرسول الکریم فی إرساء معالم النظام الجنائی الاسلامی، شرح قانون الاجراءات الجنائیہ۔ (کتاب الفقہ الجنائی الاسلامی، محمود نجیب حسنی/ ویکیپیدیا الموسوعۃ الحرۃ)۔

۳) الفقہ الجنائی الاسلامی، محمود نجیب حسنی، دار النہضۃ العربیہ، ۲۰۰۷م ص ۳۔

اس کی علمی اہمیت کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"إن الأهمية العلمية لدراسة الفقه الجنائي الإسلامي، مردها إلى أن الشريعة الإسلامية قد أتت بتنظيم متكامل للجريمة والعقوبة، وهذا التنظيم سنده منطق سليم، وبين عناصره اتساق محكم دقيق، وهدفه الحفاظ على المصالح ذات الأهمية للمجتمع"۔(١)

فقہ جنائی کی علمی افادیت اس سے مترشح ہے کہ اس کا مرجع وماخذ شریعہ اسلامیہ ہے اور شریعہ اسلامیہ جرم وسزا کے لئے، ایک مکمل مربوط نظام کے ساتھ آئی ہے، جس کی درجہ بندی کا دارومدار مستند ادلہ پر ہے، جس کے عناصر کے درمیان ایک واضح اور مضبوط ربط ہے، اور اس کا مقصد معاشرے کے اہم مصالح (مفادات) کی حفاظت ہے۔

١) الفقہ الجنائي الإسلامي، محمود نجیب حسنی، دار النھضۃ العربیہ، ٢٠٠٧م ص ٣۔

### فصلِ دوم

# سدالذرائع کا تعارف اور دائرہ کار

## سدالذرائع کا تعارف

سدذرائع مرکب اضافی ہے جو دو کلمات "سد" اور "ذرائع" سے بنا ہے۔ سدذرائع کی تعریف سے پہلے "سد" اور "ذرائع" کو علیحدہ علیحدہ جاننا ضروری ہے، اس لئے پہلے "سد" کے لغوی معنی ذکر کیے جاتے ہیں۔

## سد کا لغوی معنی

لفظ "سد" مصدر ہے جس کی جمع أسدّة اور سدود ہے(۱)۔

لفظ "سد" کے بارے میں احمد بن فارس لکھتے ہیں:

لفظ "سد" میں سین اور دال حروف اصلی ہیں(۲)۔

اور ابن منظورؒ اس کا معنی لکھتے ہیں:

" إغلاق الخلل وردم الثلم"-(۳)

"یعنی کسی شگاف اور رخنہ کو بند کرنا"۔

لفظ "سد" مختلف معانی میں مستعمل ہے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

**۱- روکنا اور منع کرنا:**

جب کوئی شخص کسی کو بات کرنے سے منع کرتا ہے، تو کہا جاتا ہے۔

" سددت عليه باب الكلام سدا"۔(۴)

اور جب کوئی گروہ گمراہ ہو جاتا ہے، تو کہا جاتا ہے "إن الله تعالى سد عليهم طرق الهدى"-(۵)

**۲- مطلق بند کرنا:**

جیسے کوئی شخص کسی چیز کو بند کرتے وقت کہتا ہے سَدَدْتُ الشيء سَدّا۔(۶)

---

۱) لسان العرب، ابن منظور محمد بن مکرم، مادۃ (سد) باب الدال، فصل السین، دار صادر بیروت، ۲۰/۳۔

۲) معجم مقاییس اللغہ، احمد بن فارس، مادہ (سد)، دار الفکر، ۱۹۷۹ء، ۶۶/۳۔

۳) لسان العرب، ابن منظور، ۲۰۷/۳۔

۴) المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، احمد بن محمد بن علی الفیومی، مادہ (سدد) دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۴ء، ص۲۷۰۔

۵) لسان العرب، ۲۰۷/۳۔

۶) ایضا، ۲۰۷/۳

۳-رکاوٹ کے معنی میں (۱) جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ ٱلسَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ﴾ (۲)

"یہاں تک کہ وہ (ایک مقام پر) دو پہاڑوں کے درمیان جا پہنچا اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کو آباد پایا جو (کسی کی) بات نہیں سمجھ سکتے" مذکورہ آیت میں" السَّدَّيْنِ "سے مراد پہاڑ ہیں۔

اسی طرح سورت یاسین میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴾ (۳)

اور ہم نے اُن کے آگے سے (بھی) ایک دیوار اور اُن کے پیچھے سے (بھی) ایک دیوار بنا دی ہے، پھر ہم نے اُن (کی آنکھوں) پر پردہ ڈال دیا ہے سو وہ کچھ نہیں دیکھتے" مذکورہ دونوں آیات میں" سَدًّا" رکاوٹ اور دیوار کے معنی میں آیا ہے۔

۴-اونٹنی کے معنی میں: السدُّ ,الذریعةُ اور الدَّرِيئةاونٹنی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، کیونکہ شکاری اس کے پیچھے چھپ کر شکار کو دھوکہ دیتا ہے اور پھر شکار کرتا ہے۔ (۴)

مذکورہ وضاحت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عربی میں لفظ "سد" رکاوٹ، منع اور بند کرنے کا مفہوم دیتا ہے۔

## ذرائع کا لغوی معنی

ذرائع ذریعہ کی جمع ہے، "اس کا مادہ اشتقاق "ذرع" اور باب ذَرَعَ يَذْرَع ذَرْعا ہے۔ اس کے حروف اصلی ذ-ر-ع ہیں جو کھینچاو، وسعت اور حرکت پذیری پر دلالت کرتے ہیں، اس لفظ کے دیگر معانی بھی اسی مذکورہ مفہوم کے گرد گھومتے ہیں"۔ (۵)

"ذرع" کا اصل معنی ہاتھ پھیلانے کے ہیں۔ (۶)

---

۱) لسان العرب، ۲۰۷/۳

۲) الکھف: ۹۳۔

۳) یاسین: ۹۔

۴) لسان العرب، ۲۰۷/۳۔

۵) معجم مقاییس اللغہ، احمد بن فارس، (مادہ ذرع) ۳۵۰/۲۔

۶) لسان العرب، (مادہ ذرع)، باب العین، فصل الذال، ۹۳/۸۔

اس لئے جب کوئی شخص تیرنے کے وقت اپنے بازو پھیلاتا ہے، تو کہا جاتا ہے:

ذَرَّعَ الرجلُ في سباحتِه تَذْرِيعاً، جبکہ دونوں بازوؤں کو حرکت دینے کے لئے "التَّذْرِيعُ في المشي" استعمال ہوتا ہے، اور جب کوئی دوڑتے وقت دونوں بازوؤں کو حرکت دے کر ان سے سہارا بھی لے تو اس وقت اسے " ذَرَّع بيديه تَذْرِيعاً " سے تعبیر کیا جاتا ہے (١)۔

اسی طرح جب اونٹ اپنے بازؤوں تک تھوڑے پانی میں اترتا ہے تو اس وقت بولا جاتا ہے:

" تَذَرَّعَت الإبلُ الكرعَ " (٢)۔

**لغت میں لفظ "ذریعہ" کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے چند ایک معانی حسب ذیل ہیں:**

**١-وسیلہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس بارے میں ابن منظور رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

جب کوئی شخص کسی چیز تک پہنچنے کے لئے کسی کو وسیلہ بناتا ہے، تو کہا جاتا ہے:

" وقد تَذَرَّع فلان بذَريعةٍ، أي توسَّل" (٣)۔

**٢-سبب:** ذریعہ سبب کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً جب کوئی کہتا ہے کہ: " فلان ذَرِيعتي إليك" تو اس کا مطلب ہوگا: کہ تجھ تک رسائی کے لئے فلاں شخص میرا سبب بنا۔ (٤)

**٣-** " الدَّرِيئة": یعنی ایسی اونٹنی کے معنی میں جس کے ذریعے سے یا پیچھے شکاری چھپ کر شکار کرتا ہے (٥)۔

ابن اعرابی رحمہ اللہ(٦) نے کہا :

"سمي هذا البعير الدَّرِيئة والذَّريعة، ثم جعلت الذريعةُ مثلاً لكل شيء أَدْنى من شيء وقَرَّب منه ،وأَنشد:

---

١) لسان العرب، (مادہ ذرع)، باب العین، فصل الذال، ٩٣/٨۔

٢) تاج العروس من جواہر القاموس، محمد بن محمد بن عبد الرزاق مرتضی الحسینی الزبیدی، مادہ (ذرع) فصل الذال المعجمع مع العین طبع: المجلس الوطنی للثقافہ والفنون، الکویت، ٢١/٧۔

٣) لسان العرب، (مادۃ ذرع)، ٩٣/٨، ٢١۔

٤) ایضا، (مادۃ ذرع)، ٩٣/٨، ٢١۔

٥) معجم مقاییس اللغہ، احمد بن فارس، ، ٣٥٠/٢۔

٦) ابو عبد اللہ محمد بن زیاد بن الاعرابی الہاشمی جن کا تعلق کوفہ سے تھا اور وہ اپنے وقت کے مشہور ماہر لغت تھے۔ ادب میں انہوں نے امام کسائی سے استفادہ کیا۔ آپ شہر کوفہ کے ایک عظیم امام تھے، جنہوں نے بغیر کسی رکاوٹ اور کمزوری کے زبان وادب کی بے لوث خدمت کی۔ آپ کی ولادت، رجب ١٥٠ھ اور وفات ٢٣١ھ شہر سامرہ میں ہوئی۔ آپ کے شاگردوں میں بکر بن حماد بھی تھے۔ آپکی چند تصانیف یہ ہیں: النوادر، تفسیر الامثال، شعر الاخطل، معاني الشعر، الانواء (کتاب المعجم معجم ابن الأعرابي، أحمد بن محمد بن زیاد بن بشر، دار ابن الجوزي، ١٢ اگست ٢٠٠٥، ص ١٥، سير أعلام النبلاء ٦٨٧/١٠، شذرات الذهب في أخبار من ذهب ١٤١/٣)

وللمَنِيَّةِ أَسْبابٌ تُقَرِّبها          كما تُقَرِّب للوَحْشِيَّة الذُّرُع-"(۱)

اونٹ کو "الدَّرِيئة اور الذَّريعة" سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور پھر لفظ ذریعہ کو ہر اس چیز کے لئے بطور مثل استعمال کیا جانے لگا جو چیز کسی دوسری چیز کے ساتھ قربت کے درجے میں ہو جیسے مذکورہ بالا شعر میں شاعر کہتا ہے کہ موت کے اسباب مقرر ہیں جو اس کے قریب کر دیتے ہیں، جیسے کہ اونٹ کو جنگلی جانور کے قریب کر دیتے ہیں۔

شعر میں محل استشہاد یہ ہے کہ: " الذُّرُع" اونٹ کے معنی میں آیا ہے، کیونکہ جب اونٹ شکار کے قریب ہو جاتا ہے، تو شکاری اونٹ کے پیچھے چھپ کر، شکار کرتا ہے، اسی وجہ سے اونٹ کو الدَّرِيئة، الذَّريعة" اور الذُّرُع" سے موسوم کیا گیا ہے اور یہی اسکی وجہ تسمیہ ہے۔

۴- لفظ ذریعہ رسی اور پھندہ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، کیونکہ شکاری نیزہ اور تیر کے پھینکنے سے قبل رسی یا پھندہ کو استعمال میں لاتا ہے اور پھر شکار کرتا ہے۔(۲) اور یہی حصول شکار کے ذرائع ہیں۔

مذکورہ بالا توضیح سے معلوم ہوا کہ عربی میں لفظ "ذریعہ" سبب، وسیلہ، حیلہ اور کسی چیز سے قریب ہونے یا مخفی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔

"یہ معنی ہر اس مفہوم کے ساتھ مربوط متصور ہو گا جو غیر تک رسائی میں سبب بنتا ہے، اس کی مشروعیت اور عدم مشروعیت سے قطع نظر ہو کر کیونکہ یہ خصوصیت احکام شرعیہ کی ہوا کرتی ہے"۔(۳)

بناء بریں لغوی طور پر سدِ ذرائع سے مراد ہو گا: وسائل کی راہ کو مسدود کرنا یا کسی ایسے کام سے روکنا جو کسی دوسرے کام کے حصول کا ذریعہ ہو، اس بات سے قطع نظر ہو کر کہ فی نفسہ وہ کام اچھا ہے یا برا، نیک ہے یا بد، نقصان دہ ہے یا مفید۔

---

۱) لسان العرب، ۹۳/۸۔ دیوان الراعی النمیری، دار الجیل بیروت، ۱۶۰/۱۔

۲) تاج العروس، مادۃ (ذرع) فصل الذال المُعجمَة مع العین ۵/۲۱۔

۳) مقالہ "سد الذرائع"، ڈاکٹر وہبہ زحیلی، مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی، ابوظبی، متحدہ عرب امارات، نواں ایڈیشن، اپریل ۱۹۹۵ء ۱۰۸/۳۔

## ذرائع کی اصطلاحی تعریف

اس ضمن میں علماء کی چند تعریفات حسب ذیل ہیں۔

أبوالولید الباجی ذرائع کے تحت لکھتے ہیں:

"المسألة التي ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور"-(۱)

یہ ایسا مسئلہ ہے جو ظاہرا تو مباح ہوتا ہے لیکن یہ کسی فعلِ محظور کا سبب بنتا ہے۔

ابن عربی(۲) اس کے تحت لکھتے ہیں:

"هو كل عقد جائز في الظاهر يؤول أو يمكن أن يتوصل به إلى محظور" -(۳)

یہ ہر وہ عقد ہے جو ظاہری طور پر جائز ہوتا ہے لیکن کسی فعلِ محظور کا یا تو سبب بنتا ہے یا اس کے ذریعے سے کسی فعلِ محظور تک پہنچنا ممکن ہو جاتا ہے۔

ابن رشد لکھتے ہیں:

"الذرائع هي: الأشياء التي ظاهرها الإباحة ، ويتوصل بها إلى فعل المحظور"-(۴)

ذرائع سے مراد وہ اشیاء ہیں جو بظاہر تو مباح ہوں لیکن اس کے ذریعے کسی ممنوع فعل تک پہنچا جائے۔

علامہ قرطبیؒ سد ذرائع کے تحت لکھتے ہیں:

"عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فى ممنوع"-(۵)

---

۱) الإشارة فی معرفة الأصول والوجازة فی معنی الدلیل، سلیمان بن خلف الباجی إبو الولید، محقق: محمد علی فرکوس، مکتبہ مکیہ دار بشائر الاسلامیہ، ص ۳۱۴

۲) محمد بن عبداللہ بن محمد المعافری، جو ابو بکر ابن العربی کے نام سے مشہور تھے، اشبیلیہ میں ۴۶۸ھ کو پیدا ہوئے اور ۵۴۳ کو وفات پائی، فقہ مالکی سے تعلق تھا، اور علماء اندلس میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ فقہ، تفسیر، ادب اور علم کلام میں مہارت تامہ رکھتے تھے، آپ کی تالیفات "میں إحکام القرآن، المحصول فی إصول الفقہ، الإنصاف فی مسائل الخلاف" کو خاصی شہرت حاصل ہیں۔(الدیباج المذہب فی معرفة اعیان علماء المذہب، ابن فرحون المالکی، تحقیق: ڈاکٹر محمد احمدی ابو النور، دار التراث، ۲۶۵/۲)

۳) إحکام القرآن، إبو بکر بن العربی المالکی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۶۵/۲۔

۴) المقدمات الممهدات لبيان ما اقتضته المدونة من الأحكام الشرعيات رسوم، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول محمد بن علي الشوكاني، دار الفكر، بيروت، ص٢٤٦

والتحصيلات المحكمات الشرعيات لأمهات مسائلها المشكلات، على نفقة محمد أفندي ساسي،محمد بن أحمد بن رشد، مطبعة السعادة، مصر، دار صادربيروت،٥٢٤/٢

۵) الجامع لأحکام القرآن، محمد بن احمد بن ابو بکر، مؤسسة الرسالة ۲۹۴/۲۔

یہ ایسے امر سے عبارت ہے جو بذات خود ممنوع نہ ہو لیکن اس کے ارتکاب سے کسی ممنوع کام میں وقوع کا خوف ہو۔

امام قرافی ذرائع کے تحت لکھتے ہیں:

"الذريعة ما كانت وسيلة إلى الشيء"-[1]

ذریعہ سے مراد کسی شے کی طرف وسیلہ ہے۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"الذريعة ما كانت وسيلة وطريقاً إلى الشيء لكن صارت في عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم"-[2]

ذریعہ سے مراد جو کسی شے کی طرف وسیلہ اور طریق ہو لیکن فقہاء کے عرف میں یہ اس سے شے سے عبارت ہے جو حرام کی طرف لے جائے۔

اسی طرح سید محمد تقی الحکیم[3] لکھتے ہیں:

"الوسيلة المفضية إلى الأحكام الخمسة"-[4]

اس سے مراد وہ وسیلہ جو پانچ احکام کی طرف لے جاتا ہے۔

## علماء کے اقوال کا تجزیہ

مذکورہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ لفظ ذریعہ کے ضمن میں علماء سے منقول اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ذرائع کی اصطلاحی تعریفات میں بعض علماء نے اسے عام معنی سے تعبیر کیا اور بعض نے خاص معنی سے، بنیادی طور پر اس میں علماء کے دو گروہ پائے جاتے ہیں۔

---

۱) شرح تنقيح الفصول ، ابن حلولو الزليطي القيروني المالكي، ت ٨٩٨هـ ص٤٤٨

۲) اِعلام الموقعین، ابن قیم الجوزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۵/۳

۳) محمد تقی الحکیم نجف شہر میں پیدا ہوئے اور وہاں سے تعلیم حاصل کی۔ آپ ایک عالم، مفکر، مصنف، اور فقیہ تھے۔ نہ صرف مختلف یونیورسٹیوں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے بلکہ کوفہ یونیورسٹی میں فقہ فیکلٹی کے ڈین بھی رہے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں (الاصول العامة في الفقه المقارن) حرية التملك في الإسلام ،فكرة التقريب بين المذاهب، ثمرات النجف، في الفقه والأصول والأدب والتاريخ ہیں۔ آپ کی وفات ۲۹ اپریل ۲۰۰۲ء کو ہوئی اور آپ کو نجف کی مسجد ہند میں دفن کیا گیا۔ (محمد تقي الطباطبائي الحكيم موقع الشيعة)( طبقات أعلام الشيعة ١٣ /٢٥٧ رقم٥٥١: دار احياء التراث العربي)

۴) الأصول العامة للفقه المقارن، سید محمد تقی الحکیم، مؤسسة آل البيت عليهم السلام للطباعة والنشر، طبعہ ثانیہ ۱۹۷۹، ص ۴۰۸

## پہلے گروہ کے نزدیک ذریعہ کی تعریف

ذریعہ سے مراد جو کسی شے کی طرف وسیلہ ہو خواہ وہ شے مباح ہو یا محظور ہو۔اس تعریف میں مؤخر الذکر گروہ کے علماء نے ذریعہ کے عام معنی کو ملحوظ رکھا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ آیا متوسل الیہ مشروع ہے یا ممنوع، مبنی بر مصلحت ہے یا مبنی بر مفسدہ۔اگر دیکھا جائے تو اس معنی کے ضمن میں ذریعہ کا دائرہ کار بڑھ جاتا ہے۔جیسے کہ امام قرافی لکھتے ہیں:

"اعلم أن الذريعة كما يجب سدها، يجب فتحها، وتكره وتندب وتباح، فإن الذريعة: هي وسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة، كالسعي للحج والجمعة "-(۱)

یہ جان لیجئے کہ جس طرح کسی ذریعہ کو (خرابی کی طرف لے جانے کی وجہ سے) مسدود کرنا ضروری ہوتا ہے،اسی طرح (منفعت کی طرف لے جانے کی وجہ سے) اسے کھولنا کبھی واجب، کبھی مکروہ، کبھی مستحب اور کبھی مباح ہوتا ہے، پس ذریعہ وسیلہ ہی ہے، سو جیسے حرام کی طرف وسیلہ حرام ہو گا،اسی طرح وجوب کا معاملہ بھی ہے جیسے حج اور جمعہ کے لئے سعی کرنا۔

ذریعہ کے اس مطلق معنی میں تمام احکام شریعہ داخل ہو جاتے ہیں خواہ وہ مشروعات سے ہوں یا ممنوعات۔اس لئے کہ شریعت نام ہی جلب منفعت اور دفع مضرت کا ہے۔مذکورہ تعریف کی روشنی میں وہ تمام احکام جس میں مصلحت پائی جائے گی تو اس میں میں فتح الذرائع کا اطلاق ہو گا اور جن احکام کا موضوع فساد ہے ان میں ذرائع کو مسدود کیا جائے گا۔اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس گروہ کے نزدیک ذریعہ کا اطلاق بیک وقت سد الذرائع وفتح الذرائع (۲) دونوں اصولوں پر ہوتا ہے۔

اس گروہ میں امام قرافیؒ کا نام آتا ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ نے بھی امام قرافیؒ کی متابعت کی ہے۔

معاصر علماء میں محمد ابو زھرہ اور سید محمد تقی الحکیم کا بھی یہی منہج ہے۔ ان کی تعریف میں بھی ذریعہ عام معنی میں مستعمل ہے خواہ وہ مصالح کی طرف لے جائے یا مفاسد کی طرف۔

---

۱) الفروق، شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی، مؤسسۃ الرسالۃ ۲/۶۳۔

۲) جس طرح شریعت نے بعض ذرائع کو روکا ہے اسی طرح کچھ ذرائع کو مصلحت اور جلب منفعت کی خاطر کھولا بھی ہے اسے اصول فقہ میں فتح الذرائع کہا جاتا ہے جو سد الذرائع کی ضد ہے۔دوسرے لفظوں میں اس سے مراد: "الحكم بجواز كل وسيله ثبتت جوازها شرعا ولو ادت الى مفسدة في بعض الصور "ہر ایسے وسیلہ کے جواز کا حکم جو شرعاً ثابت ہوا گرچہ بعض صورتوں میں وہ فساد کا باعث ہی کیوں نہ ہو۔طبیب کے سامنے ستر عورت کھولنا، مخطوبہ کا چہرہ دیکھنا، صلح کی خاطر جھوٹ بولنا وغیرہ سب فتح الذرائع کی مثالیں ہیں۔(سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ، محمد ہشام البرہانی ص ۹۹)

## دوسرے گروہ کے نزدیک ذریعہ کی تعریف

ذریعہ سے مراد ایسا جائز کام جو کسی دوسرے ممنوع کام کا وسیلہ ہو۔ذریعہ کی خاص معنی میں یہ تعریف نہ صرف معروف ہے بلکہ اصول فقہ میں اسے سد الذرائع کی اصطلاح سے بھی تعبیر کیا جاتاہے۔ مقدم الذکر گروہ میں اُبوالولید الباجی، ابن عربی، ابن رشد، اور علامہ قرطبی کی ذکر کردہ تعریفات ذرائع کے اسی خاص معنی سے تعلق رکھتی ہے۔

الباجیؒ کی تعریف میں "المسألة التي ظاهرها الإباحة" کی قید سے، ابن عربی کی تعریف میں "كل عقد جائز في الظاهر" کی قید سے، ابن رشدؒ کی تعریف میں " الأشياء التي ظاهرها الإباحة" کی قید سے، اور علامہ قرطبیؒ کی تعریف میں "أمرغيرممنوع لنفسه" کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وسیلہ فی نفسہ مباح اور جائز ہو۔اس لئے ضروری ہے کہ وہ مکلف کے ارادے کے تحت ہو، تاکہ وہ منع اور حظر سے متصف ہو اور جو وسیلہ ناجائز ہوگا تو وہ اس قید سے خارج ہو جائے گا کیوں کہ اس وقت یہ مکلف کے لئے ممکن ہی نہیں کہ اسے مسدود کرے۔ وسیلہ کے لیے اصل وضع میں جائز ہونا اس لئے بھی ضروری ہے جیسے کہ مذکورہ تعریفات کی مثالوں سے ظاہر ہے کیوں کہ یہ مکلف کی مصلحت کو متضمن ہے لہذا جو شے مبنی بر مفسدہ ہوگی وہ اس قید سے خارج ہو جائے گی کیوں کہ وہ ذریعہ نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس پر سد الذرائع کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ ذرائع کی تعریف کو خاص اور اصطلاحی معنی دینے کے لیے متوسل الیہ کا ممنوع اور (محظور) کی قید سے متصف ہونا ضروری ہے جیسے کہ اُبوالولید الباجی، ابن عربی، ابن رشد اور علامہ قرطبی کی ذکر کردہ تعریفات میں ممنوع اور (محظور) کی قید سے واضح ہے۔اس قید سے دراصل وہ ذریعہ بھی نکل جاتاہے جو جائز یا مطلوب کام کی طرف لے جاتاہے۔

## راجح تعریف کا تعین

اگر دونوں گروہوں کی تعریفات پر غور کیا جاے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کی نوعیت لفظی ہے، جو دراصل لغوی معنی سے پیدا ہو رہا ہے۔ ان دونوں تعریفات کے درمیان پائی جانے والی نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ جس مؤخر الذکر گروہ نے ذریعہ کو مطلق معنی میں لیا، تو اس نے معنی کی عمومیت کو برقرار رکھتے ہوئے، اسے فتح الذرائع اور سدالذرائع دونوں صورتوں پر محمول کیا۔ ان کی تعریف میں ذریعہ سے مراد مطلق وسیلہ ہے خواہ وہ مبنی بر مفسدہ ہو یا مبنی بر مصلحہ۔ جس گروہ نے اسے سد الذرائع سے موسوم کیا تو اس کے علماء نے اس کو خاص معنی میں استعمال کیا اور اس کی تعریف میں اس سے مراد وسیلہ ممنوعہ ہی لیا۔

اس طرف اشارہ کرتے ہوے ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ کہتے ہیں:

"والذرائع في مجال الأحكام الشريعة ذو حدين: سد الذرائع: ومعناه الحيلولة دون الوصول إلى المفسدة إذا كانت النتيجة فسادا؛لان الفساد ممنوع ؛ وفتح الذرائع:معناه الأخذبالذرائع إذا كانت النتيجة مصلحة ؛لان المصلحة مطلوبة"۔(۱)

احکام شرعیہ میں ذرائع کا اعتبار دو طرح سے ہوتا ہے: پہلی صورت کو سد الذرائع کہتے ہیں،اور اسکا معنی یہ ہے کہ مفسدہ میں پڑے بغیر، کسی ایسی چیز کی روک تھام کرنا جس کا نتیجہ فساد پر مبنی ہو؛ کیونکہ فساد کی ممانعت ہے؛ دوسری صورت کو فتح الذرائع کہتے ہیں،اور اسکا معنی یہ ہے کہ ایسے ذرائع کو بروئے کار لانا، جس کا نتیجہ مصلحت پر مبنی ہو؛ کیونکہ مصلحت مطلوب ہے۔

اگر دیکھا جائے تو دوسرے گروہ (مقدم الذکر) کی تعریف راجح ہے کیوں کہ یہ ذریعہ کے لغوی تعریف سے مناسبت رکھتی ہے جس کے مطابق سد اور ذرائع کا مفہوم بھی درست ہوتا ہے یعنی جب وسیلہ مفضی الی الحرام ہو گا تو سد الذرائع کی اصطلاح بھی درست ثابت ہو گی اور اگر بالفرض ذریعہ کو مطلق اور عام معنی پر محمول کیا جاے تو لفظ سد کے ساتھ ذریعہ کی اضافت نہ صرف لغو ہے بلکہ تحصیل حاصل بھی ہے۔ سد الذرائع کی مرکب اصطلاح دوسرے گروہ کے علماء کی تعریف سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ کیونکہ لفظ سد معنی عام سے مناسبت ہی نہیں رکھتا جیسا کہ پہلے گروہ کی تعریف میں ذریعہ عام معنی میں مستعمل ہے اور اس سے مراد جو کسی شے کی طرف وسیلہ ہو خواہ وہ شے مباح ہو یا محظور ہو۔ شرعاً بھی اگر دیکھا جائے تو کسی چیز کا جائز وسیلہ کھولا جاتا ہے نہ کہ اسے بند کیا جاتا ہے۔ اگر اس سے مراد امر مشروع کی طرف وسیلہ ہو تو یہ مفہوم پہلے ہی اس قاعدے" ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب"(جس عمل کے بغیر واجب ادا نہیں ہوتا وہ بھی واجب ہے) سے مستفاد ہے۔ دوسرے گروہ کی تعریف مقالے کے عنوان سے مناسبت رکھتی ہے۔ اس لئے اس تحقیق میں اس تعریف کا اطلاق ہو گا۔

سید عبد الکریم زیدانؒ اس کا لب لباب یوں بیان کرتے ہیں:

"الذرائع :هی الوسائل؛والذريعة :هي الوسيلة والطريق الى الشئ ،سواء أكان هذا الشی مفسدة أو مصلحة قولا أو فعلا و لكن غلب إطلاق اسم (الذرائع) على الوسائل الفضية إلى الفاسد ،فاذا قيل:هذا من باب سد الذرائع فمعنى ذالک :انه من باب منع الوسائل المؤدية الى المفاسد"۔(۲)

---

۱) اصول الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، دار الفکر، ص ۸۷۳۔

۲) الوجیز فی اصول الفقہ ،سید عبد الکریم زیدان، مؤسسۃ قرطبہ ص ۲۴۵ ۔ إصول الفقہ الذی لا یسع الفقیہ جہلہ ،عیاض بن نامی السلمی، دار التدمریہ ۲۰۰۵م، ریاض ص ۲۱۱۔

ذرائع "سے مراد وسائل ہیں،اور ذریعہ : سے مراد وہ وسیلہ اور راستہ ہے جو کسی چیز تک رسائی کا موجب ہو، خواہ وہ چیز مبنی بر مفسدہ ہو یا مبنی بر مصلحہ، قولا ہو یا فعلا، لیکن اصطلاح فقہ میں ذرائع سے مراد وہ وسائل ہیں جو فساد تک لے جاتے ہیں، جب یہ قول کیا جائے کہ یہ امر سد الذرائع کے باب سے ہے تو اسکا معنی یہ ہے کہ :اس شے کا تعلق ان وسائل واسباب کو منع کرنے سے ہے جو فساد تک لے جاتے ہیں۔

اسی تعریف کو علی حسب اللہؒ[1] آسان اور سادہ الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

"والمقصود بسد الذرائع منع ما يجوز من ذلك اذا كان موصلا الي مالا يجوز "[2]

سد ذرائع سے مراد یہ ہے کہ کسی ایسے کام سے منع کرنا جو بذات خود جائز ہو لیکن اس کی ادائیگی سے کسی ناجائز کام کا ارتکاب لازم آتا ہو۔

جیسے اللہ تعالی نے مومنین کو مشرکین کے باطل معبودوں کو سب وشتم سے منع کیا ہے، کیونکہ یہ اللہ کی شان میں دشنام طرازی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اگرچہ یہ مشرکین کے باطل معبودوں کے حق میں مباح ہے لیکن اس سے مصلحتا منع ہے، کیونکہ اس کے مقابلے میں زیادہ مفسدہ مشرکین کا اللہ کی شان میں سب وشتم کا ہے جس سے بطور سد الذرائع روکا کیا گیا ہے۔ یہ جائز سے منع کی دلیل ہے جب اس سے حرام کا خدشہ ہو۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم کو لفظ ''راعنا'' کہنے سے روکا گیا تھا کیونکہ یہود کی زبان میں یہ لفظ بد دعا کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "راعنا" کہتے تھے لیکن اس سے مراد بد دعا لیتے تھے۔اس لئے اللہ تعالی نے مومنین کو اس لفظ سے منع فرمایا اور بطور سد الذرائع اس احتمال فاسد کا یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ لہذا جو چیز جائز ہو لیکن فساد کا احتمال رکھتی ہو جیسے کہ لفظ ''راعنا'' یہ فی نفسہ جائز لفظ تھا لیکن ذو معنی تھا اور فساد کے معنی کو بھی متضمن تھا۔اس لئے بطور سد الذرائع اس سے منع کیا گیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح وجائز کام سے کسی بڑی برائی اور خرابی کا راستہ نکلتا ہو تو اس بڑی برائی اور خرابی کے سد باب کے لیے اس صحیح وجائز کام کو بھی ترک کر دیا جائے گا۔اسی اصول کا نام اصول فقہ میں سد الذرائع ہے۔

---

۱) شیخ علی حسب اللہ، مصر کے اسماعیلیہ شہر میں ۱۸۹۵ میں پیدا ہوئے، قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد، جامعہ الازہر سے تعلیم حاصل کی، فقہ اصول فقہ اور قانون پر دسترس حاصل کرنے کے بعد، مختلف سرکاری اداروں اور دار العلوم میں بطور مدرس خدمات سرانجام دیتے رہے، قاہرہ کویت اور الخرطوم یونیورسٹی میں اسلامی قانون کے پروفیسر رہے، ڈاکٹر علی احمد السالوس اور ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کا شمار ان کے مشہور تلامذہ میں ہوتا ہے،آپ نے قانون اور فقہ کے اصولوں پر نہایت عمدہ اور نئے اِسلوب میں کتابیں لکھی ، چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں: "اِصول التشریع الِاسلامی"، "الزواج فی الشریعۃ الِاسلامیۃ"، "الفرقۃ بین الزوجین" آپ نے ۱۹۷۸ء کو وفات پائی۔ (اِصول الفقہ تاریخہ ورجالہ، ڈاکٹر شعبان محمد إسماعیل، دار السلام، ۲۰۱۰، ص ۷۱۴)

۲) اصول التشریع الِاسلامی، علی حسب اللہ، دار المعارف، مصر ص ۳۵۷۔

## ذرائع کی اقسام

امام قرافیؒ ذرائع کی تقسیم کے تحت لکھتے ہیں:

"بل الذرائع ثلاثة أقسام : قسم أجمعت الامة على سده و منعه و حسمه كحفر الآبار في طرق المسلمين، فانه وسيلة إلى إهلاكهم فيها وكذلك إلقاءالسم في أطعمتهم وسب الأصنام عند من يعلم من حاله انه يسب الله تعالى عند سبها "(۱)

"بلکہ ذرائع کی تین قسمیں ہیں،ایک قسم وہ ہے جس کے انسداد، ممانعت اور روکنے پر امت کا اجماع ہے جیسے عام گزرگاہوں پر کنواں کھودنا، جو کہ لوگوں کی جان کو تلف کرنے کا ذریعہ ہے،اس طرح لوگوں کے کھانے میں زہر ملادینا،اور معبودانِ باطلہ کے حق میں سب وشتم کرنا، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کے جواب میں اللہ کی شان میں سب وشتم کریں گے"۔

دوسری قسم:

"قسم أجمعت الامة على عدم منعه وانه ذريعة لا تسد، وسيلة لا تحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر فانه لم يقل به احد كالمجاورة في البيوت خشية الزنى"-(۲)

وہ ذرائع ہیں جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ممنوع نہیں اور نہ ہی ان کو بند کیا جائے گا، جیسے انگور کی کاشت پر محض اس لیے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی ہیں کہ اس سے شراب سازی کے لیے خام مواد فراہم ہوگا جبکہ اس کا کوئی قائل ہی نہیں، اسی طرح کسی کو گھروں میں پڑوسی بنانا، محض اس لیے ممنوع نہیں ہوگا کہ اس سے بدکاری کا اندیشہ ہے۔

تیسری قسم:

" وقسم اختلف فيه العلماء هل يسد أم لا؟ كبيوع الآجال عندنا كمن باع سلعة بعشرة دراهم إلى شهر ثم اشتراها بخمسة قبل الشهر فمالك يقول: إنه أخرج من يده خمسة الآن وأخذ عشرة آخر الشهر فهذه وسيلة لسلف خمسة بعشرة إلى أجل توسلا بإظهار صورة البيع لذلك والشافعي يقول ينظر إلى صورة البيع ويحمل الأمر على ظاهره فيجوز ذلك "(۳)

---

۱) الفروق، شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی، مؤسسۃ الرسالہ ۶۲/۲۔

۲) ایضا

۳) ایضا، ۲۶۶/۳۔

ذرائع کی تیسری قسم وہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے جیسے کہ ہمارے نزدیک بیوع الآجال۔ مثلاً کسی شخص نے ایک چیز دس درہم میں مہینہ کے لیے بیچی، پھر مہینہ سے پہلے پانچ میں خرید لی، تو امام مالک کہتا ہے: اس نے اپنے ہاتھ سے ابھی پانچ نکالے اور مہینے کے آخر میں دس لے لیے۔ تو یہ ایک مدت کے لیے دس کے بدلے پانچ، فروخت کی صورت دکھا کر توسل طلب کرنے کا طریقہ ہے، اور امام شافعی کہتے ہیں کہ فروخت کی صورت کو دیکھا جائے گا اور معاملے کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا تو یہ جائز ہے۔

اس مذکورہ تقسیم میں امام قرافی نے ذرائع کے تین انواع پر انحصار کیا ہے:

پہلی قسم: ایسا مفسدہ جو قطعی طور پر مفسدہ تک لے جانے والا ہو اور اس کے انسداد، پر امت کا اجماع ہے۔

دوسری قسم: ایسا مفسدہ جو شاذ و نادر ہی مفسدہ تک پہنچنے کا باعث ہو، اس قسم پر اتفاق ہے کہ اس میں سد ذرائع کو استعمال میں نہیں لایا جائے گا۔ تیسری قسم: وہ ہے جو زیادہ تر مفاسد تک لے جاتی ہو لیکن عموماً ایسا نہ ہوتا ہو، امام قرافی کے نزدیک یہی وہ قسم ہے جس میں فقہاء کا اختلاف ہے، واضح رہے کہ یہ اختلاف صرف ان مسائل میں پایا جاتا ہے جو اجتہادی ہیں مثلاً مالکی علماء نے بیوع وغیرہ میں کتاب الآجال وغیرہ پر مسائل کی بنیاد رکھی ہے۔ اگر بیوع میں ایسی شے ہو جو ممنوع میں پڑنے تک پہنچاتی ہو تو امام مالک نے بطور سد ذرائع اس بیع سے منع کیا ہے اگرچہ ظاہراً وہ جائز ہو، اور شوافع نے اس میں امام مالک سے اختلاف کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ: یہ مستقل عقود ہیں اور احکام کا دار و مدار اور ان اشیاء کی اصل ظواہر پر ہے نہ کہ ظنون (گمان) پر ہے۔ اس لیے مالکی علماء نے اس سامان کو زیادہ دراہم کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے اور یہ عین ربا ہے۔ اسی طرح جس سے منع کرنے یا منع نہ کرنے کے بارے میں علماءِ کرام کا اختلاف ہے اس کی ایک اور مثال: عورت کی طرف دیکھنا اور اس سے بات کرنا ہے؛ کیونکہ یہ زنا کا سبب بنتا ہے۔

امام شاطبی ؒ نے ذرائع کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے:

قسم اول:

"فعل مأذون فيه يؤدي إلى المفسدة قطعا، كحفر البئر خلف باب الدار في طريق مظلم، بحيث يقع الداخل فيه لا محالة وشبه ذلك "-(۱)

وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کا پیدا ہونا یقینی ہو جیسے کسی کے دروازے یا گزرگاہ پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھود دینا کہ گھر سے باہر نکلنے والے کا اس میں گر جانا یقینی ہو۔

---

۱) الموافقات، إبراهيم بن موسى بن محمد الشاطبي الغرناطي إبوإسحاق، دار ابن عفان، ۲/۳۴۸۔

قسم دوم:

"فعل مأذون فيه يكون أداؤه إلى المفسدة والإضرار نادرا، كحفر البئر بموضع لا يؤدي غالبا إلى وقوع أحد فيه"۔(۱)

وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کا پیدا ہونا اتفاقی اور نادر ہو مثلا کسی ایسی جگہ کنواں کھودنا جو عام گزر گاہ نہیں لیکن کبھی اتفاقاً کوئی ناواقف شخص اندھیرے میں گزرتے ہوئے اس میں گر سکتا ہے۔

قسم سوم:

"فعل مأذون فيه، لما فيه من مصلحة، ولكنه يؤدي إلى المفسدة غالبا، كبيع السلاح في وقت الفتن أو من أحل الحرب، وبع العنب للخمار، وما يغش به من شأنه الغش"۔(۲)

وہ ذرائع جو مبنی بر مصلحت ہونے کے ساتھ غالب طور پر موجب فساد ہوتے ہیں یعنی جن کے موجب فساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو، جیسے جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار کی فروخت، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا یا کسی شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کی بیع، کہ غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب تیار کرے گا

قسم چہارم:

"فعل مأذون فيه، لما فيه من مصلحة لكنه يؤدي إلى المفسدة كثيرا لا غالبا، حيث أن هذه الكثرة لا تبلغ مبلغا يحمل العقل عن ظن المفسدة فيه دائما، وذلك كمسائل بيوع الآجال"۔(۳)

وہ ذرائع جو مبنی بر مصلحت ہونے کے ساتھ اکثر موجب فساد ہوتے ہیں، لیکن غالب میں ایسا نہیں ہوتا، اس طرح کہ ان کی یہ کثرت اس مقدار تک نہیں پہنچتی جس سے ذہن یہ سوچے کہ اس میں مفسدہ ہمیشہ ہے جیسے بیوع الآجال۔(۴)

ذرائع کی اقسام اور درجات کی مذکورہ دوسری تقسیم وہ ہے جسے امام شاطبی نے بیان کیا ہے، شاطبی نے اس کی دیگر انواع و درجات بھی ذکر کئے لیکن ان کا خلاصہ ان چار میں منحصر ہے:

(۱) جو قطعی طور مفسدہ تک پہنچادے۔

(۲) ایسا ذریعہ جو شاذ و نادر ہی مفسدہ کا سبب ہو۔

---

۱) الموافقات ۳۴۸/۲۔

۲) ایضا، ۳۴۸/۲۔

۳) ایضا، ۳۴۸/۲۔

۴) ایضا

(۳)ایسا ذریعہ جو زیادہ تر مفسدہ تک پہنچا دے۔

(٤)ایسا مفسدہ جو کبھی کبھی مفسدہ تک پہنچا دینے والا ہو یعنی نہ غالب ہو نہ نادر۔

**دونوں تقسیمات میں موازنہ:**

امام قرافی اور شاطبی کے اقسام کے درمیان اگر موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرافی نے ذرائع میں ایسی باتوں کو بھی شامل کر دیا ہے جو اصلاً مقاصد میں داخل ہیں، دوسرا فرق یہ ہے کہ قرافی نے فاعل کے قصد وارادہ کو زیادہ اہمیت دی ہے جبکہ شاطبی نے فعل کے نتائج اور آثار کو ملحوظ رکھا ہے۔

فصلِ سوم

# سد الذرائع کی اہمیت اور حجیت

## انسداد جرائم میں سد الذرائع کی اہمیت

اللہ تعالی نے زمین پر انسانی ہدایت کے لئے انبیاء اور رسولوں کو مبعوث کیا اور ان پر صحیفے اور آسمانی کتابیں نازل کیں تاکہ معاشرتی اصلاح کے لئے ایک ایسے منظم و مربوط معاشرے کا قیام عمل میں آئے، جس میں ہر شخص کے حقوق و واجبات کا تعین ہو اور خلاف ورزی نہ صرف جرم قرار پائے بلکہ سزا کے استحقاق کا باعث بھی بنے کیونکہ جرم معاشرے کے اجتماعی حقوق کو سلب کرتا ہے اور پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔ اس لیے اسلامی معاشرہ اپنے ہر فرد کے عقیدہ، اس کی عزت، اس کی جان، اس کی عقل اور اس کے مال کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اور اس کے حقوق پر کسی قسم کی دست درازی کو جنایات کے باب میں سنگین جرم قرار دیتا ہے، اور اس کے انسداد کے لئے بطور سد ذرائع ایسے اصول و ضوابط کا تعین کرتا ہے جو جرم و فساد کے ذرائع و سائل ختم کرنے کے لیے مدد و معاون ہو۔

سد ذرائع کا اصول وہ واحد اصول ہے جو کسی بھی جرم و گناہ کو پنپنے سے پہلے ہی اس کا جڑ سے خاتمہ کرتا ہے اور ایسے تمام عوامل، اسباب، وسائل، رجحانات، میلانات، ترغیبات اور محرکات جو کسی بھی طرح سے جرم کو توانا بناتے ہیں اور اس کے سہولت کار بنتے ہیں ان کے امکانات کا قلع قمع کرتا ہے۔ جیسے مکان کی چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی ایک ذریعہ ہے۔ اگر مکان سے سیڑھی کا سرے سے خاتمہ کیا جائے تو مکین کے لئے چھت پر جانا یقینا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی حال جنایات میں سد ذرائع کا ہے۔ اس اصول کا مخاطب جرم نہیں ہوتا بلکہ جرم کے پس منظر میں وہ مخصوص نفسیات ہے جہاں جرم کے بیج اگتے ہیں۔ جرم و جنایت کو مشتبہات منہیات محظورات سئیات محرمات اور مفسدات کی چراگاہ میں داخل ہونے سے پہلے سد ذرائع کے چیک پوسٹ سے ضرور سابقہ پڑتا ہے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے جیسے ابن قیمؒ سد ذرائع کے متعلق لکھتے ہیں:

"وباب سد الذرائع أحد أرباع التكليف ، فإنه أمر ونهي ، والأمر نوعان : أحدهما : مقصود لنفسه ، والثاني : وسيلة إلى المقصود ، والنهي نوعان : أحدهما : ما يكون المنهي عنه مفسدة في نفسه ، والثاني : ما يكون وسيلة إلى المفسدة "(۱)۔

شرائع میں باب سد ذرائع ایک چوتھائی پر مبنی ہے، اس لیے کہ شریعت کے احکام: امر اور نہی پر مشتمل ہیں، پھر امر کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو بذات خود مقصود ہو، دوسری قسم وہ ہے جو مقصود کا وسیلہ ہو، نہی کی بھی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے، جس میں منہی عنہ بذات خود مفسدہ ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو مفسدہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔

امام شاطبیؒ احکام شرعیہ کی حکمت کے متعلق لکھتے ہیں:

"إن الأحكام الشرعية إنما شرعت لجلب المصالح أو دَرْء المفاسد وهي مسبباتها قطعاً"۔(۲)

احکام شرعیہ مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور یقیناً اس کے پیش نظر انہی مقاصد کا حصول رہا ہے۔

اسی بناء پر شریعت نے ہر خیر اور مصلحت پر نہ صرف توجہ دی بلکہ اس کی طرف رہنمائی کی ہے اور ہر فساد سے منع کیا اور اس کے تمام ذرائع کو مسدود کیا۔ اگر ان طرق اور وسائل کو بطور سد ذرائع مسدود نہ کیا جاتا، تو اس کی وجہ سے نہ صرف فساد پیدا ہوتا بلکہ مقاصد شرعیہ کا تعطل لازم بھی لازم آتا ہے اور جنایات کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

جیسے ڈاکٹر محمود نجیب حسنی لکھتے ہیں:

إن الشريعة الإسلامية لم تحظر على الناس أنواعًا من السلوك للتضييق عليهم، أو الاستبداد بهم والتسلط عليهم؛ وإنما حظرت بعض الأفعال ابتغاء حماية مصالح اجتماعية تتأذى بهذه الأفعال.... فردوها إلى مصالح خمس -(۳)

---

۱) إعلام الموقعين عن رب العالمين، محمد بن ابو بکر بن ایوب ابن قیم الجوزی، دار ابن الجوزی، ۶۶/۵۔

۲) الموافقات، شاطبی، ۱۹۵/۱۔

۳) الفقه الجنائي الإسلامي، محمود نجیب حسنی، ص ۳۔

شریعہ اسلامیہ لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے نہیں آئی تاکہ انہیں ظلم و تسلط کا نشانہ بنایا جائے بلکہ شریعہ تو ایسے بعض کاموں سے اس لیے روکتی ہے تاکہ ان کے مضر اثرات سے معاشرے کے اجتماعی مصالح کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔اور (معاشرے کے) یہ مصالح خمسہ ہی ہیں۔

امام غزالیؒ شریعت کے مصالح خمسہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن مقصود الشرع من الخلق خمسة: أن يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم و نسلهم ومالهم فكل ما يتضمن حفظ هذه الاصول الخمسة فهو مصلحةو كل مايفوت هذه الاصول فهو مفسدة ودفها مصلحة (۱)

مخلوقات کے سلسلے میں شریعت کے پانچ مقاصد ہیں یعنی انسان کے دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت، پس ان پانچ بنیادی مقاصد کی حفاظت جس چیز سے ہو وہ مصلحت ہے اور جس سے اس کو نقصان پہنچے، وہ مفسدہ ہے اور اس کا ازالہ مصلحت ہے۔

عبداللہ بن الأزرقؒ (۲) اس حوالہ سے لکھتے ہیں::

"لأن مصالح الدين والدنيا مبنية على المحافظة عليها، بحيث لو انخرمت لم يبق للدنيا وجود من حيث الانسان المكلف، ولا للآخرة من حيث ما وعد بها.. فلو عدم الدين عدم ترتب الجزاء المرتجى. ولو عدم الإنسان لعدم من يتدين.ولو عدم العقل لارتفع التدبير. ولو عدم النسل لم يمكن البقاء عادة. ولو عدم المال لم يبق عيش"(۳)۔

---

۱) المستصفی، امام غزالی، دار الکتب العلمیہ ۱/۱۷۴۔

۲) آپ کا پورا نام محمد بن علی بن محمد الاصبحی الغرناطی تھا، اور ابن الازراق کے نام سے مشہور تھے۔آپ ابن خلدون کی وفات کے بیس سال بعد، ۱۴۲۸ کو "مالقہ" نامی قصبے میں پیدا ہوئے، اور فلسطین میں بروز سوموار کو (۱۴۹۱ء) وفات پائی، ایک علمی گھرانے سے تعلق کے باعث آپ کے اخلاقی پہلو اور طرز عمل پر خصوصی توجہ دی گئی۔اندلس کے رواج کے مطابق قرآن مجید حفظ کیا اور مروجہ علوم میں اکابر علماء سے شرف تلمذ طے کیا، جن میں سب سے نمایاں قاضی ابو اسحاق ابراہیم بن احمد البدوی، اور ابو عمرو محمد بن محمد ابن منظور ہیں، جن سے آپ نے عربی، فقہی اصول اور ریاضی میں استفادہ کیا۔ تعلیمی میدان میں سائنس ادب، شاعری، مذہب، فقہ و قانون تمام اُصناف میں طبع آزمائی کی۔اہم سرکاری عہدوں پر فائز رہے، جیسے عدلیہ، سفارت، تدریس اور افتاء۔آپ کی تصانیف میں شامل ہیں: روضة الاعلام، شفاء الغليل اور "بدائع السلك في طبائع الملك" ۔مؤخر الذکر کتاب جو عقلی و شرعی پالیسی، انسانی معاشرے کا مرکزی خیال اور اخلاقیات کے عملی طریقوں پر مشتمل ہے آپ کہ وجہ شہرت بنی۔
(بدائع السلک فی طبائع الملک، أبو عبد اللہ ابن الأزرق، ۱/۹-۲۰۔)

۳) بدائع السلک فی طبائع الملک، أبو عبد اللہ ابن الأزرق، تحقیق: سامی النشار، (دار السلام قاہرہ)، ۱/۱۷۴۔

کیونکہ دین اور دنیا کے مصالح کا قیام ضروریات خمسہ کے تحفظ پر مبنی ہیں، اس لئے اگر ان سے کوئی چیز معدوم ہوئی ،تو انسان کے لئے بحیثیت مکلف دنیا کا کوئی وجود باقی نہیں رہے گا، اور نہ ہی اس آخرت کا، جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس اگر دین کا وجود باقی نہیں رہے گا، تو مطلوبہ جزا بھی معدوم ہو جائے گی اور اگر انسان کا وجود معدوم ہو جائے گا، تو دین کا قیام ختم ہو جائے گا، اور اگر انسانی عقل مختل ہو جاتی ہے، تو تدبیر و تفکیر کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور اگر نسل انسانی کا وجود معدوم ہو جائے، تو بقائے انسانی محال ہو جائے اور اگر مال کا تعطل پیدا ہو جائے، تو انسانی حیات کا جمود لازم آئے۔

سد الذرائع کا اصول جہاں ایک طرف مقاصد شرعیہ کی حفاظت کرتا ہے تو دوسری طرف یہ مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ پر زور دیتا ہے۔ سد الذرائع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اصول سدِ ذرائع جنایات میں ایسے تمام وسائل کی راہوں کو مسدود کرتا ہے، جو مقاصد شریعت کے ترک کا باعث بنتے ہیں یا جو جرائم کے لئے راہ ہموار کرنے کا سبب بنتے ہیں خواہ وہ جنایت بر دین ہو جنایت بر جان ہو، جنایت بر عقل ہو جنایت بر نسل ہو، یا جنایت بر مال ہو۔ جنایات میں اس اصول کا اولین مقصد ہی جرائم کے وقوع سے قبل ان کی روک تھام ہے۔ **مثلاً حفظ دین** کے حوالے سے سد ذرائع کا اصول ایسے قوانین اور ضابطے متعارف کرواتا ہے، جن سے نہ صرف باطل نظریات کا رد ہوتا ہے بلکہ مذہبی جرائم اور جنایت بر دین کی تمام راہیں بھی مسدود ہو جاتی ہیں جیسے اللہ تعالی نے مؤمنوں کو مشرکین کے معبودان باطلہ کے سب و شتم سے منع فرمایا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غصے میں آکر جواباً اللہ کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ اسی طرح جب شرک کو ظلمِ عظیم کہا گیا، تو ان تمام ذرائع کو بھی حرام قرار دیا جو شرک تک لے جانے والے تھے، جیسے تصویر کشی، اور طلوع و غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا، تاکہ پرستش آفتاب کا شبہ نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالی نے مومنین کو لفظ "راعنا" کے استعمال سے منع کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لفظ سے مخاطب نہ کیا کرو کیونکہ یہ لفظ ذو معنی ہے اگرچہ کوئی اس معنی سے سب و شتم کی قصد نہ بھی رکھتا ہو، تاکہ فساد کے ایسے ذرائع بھی مسدود ہو، جس میں تنقیص شان رسالت کا احتمال ہو۔ اگر عصری تناظر میں دیکھا جاے تو مذہبی مقدسات کی بے حرمتی، شعائر اللہ کی توہین، انبیاء کے خاکے اور کارٹون بنانا بھی بطور سد الذرائع حرام و ممنوع ہے کیونکہ یہ سب وہ ذرائع ہیں جو نہ صرف جنایت بر دین ہے بلکہ اس سے مذہبی جرائم کی راہ ہموار ہوتی ہیں اور حفظ دین کی مصلحت پائمال ہوتی ہے۔ لہذا ایسے تمام وسائل واسباب سے بطور سد الذرائع روکا جائے گا جو فساد فی الارض کا باعث بنتے ہیں۔

جنایت بر جان کے حوالے سے سد ذرائع کا اصول ایسے ذرائع کو مسدود کرتا ہے جو انسانی جان کو خطرے سے دوچار کردے۔ جیسے مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنے کی ممانعت ہے خواہ مذاق سے ہو یا سنجیدگی سے، نیز بے نیام تلوار کو ہاتھ میں لینے سے روکا گیا ہے تاکہ کسی کو ضرر نہ پہنچے اور یہ سب بطو سد ذرائع منع ہیں۔اسی طرح **حفظ جان** کی خاطر اسلامی حدود میں صرف ایک شخص کے بدلے پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا تاکہ عدم قصاص خون ریزی کا ذریعہ ثابت نہ ہو اور اجتماعی تعدی کا رجحان مسدود ہو اور یہ حکم سد الذرائع کے طور پر ہے۔دیت، قصاص اور زخموں وغیرہ کے احکام اس لیے دیے گئے ہیں تاکہ بدنی جرائم کے ذرائع ختم ہو اور انسانی ''نفس'' کی حفاظت یقینی ہو جائے۔اسی طرح اشیاے خورد ونوش میں کسی ایسی شے کی آمیزش کرنا جس سے انسانی جان کو غالب گمان میں ضرر پہنچے تو ایسے اعمال کی سد ذرائع حوصلہ شکنی کرتا ہے۔متعدی امراض میں مبتلا لوگوں اور جانوروں سے احتیاط کرنے کا حکم بطور سد الذرائع دیا گیا تاکہ بیماری آگے مزید نہ پھیلے۔ جیسے مجذوم سے بھاگنے اور بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لانے کا حکم ہے، یہ اسباب سے اجتناب کے باب سے ہے تاکہ متعدی امراض میں حفظِ نفس کی مصلحت کو یقینی بنایا جائے۔اگر عصری تناظر میں دیکھا جائے تو عالمی وباء کرونا میں قرنطینہ، سینٹائزر، ماسک کا استعمال اور سماجی فاصلہ کی احتیاطی تدابیر بھی بطور سد ذرائع ہے اور اس کی خلاف ورزی نہ صرف طبّی جرائم کی راہ ہموار کرتی ہے بلکہ جنایت بر جان کا سبب بھی بنتی ہے۔اسی طرح ٹریفک سے متعلقہ تمام رولز ضابطے اور قوانین جو بظاہر غیر منصوص علیہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کے پیچھے بھی درحقیقت سد ذرائع کا اصول کارفرماں ہے جو جرائم کے ایسے عوامل کو وقوع پزیر ہونے سے روکتا ہے جو انسانی جان کو تلف کرتے ہیں یا اس کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

سد ذرائع **حفظ عقل** کے سلسلے میں ان تمام سرگرمیوں کا سد باب کرتی ہے جو انسانی عقل کو ناکارہ کرے یا اس کی صلاحیتوں کو منجمد کرے ۔جب رسول اللہ ﷺ نے شراب پینا حرام قرار دیا، تو اس دور میں شراب کے ساتھ شراب والے برتن بھی ممنوع کردئے گئے تھے۔اس میں حکمت یہ تھی کہ یہ دور شراب کی حرمت کا تازہ دور تھا، تاکہ کہیں شراب کی طرف ذہن دوبارہ نہ چلا جائے، اور یہ برتن اس کی یاد دہانی کا ذریعہ نہ بن جائے کیونکہ کسی چیز کے دواعی اس کی طرف میلان اور رجحان کا باعث بن سکتے ہیں تو بطور سد ذرائع اس امکان کا دروازہ بھی بند کردیا گیا۔اسی بناء پر شراب کا ایک قطرہ بھی حرمت کا حکم رکھتا ہے اور اس سے روکا گیا تاکہ گھونٹ گھونٹ پینا شراب کا ذریعہ نہ بن جائے کیونکہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو سد الذرائع کی وجہ سے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہوگی جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ حرام کا وسیلہ بھی حرام ہے ۔اسی طرح ان ذرائع کو حرام کیا گیا جو شراب کے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ

یہ سب اس کے ذرائع اور اسباب ہیں۔اس میں ایک دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک عقل کی بڑی اہمیت ہے۔یہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں غور وفکر کا نہ صرف ایک وسیلہ ہے بلکہ اسے ہی احکام شریعہ کا مکلف بنایا گیا ہے۔انسان اس کے ذریعے عبرت پکڑتا ہے اور خیر وشر میں تمیز کرتا ہے۔اگر یہ مختل ہو جائے تو کاروبار حیات بند ہو جائے۔اس لئے سد ذرائع کے طور پر اس کے متعلقہ ایسے تمام ذرائع بھی ممنوع قرار پائیں گے جو عقل انسانی کو نقصان پہنچائے جیسے آج کے دور میں انرجی ڈرنکس الکوحولک ڈرنکس فنزی ڈرنکس سافٹ ڈرنکس۔طبّی تحقیق کے مطابق یہ مشروبات نہ صرف صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ شوگر کا باعث بھی بنتے ہیں۔ان کا روزانہ استعمال کینسر سمیت کئی بیماریوں کی وجہ بن سکتا ہے۔سد ذرائع کا اصول لہو ولعب کے ایسے جدید ذرائع کی بھی ممانعت کرتا ہے جو انسانی عقل کو نہ صرف حیوانی بنادے بلکہ جو اس کے اندر مجرمانہ کردار کو فروغ دے جیسے pronography غیر اخلاقی فلمیں اور مجرمانہ کرداروں پر مشتمل آن لائن گیمز۔یہ مذکورہ سرگرمیاں جن پر دور جدید میں entertainment کا خوشنما لیبل لگایا جاتا ہے حقیقت میں یہ اخلاقی جرائم کے لئے موثر اسباب ہیں۔سد ذرائع ایسے تمام عوامل کا خاتمہ کرتی ہے اور اسے "إثمهما أكبر من نفعهما" کا مصداق گردانتی ہیں کیونکہ یہ ذرائع عقل انسانی کو مختل کرتے ہیں۔

**حفظ نسل** کے سلسلے میں سد ذرائع کا اصول سب سے پہلے معاشرتی جرائم کو فروغ دینے والے عناصر اور دواعی کا خاتمہ کرتا ہے جیسے ناجائز تعلق، اجنبی عورت کے ساتھ سفر وخلوت، مرد وزن کا اختلاط، بے حیائی وفحاشی وغیرہ۔ لہذا جب زنا کو حرام کیا گیا تو اس کے قریبی اسباب ومقدمات بھی ممنوع قرار دیئے گئے۔ اسلام نے جہاں ایک طرف نسب اور عزت کی حفاظت کے لیے نکاح کو مشروع کیا تو دوسری طرف زنا اور تہمت کے جرائم کے ارتکاب میں بطور سد ذرائع حدود جاری کیے تاکہ ایسے جرائم کا انسداد ہو جو عزت کو خاک آلود کرے۔اسی وجہ سے وہ میلانات جو حفظ آبرو کی مصلحت کو آلودہ کرتے ہیں اور اس میں مخل ہوتے ہیں اس کو بھی زناء کے مترادف قرار دیا جیسے اجنبی عورت کو بری نظر سے دیکھنے کو آنکھوں کا زنا، غلط ارادے سے ان کی بات سننے، کو کانوں کا زنا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا زنا اور اس کے پاس جانے کو پیروں کا زنا کہا گیا۔سد ذرائع حفظ آبرو کی مصلحت کے پیش نظر بے پردگی، بے حیائی، ترکِ حجاب، نمائشِ لباس وبدن اور ناجائز زیب وزینت کی ممانعت کرتا ہے تاکہ اخلاقی جرائم کی راہیں مسدود کی جاسکے۔اسی طرح غیر محرم عورت کے ساتھ سفر، خضوع بالقول (شیریں کلامی) اور اختلاط سے منع کرتا ہے کیونکہ ان سب کا تعلق ذرائع کے باب سے ہیں۔ سد ذرائع کا اصول بلااجازت کسی گھر میں داخل ہونے کو حرام اعمال کے ارتکاب کا ذریعہ گردانتا ہے اور اس کی ممانعت کرتا ہے تاکہ گھریلو زندگی کو تحفظ میسر آئے۔وضعی قانون اسے مداخلت بے جا مجرمانہ سے موسوم کرتا ہے۔

**حفظ مال** کی مصلحت کے پیشِ نظر شریعت میں ایسے تمام ذرائع اور طریقے مشروع کیے گیے جو حلال مال کی افزائش کا باعث ہو اور ایسے تمام طریقے ممنوع کیے گیے جو حرام دولت کے حصول کا باعث بنے۔ حفظ مال کے سلسلے میں اسلامی قانون میں سد ذرائع کا اصول نہ صرف ایسے معاشی جرائم کے اسباب و محرکات کا خاتمہ کرتا ہے بلکہ یہ اصول ارتکاز دولت کے ان تمام وسائل کی جڑیں کاٹتا ہے جس سے معاشی عدم مساوات پیدا ہو۔

جب اللہ نے تجارت کو حلال کیا تو اس ضمن میں وہ تمام وسائل بھی جائز کیے گیے جو اس میں معاونت فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح جب سود کو حرام کیا گیا تو اس کے ساتھ وہ تمام ذرائع بھی حرام کیے گیے جو اس میں ممد و معاون ہوں۔ پہلی صورت میں دولت کا حصول مصلحت ہے۔ اس میں دولت کی گردش ہے جو کہ شرعا مطلوب ہے جبکہ دوسری صورت میں مفسدہ ہے کیونکہ اس میں ارتکاز دولت ہے جو کہ ممنوع ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا نظامِ معیشت معاشرے سے معاشی ناہمواریوں کو ختم کرنے اور امیر و غریب کے درمیان فرق و تفاوت کو کم سے کم کرنے پر زور دیتا ہے تاکہ معاشرہ معاشی طور پر، پر امن رہے۔ اس لیے اسلامی قانون ہر وہ دروازہ بند کرتا ہے جس کی وجہ سے ارتکازِ دولت کا خدشہ ہو اور ہر وہ راستہ کھولنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جس سے گردشِ دولت کا رُخ نادار طبقہ کی طرف ہو۔

اسلام میں جہاں ایک طرف مالی معاملات کے بارے میں بطور ترغیب نویدیں ہیں تو دوسری طرف بطور ترہیب نہ صرف وعیدیں وارد ہیں بلکہ مالی جرائم اور بدعنوانیوں میں ملوث افراد کے لئے بطور سد ذرائع شرعی سزائیں بھی مقرر ہیں تاکہ حفظ مال کی مصلحت کو یقینی بنایا جائے اور معاشی جرائم کا سدباب کیا جاسکے۔ جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جائیں، راہزن اور ڈاکو کو سولی لٹکایا جائے یا قتل کیا جائے، یا ہاتھ پاؤں کاٹا جائے یا جلاوطن کیا جائے۔

حفظ مال کے سلسلے میں اسلام نے معیشت کے ناجائز ذرائع کے استعمال سے روکا تاکہ اس سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے جیسے غذائی اجناس کی مصنوعی قلت پیدا کر کے، مارکیٹ کے رسد و طلب میں عدم توازن پیدا کرنا تاکہ غلہ مہنگا ہو کر اس کی منہ مانگی قیمت وصول کرلی جائے۔ اس صورت میں صاحب ثروت اور متمول طبقہ تو متاثر نہیں ہوتا لیکن نادار طبقہ نقصان اٹھاتا ہے۔ اسلام بطور سد ذرائع احتکار (ذخیرہ اندوزی) کے اس قبیح اور ملعون عمل سے تاجروں کو روکتا ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں ایک طرف معاشی بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف لوگوں کی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح "تلقی الجلب" بیع کی وہ صورت ہے یا معیشت کا وہ ذریعہ ہے جس میں نقصان کا پہلو غالب ہے کیونکہ اس بیع میں شہر کی صحیح قیمت سے آگاہی نہیں ہوتی، لہذا اسلامی معیشت میں ایسی بیع بطور سد ذرائع منع ہے تاکہ کسی کا معاشی استحصال نہ کیا جائے۔ اسی طرح بیع جو فی نفسہ جائز عمل ہے لیکن جمعہ کی نماز کے وقت اس کی ممانعت وارد ہے کیوں کہ ایسے وقت میں

خرید و فروخت جمعہ سے غافل کرتی ہے لہذا بطور سد ذرائع اس سے روکا گیا ہے تاکہ یہ عبادت میں خلل کا ذریعہ نہ بنے۔اس کے علاوہ بیع اور قرض کو اکٹھا کرنے کی بھی ممانعت ہے تاکہ ان کا ملاپ سود کا ذریعہ نہ بن جائے۔ قاضی حاکم اور قرض دینے والے کو اپنے مقروض سے ہدیہ قبول کرنے سے روکا کیا گیا ہے تاکہ ہدیہ معاشی فساد کا ذریعہ نہ بن جائے۔
صدقہ دینے والے کو اپنے صدقے کو دوبارہ خریدنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ کسی ضرورت مند سے کم قیمت پر خرید اس کے معاشی استحصال کا ذریعہ نہ بن جائے۔ اسی طرح معاشرے میں عقود کی وہ تمام صورتیں جو بظاہر ٹھیک لگ رہی ہو لیکن حقیقت میں وہ وائٹ کالر کرائم کے زمرے میں آتی ہو مثلاً کذب بیانی سے،مال فروخت کرنا, ناپ تول میں کمی کرنا، عیب دار مال فروخت کرنا،اعلی کوالٹی کا مال بتا کر،ادنی کوالٹی کا دینا،پرانی اشیاء کو نئے لیبل کے ساتھ فروخت کرنا، جن اشیاء کی مدت ختم ہو چکی ہے،تاریخ ہٹا کر فروخت کرنا، ملاوٹ کرنا۔ یہ تمام وہ ذرائع ہیں جو معاشی مفاسد کے اسباب ہیں۔اسی بناء پر سد ذرائع کا اصول ایسے تمام ذرائع جس سے معاشی جرائم کی راہیں ہموار ہوتی ہیں ان کا خاتمہ کرتا ہے کیونکہ ان عقود میں ضرر بد دیانتی خیانت دھوکہ دہی فراڈ اور فریب کے ذرائع اور عوامل شامل ہیں جس سے معاشرے میں مالی فساد کا پیدا ہونا امر غالب ہے۔
اگر دیکھا جائے تو مذکورہ مفاسد کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جرائم سے نہ صرف معاشرے میں جمود، ابتری اور بدامنی پھیلتی ہے بلکہ حیات انسانی کی بقاء بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔جنایات میں سد ذرائع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ اصول نہ صرف جرائم کی طرف جانے والی راہداریاں اور شاہراہیں بند کرتا ہے بلکہ یہ حفظ دین حفظ جان حفظ عقل حفظ نسل اور حفظ مال کے مصالح کی نگرانی بھی کرتا ہے۔اسلامی قانون کے قلعے میں سد ذرائع کی مثال اس پاسبان کی سی ہے جو ایک طرف مقاصد خمسہ کے دروازے پر حفاظت کا پہرہ دیتا ہے تو دوسری طرف مشتبہات محرمات اور جنایات کی سرحد پر باڑ کا کام دیتا ہے تاکہ جرم وگناہ کی وادی میں اترنا والا قدم رکاوٹ دیکھ کر ارتکاب جرم سے خود ہی باز آجائے۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی قوانین میں سد ذرائع کا ''domain'' عبادات،اخلاقیات،معاملات سے لیکر حیاتیات، سماجیات معاشیات ،سیاسیات اور جنایات تک پھیل ہوا ہے "كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ"-(۱) ۔

۱) ابراھیم-۲۴

## سدالذرائع کابطور شرعی ماخذ جائزہ

قرآن وسنت میں ایسے ان گنت ادلہ شرعیہ اور شواہد موجود ہیں جو سد الذرائع کے بطور شرعی ماخذ پر صراحتا دلالت کرتے ہیں، جن میں سے چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

### قرآن حکیم سے شواہد

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر سد الذرائع کے شواہد ملتے ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(ا) اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدۡوَۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ﴾ (١)

"تم ان کے باطل معبودوں کو سب و شتم مت کرو جنہیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں پھر یہ مشرک جوابا اللہ کی شان میں سب و شتم کرنے لگیں گے"۔

علامہ قرطبیؒ مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"في هذه الآية ضرب من الموادعة، ودليل على وجوب الحكم بسد الذرائع"۔(٢)

"اس آیت میں مصالحت کا ذکر ہے اور سد الذرائع کے حکم کے وجوب پر دلیل ہے"۔

جبکہ علامہ ابن عربیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"فمنع الله تعالى في كتابه أحدًا أن يفعل فعلًا جائزًا يؤدي إلى محظور، ولأجل هذا تعلَّق علماؤنا بهذه الآية في سدِّ الذرائع"۔(٣)

"اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ہر کسی کو ایسے کام سے منع کیا ہے جو بذات خود جائز ہو لیکن اس کی ادائیگی سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب لازم آتا ہو، اسی وجہ سے ہمارے علماء نے اس آیت کو سدِّ الذرائع سے منسوب کیا ہے"۔

---

١) الأنعام، ١٠٨۔

٢) الجامع لأحكام القرآن، محمد بن احمد بن ابو بکر، ٢٩٤/٢

٣) أ حكام القرآن ،أبو بكر بن العربی المالکی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ٢٠٠٣، ٢٦٥/٢۔

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا وَاسْمَعُواْ وَلِلكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ -(۱)

" اے ایمان والو! (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) راعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

في هذه الآية دليلان: (١) فيها دليل على تجنب الالفاظ المحتملة التى فيها التعريض للتنقيص والغض---(٢) التمسك بسد الذرائع--- ووجه التمسك بها أنّ اليهود كانوا يقولون ذلك وهي سب بلغتهم، فلما علم الله ذلك منهم منع من إطلاق ذلك اللفظ ؛ لأنه ذريعة للسبّ(۲)۔

اس آیت میں دو دلیلیں ہیں: (۱) ایسے الفاظ سے اجتناب کرنا جس میں کسی بھی طرح سے بے ادبی اور تنقیص شان کا احتمال فاسد ہو۔(۲) سد الذرائع کے اُصول سے استدلال۔۔۔اس تمسک کی وجہ یہ ہے کہ یہود یہ لفظ استعمال کرتے تھے، ان کی لغت میں یہ بددعا تھا، جب اللہ نے ان سے یہ جان لیا تو مطلقا اس سے منع فرمایا، کیونکہ یہ بددعا کا ذریعہ تھا۔

(۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ ﴾ -(۳)

"اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں"۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

استدل بعضهم بهذه الآية علي صحة سد الذرائع في الشرع؛ لأنه أمر باجتناب كثير من الظن وأخبرأن بعضه إثم فأمر باجتناب الأكثر من الإثم احترازا من الوقوع في البعض الذي هو إثم۔(۴)

---

۱) البقرہ،۱۰۴۔

۲) االجامع لأحكام القرآن،۲/۲۹۴۔

۳) الحجرات،۱۲۔

۴) معترک الأقران فی إعجاز القرآن، السیوطی، (دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان) ۲۲۱/۲۔
التسہیل لعلوم التنزیل ابن جزی الکلبی، (دار الفکر) ۶۰/۴۔

اس آیت سے بعض مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ شریعت کی رو سے سد ذرائع جائز ہے۔اس آیت میں زیادہ گمان کرنے سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، پس زیادہ تر اس گناہ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ وہ بعض گمانات جو گناہ کا باعث بنتے ہیں، اس سے بچا جائے۔

(۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾۔(۱)

اور آپ ان سے اس بستی کا حال دریافت فرمائیں جو سمندر کے کنارے واقع تھی، جب وہ لوگ ہفتہ (کے دن کے احکام) میں حد سے تجاوز کرتے تھے (یہ اس وقت ہوا) جب (ان کے سامنے) ان کی مچھلیاں ان کے (تعظیم کردہ) ہفتہ کے دن کو پانی (کی سطح) پر ہر طرف سے خوب ظاہر ہونے لگیں اور (باقی) ہر دن جس کی وہ یوم شنبہ کی طرح تعظیم نہیں کرتے تھے (مچھلیاں) ان کے پاس نہ آتیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کر رہے تھے بایں وجہ کہ وہ نافرمان تھے۔

اس آیت کے تحت محمد بن جریر ابو جعفر طبری(۲) لکھتے ہیں:

فدَلّ ذلك على أنّ الذريعة مُعْتَبَرة وواجب قَطْعها ؛ وإلا لَمَا كانوا أهلاً لِلعذاب والعِقاب"۔(۳)

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذریعہ معتبر ہے اور اس کا قطع واجب ہے وگرنہ وہ عذاب وعقاب کے سزاوار کبھی نہ ہوتے۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"یہ آیت سد ذرائع کے قول پر دلیل ہے"۔(۴)

---

۱) اعراف، ۱۶۳۔

۲) آپ کا پورا نام نام محمد بن جریر بن یزید طبری اور کنیت ابو جعفر ہے۔ طبرستان کے شہر آمل میں ۲۲۵ھ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ آپ محدث فقیہ مفسر مؤرخ اور مجتہد مطلق تھے، تفسیر قرآن میں آپ کا منفرد نام ہے۔ آپ کی مشہور زمانہ تفسیر جامع البیان عن تاویل ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں: تاريخ الامم والملوك ،ذيل المذيل ،التبصير في معالم الدين (وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم، دار صادر بیروت ۴/۱۹۳، ۱۹۲)

۳) تفسیر طبری، محمد بن جریر ابو جعفر الطبری محقق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، پہلا ایڈیشن ۲۰۰۰، ۱۳/۱۸۷، ۱۹۳، ۱۹۵۔

۴) الجامع لأحكام القرآن، ۲/۳۲۹۔

علامہ ابن عاشورؒ اس کے تحت لکھتے ہیں:

" قَالَ عُلَمَاؤُنَا: هَذِهِ الْآيَة أصل من أصُول إِثْبَات الذّرائع"۔(۱)

ہمارے علماء اس آیت کے بارے کہتے ہیں کہ یہ آیت سد ذرائع کے اثبات میں اصل الاصول ہے۔

(۵) ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ و قُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًاحَيْثُ شِئْتُمَاوَلَاتَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾۔(۲)

"اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں سے رہو اور جہاں سے چاہو پھل کھاو اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تجاوز کرنے والے ہو جاؤں گے"۔

علامہ ابو محمد ابن عطیہؒ (۳) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

" وهذا مثال بين في سد الذرائع"۔(۴)

اللہ کا یہ فرمان سد ذرائع کی واضح مثال ہے۔

علامہ ابن جزی (۵) اس کے تحت لکھتے ہیں:

" وانما نهي عن القرب سداً للذريعة ، فهذا أصل في سد الذرائع"۔(٦)

اور بیشک درخت کے قریب جانے سے بطور سد ذریعہ منع کیا گیا، پس یہ آیت سد ذرائع کے اثبات میں اصل ہے۔

---

۱) تفسیر التحریر والتنویر، محمد طاہر بن عاشور، ۱۹۶/۳۔

۲) البقرہ، ۳۵۔

۳) ابن عطیہ کا پورا نام عبد الحق بن غالب بن عبدالرحمان بن عطیہ المحاربی ہے۔آپ کو فقہ اور تفسیر پر دسترس حاصل تھی۔آپ کی مشہور کتاب الوجیز فی التفسیر ہے، ۵۴۶ھ کو آپ نے وفات پائی۔ (الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب ،ابن فرحون المالکی، ۴۵/۲)

۴) المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، پہلا ایڈیشن ۱۳۹۸ھ، دوحہ ۲۵۱/۱۔۲۵۲۔

۵) محمد بن احمد بن جزی الکلبی ، غرناطہ اندلس میں پیدا ہوئے، فقیہ اور مفسر تھے، آپ کے تین بیٹے تھے، جن کا شمار اپنے وقت کے عظیم علماء فقہاء اور قضاۃ میں ہوتا تھا، جن کے نام یہ ہیں: قاضی احمد بن محمد بن جزی، کاتب محمد بن محمد بن جزی، قاضی عبداللہ بن محمد بن جزی، ۷۴۱ ہجری میں وفات پائی، متعدد کتابیں لکھی، جن میں تفسیر القرآن العزیز، وسیلۃ المسلم فی تہذیب صحیح مسلم زیادہ مشہور ہیں۔(الدیباج ۲۱۵/۲، ابن جزی ومنہجہ فی التفسیر، علی محمد زبیری، دار القلم دمشق ۱۲۵/۱)

٦) التسہیل لعلوم التنزیل، ابن جزی الکلبی، ۴۴/۱۔

## مذکورہ بالا آیات سے محل استشہاد

**پہلی آیت میں** اللہ تعالی نے مومنین کو مشرکین کے باطل معبودوں کو سب وشتم سے منع کیا ہے، کیونکہ یہ اللہ کی شان میں دشنام طرازی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اگرچہ یہ مشرکین کے باطل معبودوں کے حق میں مباح ہے لیکن اس سے منع مصلحتا ہے، کیونکہ اس کے مقابلے میں زیادہ مفسدہ مشرکین کا اللہ کی شان میں سب وشتم کا ہے جس سے بطور سد الذرائع منع کیا گیا ہے۔یہ جائز سے منع کی دلیل ہے جب اس سے حرام کا خدشہ ہو۔اس آیت کریمہ میں اسی شرعی اصول کی طرف اشارہ ہے کہ جب اسباب جائز ہوں لیکن وہ برائی کی طرف لے جائیں تو وہ بھی حرام ہوں گے۔اسی طرح برائی سے منع کرنا ہمیشہ اطاعت کے لیے ہوتا ہے، لیکن اگر اس سے برائی میں اضافہ ہو تو یہ بھی معصیت شمار ہوگا اور اس کا ترک کرنا واجب ہوگا کیونکہ شر کی طرف لیجانے والے ذرائع بھی شر ہیں۔اس آیت میں نہ صرف اصول سد ذرائع کی طرف اشارہ ہے بلکہ علماء کے نزدیک یہ آیت سد ذرائع کی حجیت پر دلالت کرتی ہے۔

**دوسری آیت میں** صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم آپ علیہ السلام کو ''راعنا'' کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔یعنی ہماری رعایت فرمایئے، جبکہ یہود کی زبان میں یہ لفظ بد دعا کے لئے استعمال ہوتا تھا۔وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "راعنا" کہتے تھے لیکن اس سے مراد بد دعا لیتے تھے اور پھر آپس میں ہنستے تھے۔اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس لفظ سے منع فرمایا اور بطور سد الذرائع اس احتمال فاسد کا یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جو تنقیص شان رسالت کا باعث تھا کیونکہ جو چیز جائز ہو لیکن قولی فساد کا احتمال رکھتی ہو اس کی شرعا ممانعت ہے جیسے کہ لفظ ''راعنا'' یہ فی نفسہ جائز لفظ تھا لیکن ذو معنی تھا اور فساد کے معنی کو بھی متضمن تھا۔اس لئے بطور سد الذرائع اس سے منع کیا گیا۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح کام سے کسی بڑی برائی کا راستہ نکلتا ہو تو اس بڑی برائی کے سد باب کے لیے اس صحیح کام کو بھی ترک کر دیا جائے گا۔اسی اصول کا نام اصول فقہ میں سد الذرائع ہے۔

**تیسری آیت میں** ظن سے مراد بدگمانی ہے۔یہاں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ باہمی عداوت اور بداعتمادی کا اہم ذریعہ ہے۔اس سے نہ صرف نفرت اور حسد پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ عیب کا ایک بہت بڑا محرک ہے۔اس لیے اللہ تعالی نے بہت زیادہ گمان سے بطور سد الذرائع منع فرمایا کیونکہ بعض گمان گناہ کا ذریعہ ہوتے ہیں جس سے بسا اوقات خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور لوگوں کے گھر تک تباہ ہو جاتے ہیں۔اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں ہر ایسے کام سے منع کیا ہے، جو بذات خود جائز ہو لیکن وہ ایک ممنوع عمل کی طرف لے جانے والا ہو۔اگر دیکھا جائے تو ظن فی نفسہ جائز امر ہے کیونکہ دنیا میں یہ علم کی سیڑھی ہے لیکن جب یہ فساد کی طرف لے جائے اور حسن ظن سے

بدظنی کا رخ اختیار کر لے تو یہ ممنوع قرار پائے گا۔اسی وجہ سے علماء نے اس آیت کو سدذرائع کی حجیت کے ساتھ متعلق کیا ہے۔

**چوتھی آیت میں** اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا تھا۔جبکہ اس دن سمندر کی مچھلیاں کثیر تعداد میں ہوتیں تھیں۔یہودی ہفتے کے دن حوض بنا کر مچھلیاں اس کی طرف ہانکتے تھے تاکہ انہیں ایک جگہ جمع کیا جاسکے۔ اور جب بھی اتوار کا دن ہوتا،وہ شکار کرتے اور اسے کھالیتے۔ وہ اپنے،اس فعل شنیع کی،صفائی میں ،کہتے کہ ہم نے تو کسی ممنوعہ کام کا ارتکاب نہیں کیا۔وہ اس طرح سے کہ ہفتہ کے دن صرف مچھلیوں کے شکار سے باز رہتے لیکن اس دن اسے گھیر لیتے اور بعد میں اس کا شکار کرتے۔ اگر دیکھا جائے تو اس آیت میں محل استشہاد شکار ہے جو بذات خود ایک مباح عمل ہے لیکن یہود نے اسے حرام کام کا ذریعہ بنایا تھا جو کہ ہفتے کے دن مچھلیوں پکڑنا تھا جو دراصل یہود پر حرام تھا۔علماء کے نزدیک یہ آیت سدذرائع کی حجیت پر دلالت کرتی ہے۔

**پانچویں آیت** کریمہ میں اللہ نے آدم علیہ السلام کو درخت کا پھل کھانے سے منع کیا لیکن حکم دیا کہ درخت کے قریب نہ جانا۔ممانعت دراصل پھل کھانے کی تھی لیکن اسلوب حکیم یہ اختیار فرمایا کہ درخت کے قریب نہ جانا۔اس حکم میں حکمت یہ ہے کہ کسی چیز کا قرب اس کی طرف میلان اور رجحان کا باعث بنتا ہے اور پھر اس شے کی محبت عقل و شرع کے تقاضوں سے غافل کر دیتی ہے۔اسی وجہ سے اللہ نے اس ماحول سے بھی منع کیا جو اس ممانعت میں ذریعہ بن سکتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ آیت میں اکل شجرہ پر قرب شجرہ کو مقدم رکھا گیا اور پھر اس سے روکا گیا کیونکہ قرب شجرہ ہی اکل شجرہ کا ذریعہ بن سکتا تھا۔جیسے کہ عطار کی دکان پر بیٹھنے والا خوشبو سے معطر ہوتا ہے اور لوہار کی دکان پر بیٹھنے والے کے کپڑے اکثر داغ دار ہوتے ہیں اگرچہ وہ اس پیشے سے تعلق نہ بھی رکھے۔مذکورہ آیت میں قربت ذریعہ ہے جس سے روکا گیا اور ہر وہ کام جس کا ارتکاب معصیت اور گناہ تک پہنچائے وہ کام بھی معصیت ہوتا ہے۔لہذا بطور سدذرائع قربت سے روکا گیا جو اکل شجرہ کا ذریعہ ہے۔ علماء کے نزدیک یہ آیت بھی صراحتاً سدذرائع کی حجیت پر دلالت کرتی ہے۔

## احادیث سے شواہد

احادیث مبارکہ میں بھی، متعدد مقامات پر، سد الذرائع کے شواہد ملتے ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

ا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِن عَذَابِ القَبرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِن فِتنَةِ المسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِن فِتنَةِ المحيَا وَفِتنَةِ المَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِن المأثَمِ وَالمغرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكثَرَ مَا تَستَعِيذُ مِن المغرَمِ. فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخلَف»(۱)

"اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں, قبر کے عذاب سے۔ میں تیری پناہ آتا ہوں دجال کے فتنہ سے میں تیری پناہ آتا ہوں, حیات و ممات کے فتنوں سے, اور اے خدا میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ کسی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ علیہ السلام تو قرض سے پناہ مانگتے ہیں! اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی قرض لیتا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے"۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"یستفاد من هذا الحدیث سد الذرائع ؛ لأنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ استعاذ من الدَّيْنِ ؛ لأنه فی الغالب ذریعة إلى الکذب فی الحدیث والخلف في الوعد"-(۲)

اس حدیث سے سد الذرائع کا ثبوت ملتا ہے،، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض لینے سے اس لیے پناہ مانگی، کہ قرض اکثر جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کا ذریعہ بنتا ہے۔

۲- نبی علیہ السلام نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ, قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ»(۳)

"بڑے گناہ میں سے یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آدمی اپنے والدین کو کیونکر گالی دے سکتا ہے۔ تو فرمایا کہ جب کوئی کسی کے والد کو سب و شتم کرتا ہے، جواباً وہ اس کے ماں باپ کو سب و شتم کرتا ہے"۔

---

۱) فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، دار المعرفہ، بیروت، ۶۱/۶، صحیح البخاری، کتاب اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ، باب الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ، حدیث: ۸۳۲

۲) ایضا، ۶۱/۶۔

۳) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لایسب الرجل والدیہ، حدیث: ۵۶۳۶۔

**امام محمد بن اسماعیل الکحلانیؒ(۱) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:**

شتم الرجل والديه أي يتسبب إلى شتمهما فهو من المجاز المرسل من استعماله المسبب في السبب، وقد بينه صلى الله عليه وسلم بجوابه عمن سأله: نعم. وفيه تحريم التسبب إلى أذية الوالدين وشتمهما، ويأثم الغير بسببه لهما، قال ابن بطال: هذا الحديث أصل في سد الذرائع(۲)۔

کسی کا اپنے والدین کو گالی دینا یعنی ان دونوں کو گالی دینے کا سبب بننا دراصل مجاز مرسل میں سے ہے (یعنی سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے) اور اسی بات کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "نعم" فرما کر کیا، اس حدیث میں اپنے والدین کو گالی دینے کا سبب بننے اور ان کو اذیت دینے کی حرمت کا ذکر ہے۔ ابن ابطال فرماتے ہیں یہ حدیث سد الذرائع کے اصول میں اصل کا درجہ رکھتی ہیں۔

اسلام میں والدین کی عزت و تعظیم، ادب و احترام اور خدمت کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی معاشرے میں اگر والدین کے حقوق ادا نہ کیے جائیں، ان کا ادب و احترام ختم ہو جائے تو نتیجتاً نئی نسل والدین کی راہ نمائی و سرپرستی سے محروم ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے والدین کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے تا کہ اس عمل سے والدین کی عظمت مجروح نہ ہو اور ان کا وقار اسلامی معاشرے میں برقرار رہے۔ اس حدیث میں کسی کے والدین کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی کے والدین کو گالی دیتا ہے تو جواباً دوسرا بھی اس کے والدین کو گالی دے گا اس لئے اس عمل سے بطور سد الذرائع روکا گیا ہے۔

یہ حدیث سد الذرائع کی حجیت پر دلیل ہے۔

---

۱) آپکا پورا نام محمد بن اسماعیل بن صالح الکحلانی تھا اور امیر کے نام سے مشہور تھے، آپ مجتہد مطلق تھے، اور آپ کا شمار اکابر علماء میں ہوتا تھا، ۱۰۹۹ھ کو کحلان کے شہر میں پیدا ہوئے، پھر ۱۱۰۷ھ میں اپنے والد کے ہمراہ صنعاء شہر منتقل ہوئے اور آخر میں یہی ۱۱۸۲ھ کو وفات پائی، قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد یہاں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مزید تعلیم سید علامہ زید بن محمد بن الحسن، سید علامہ صلاح بن الحسین الخفش اور سید علامہ عبد اللہ بن علی الوزیر سے حاصل کی اور پھر مکہ اور مدینہ کی طرف سفر کیا اور یہاں کے اکابر علماء سے حدیث کے علوم میں مہارت حاصل کی ۔آپ کی تالیفات میں "سبل السلام شرح بلوغ المرام" "شرح التنقیح فی علوم الحدیث" اور "شرح الجامع الصغیر للسیوطی" کو خاصی شہرت حاصل ہے۔ (البدر الطالع، محمد بن علی الشوکانی، دار الکتاب الاسلامی ۱۳۳/۲)

۲) سبل السلام، محمد بن اسماعیل الکحلانی، دار الحدیث ۶۳۵/۲۔

۳- نبی علیہ السلام نے فرمایا:

«إنَّ الحلال بيِّنٌ وإن الحرام بيِّنٌ ، وبينهما أمور مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه، ألا وإن لكل ملك حمى وحمى الله محارمه»(۱)

"حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا، اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا، اس کی مثال اس چرواہے کی ہے، جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں"۔

اس حدیث میں آپ علیہ السلام کا واضح ارشاد ہے کہ جب تک یہ ظاہر نہ ہو کہ کوئی چیز حلال یا حرام ہے، تب تک وہ مشتبہات میں سے ہے، اور ان مشتبہ امور سے اجتناب ہی دین کی حفاظت کا باعث ہے، جو صرف احتیاط کی صورت میں ممکن ہے کیونکہ یہ مشتبہ امور دراصل حرام تک رسائی کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ اس حدیث میں مذکور مشتبہ شے فی نفسہ اگرچہ مباح ہے لیکن یہ مظنون فساد کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی وجہ سے بطور سد الذرائع ایسے امور کی ادائیگی سے روکا گیا ہے جو وقوع فی الحرام کے ارتکاب کا باعث بنتے ہیں۔ یہ حدیث سد ذرائع کی حجیت پر دلالت کرتی ہے۔

۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

« لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا : مَارِيَةُ ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا , أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ:أُولَئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ ، أُولَئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ »-(۲)

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا۔ ام سلمہ اور ام

---

۱) البخاری، کتاب الایمان: باب فَضْل مَن اسْتَبْرَأَ لِدِينه برقم (۵۰)۔ مُسْلِم ،كتاب المساقاة : باب أخْذ الحلال وتَرْك الشبهات برقم ۲۹۹۶) الترمذی كتاب البيوع عن رسول الله : باب ما جاء في تَرْك الشبهات برقم (۱۱۲۶)۔

۲) صحیح بخاری: ۴۴۷، ۱۳۴۱، ۳۸۷۳۔

حبیبہ رضی اللہ عنہا دونوں حبش کے ملک میں گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا بھی ذکر کیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی صالح شخص مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر دیتے۔ پھر اس کی مورت اس میں رکھتے۔ لوگ ساری مخلوق میں برے ہیں"۔

اس حدیث کے تحت امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فحذر النبي ﷺ عن مثل ذلك، وشدد النكير والوعيد على من فعل ذلك، وسد الذرائع المؤدية إلى ذلك فقال: اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم وصالحيهم مساجد "-(۱)

"آپ علیہ السلام نے اس چیز سے روکا، اور فرمایا: جو شخص اس کا مرتکب ہے اس کے لئے نکیر اور سخت وعید ہے اور ایسے امور تک لیجانے والے افعال سے بطور سد الذرائع منع کیا اور فرمایا کہ اس قوم پر غضب خدا ہو جس نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب کی مجسمہ سازی، بت گری اور ان کی بت پرستی کی وجہ سے اسلام میں تصویر کو منع کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ اللہ کی تخلیق سے اس کی مماثلت اور مشابہت تھی چونکہ مشرکین اس میں اللہ کے ماسوا کو پوجتے تھے تو اسلام نے تصویر سازی کو سدِ ذرائع کے طور پر معصیت قرار دیا کیونکہ یہ شرک اور بت پرستی کا ایک ذریعہ تھا۔ اس لئے اللہ نے اس کی راہیں مسدود کر دی اور اس عمل کو ممنوع قرار دیا گیا تاکہ عقیدہ توحید کی حفاظت کی جاسکے۔ علماء کے نزدیک یہ حدیث سد الذرائع کی حجیت پر دلیل ہے۔

مذکورہ بالا تمام آیات اور احادیث سے سد ذرائع کی حجیت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے اور یہ نصوص اس بات پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں کہ امر مباح، جب شر، فساد اور حرام کے ارتکاب کا ذریعہ بنے، تو اس سے روکا جائے گا اور ایسے تمام وسائل کو حرام قرار دیا جائے گا، جن کا نتیجہ بڑی خرابی ہو، خواں فی نفسہٖ وہ جائز ہی کیوں نہ ہو اور اس کو اصول فقہ کی اصطلاح میں سد ذرائع کہتے ہیں۔ ان آیات اور احادیث میں اگرچہ ہر حکم کا تعلق کسی خاص وقوعہ سے تھا لیکن فساد کے ذرائع کو مسدود کرنے میں یہ تمام وارد شدہ احکام اس اصول کی صحت وقطعیت اور اس کی حجیت کی شہادت دیتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ اصول سد الذرائع استدلال کا ایک اہم ماخذ اور اصل شرعی ہے۔

---

۱) الجامع لأحکام القرآن، محمد بن احمد بن ابو بکر، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲/۲۹۴۔

## فصل چہارم

# سدالذرائع اور مذاہب اربعہ

### فقہ مالکیہ میں سد ذرائع

علامہ قرطبی المالکیؒ لکھتے ہیں:

"التمسك بسد الذرائع وحمايتها، وهو مذهب مالك وأصحابه----،وقد دلّ على هذا الأصل الكتاب والسنة"۔(۱)

"سدالذرائع سے حجت پکڑنا اور اسکی حمایت کرنا، یہ امام مالک اور اس کے اصحاب کا مسلک ہے،اور اس اصل پر کتاب وسنت دلالت کرتی ہے"۔

امام قرافی المالکیؒ لکھتے ہیں:

"وليس سدّ الذّرائع خاصاً بمالك بل قال بها هو أكثر من غيره، وأصل سدها مجمع عليه "-(۲)

"سدالذرائع، صرف امام مالکؒ تک خاص نہیں بلکہ انہوں نے دوسروں کی نسبت اس کے بارے میں زیادہ کہا ،کیوں کہ اس کی اصل ہی متفق علیہ ہے"۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"مالك لم ينفرد بذالك ،بل كل أحد يقول بها ولا خصوصية للمالكية بها إلا من حيث زيادتهم فيها"(۳)

"امام مالکؒ اس اُصول میں اکیلے نہیں بلکہ ہر ایک اس کا قائل ہے اور یہ صرف مالکی مذہب کا خاصہ نہیں ہے البتہ فقہ مالکیہ والے اس اصول کا زیادہ استعمال کرتے ہیں"۔

---

۱) الجامع لأحکام القرآن، محمد بن احمد بن ابوبکر، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۹۴/۲۔

۲) الفروق، قرافی، ۶۳/۲۔

۳) ایضا

علامہ أبو إسحاق شاطبی ؒ لکھتے ہیں:

"إن سدّ الذّرائع أصل شرعي قطعي متفق عليه في الجملة، وإن اختلف العلماء في تفاصيله وقد عمل به السّلف بناء على ما تكرر من التواتر المعنوي في نوازل متعددة دلت على عمومات معنويّة، وإنْ كانت النوازل خاصّة ولكنها كثيرة"- (۱)

"سد الذرائع قطعی طور پر ایک متفق علیہ اصل شرعی ہے، اگرچہ علماء نے اس کی تفصیل میں اختلاف کیا ہے، لیکن اسلاف اس پر عمل پیرا رہے، کیونکہ اس کی بنیاد متعدد نوازل میں معنوی تواتر سے مکرر ہیں جو کہ تعمیم معنوی پر دال ہیں، گو کہ نوازل خاص ہیں لیکن کثیر ہیں"۔

شیخ خضر بن حسین ؒ (۲) مذکورہ عبارت کی توضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"يريد الشاطبي أن السلف جرى في تفصيل بعض الأحكام على أصل سدّ الذرائع ومستندهم في تحقيق هذا الأصل ما ورد في الكتاب والسنة من الأحكام العائدة إلى هذا الأصل، وهذه الأحكام وإنْ كان كُلّ واحد منها متعلقاً بنازلة خاصّة، قد بلغت من الكثرة مبلغ ما يدلُّ على قصد الشّارع إلى سد ذرائع الفساد، فتكون هذه الأحكام الكثيرة بمنزلة قول عام يرد في القرآن أو السُّنَّة مصرّحاً لبناء الأحكام على سدّ الذّرائع"-(۳)

امام شاطبی اس میں کہنا چاہتے ہیں کہ متقدمین کے ہاں کچھ احکام کی تفصیل میں سد الذرائع کو بطور اصل استعمال کیا گیا ہے۔ اس اصل کی تحقیق میں ان کی مستند دلیل قرآن وسنت میں وہ وارد احکام ہیں جو اس اصل (سد الذرائع) کی طرف لوٹتے ہیں۔ ان احکام میں، اگرچہ ہر حکم کا کسی خاص واقعہ سے تعلق ہے، جو کہ فساد کے ذرائع کو مسدود کرنے میں قصد شارع پر دلالت کرتا ہے، چونکہ یہ احکام اتنی کثرت کے ساتھ وارد ہیں، بایں سبب یہ

---

۱) الموافقات، شاطبی، ۳/۵۰۹، ۵۸، ۴/۵۹۔

۲) آپ کا پورا نام محمد خضر بن حسین بن علی بن عمر ہے، فقہ مالکیہ سے تعلق تھا۔ جولائی ۱۸۷۳ میں تیونس کے نفطہ شہر میں پیدا ہوئے جو کہ علم وادب کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ آپ کا آبائی وطن الجزائر تھا۔ خاندان علم وشرف میں مشہور تھا۔ ابتدائی تعلیم نفطہ شہر میں حاصل کی۔ حفظ کرنے کے بعد، دینی علوم میں شیخ محمد المکی بن عزوز اور شیخ سالم بوحاجب سے شرف تلمذ طے کیا۔ جامعہ زیتونہ سے عالمیہ کی ڈگری حاصل کی اور یہی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ اپنے مقالے "القیاس فی اللغۃ العربیۃ" کی وجہ سے سینئر علماء کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ عالمی جنگ کے اختتام پر مصر آئے۔ ۱۹۳۱ء کو الازہر میں کلیہ اصول الدین میں بطور مدرس تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۲ کو شیخ ازہر کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کی مشہور تالیفات میں "الحریۃ فی الاسلام، رسائل الاصلاح، بلاغۃ القرآن، ادیان الخیال فی الشعر العربی شامل ہیں، ۲۸ فروری، ۱۹۵۸ کو وفات پائی۔ (التفکیر اللسانی عند محمد الحضر بن حسین، کمال مجیدی، جامعہ محمد خضر، بسکرہ الجزائر، ص ۳، اصول الفقہ تاریخہ ورجالہ، ڈاکٹر محمد شعبان اسماعیل، دار المریخ، ریاض، ص ۵۹۲)۔

۳) رسائل الاصلاح، محمد خضر بن حسین، دار النوادر، ۲۰۱۱، تیونس، ۳/۵۷۔

بمنزلہ "حکم عام" کے ہے، جو قرآن یا سنت میں پایا جاتا ہے، اور جو اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ ان احکام کی بنیاد سد الذرائع پر ہے۔

مالکی فقہ کی بہت سی کتب میں اس اصول کے تطبیقات مختلف ابواب کے ضمن ملتے ہیں جیسے ابن رشد مالکی بیوع الآجال کے تحت لکھتے ہیں:

"أصل ما بني عليه هذا الكتاب الحكم بالذرائع، ومذهب مالك ،القضاء بها والمنع منها"-(۱)

"یہ کتاب جس چیز پر مبنی ہے اس کی اصل ذرائع سے حکم لگانا ہے، اور یہ امام مالک کا مذہب ہے۔
وہ اس اصول کے ذریعے فیصلہ کرتے تھے اور اس کے سبب سے روکتے تھے"۔

صاوی المالکی(۲) اس کا اطلاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" يَحْرُمُ عَلَى الْمُكَلَّفِ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى اتِّخَاذُ إنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ وَلَوْ لَمْ يَسْتَعْمِلْهُ بِالْفِعْلِ، لِأَنَّهُ ذَرِيعَةٌ لِلِاسْتِعْمَالِ وَمِنْ الْمَعْلُومِ أَنَّ سَدَّ الذَّرَائِعِ وَاجِبٌ عِنْدَ الْإِمَامِ، فَلَا يَجُوزُ اتِّخَاذُهُ لِلِادِّخَارِأَوْلِعَاقِبَةِ الدَّهْرِ "-(۳)

مکلف مرد ہو یا عورت، اس کے لیے سونے یا چاندی کا برتن حرام ہے، خواہ وہ اسے بالفعل استعمال نہ بھی کرے کیونکہ یہ استعمال کا ذریعہ ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اصول سد الذرائع امام مالک کے نزدیک واجب ہے، اس وجہ سے اسے ذخیرہ کرنا یا آخری وقت تک اسے پاس رکھنا جائز نہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

" الْآنَ بِمِصْرَ أَنَّ النُّظَّارَ يَبِيعُونَ أَوْقَافَ الْمَسَاجِدِ---- وَالْمُشْتَرِي مِنْهُمْ عَالِمٌ عَارِفٌ بِأَنَّ هَذَا وَقْفٌ عَلَى مَسْجِدِ ----، ثُمَّ يَجْعَلُونَ لِجِهَةِ الْوَقْفِ دَرَاهِمَ قَلِيلَةً يُسَمُّونَهَا حَكْرًا----- وَيُبْطِلُونَ الْوَقْفَ مِنْ أَصْلِهِ

---

۱) المقدمات الممهدات أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد تحقيق: محمد حجي دار الغرب الإسلامي، بيروت – لبنان،۱۹۸۸ م۳۹/۲

۲) احمد الصاوی کا پورا نام احمد بن محمد الصاوی المالکی الخلوتی ہے۔ احمد الصاوی کی پیدائش مصر کے شہر صا-الحجر میں ۱۷۶۱ء میں ہوئی۔
آپ فقہ مالکی کے مشہور عالم تھے۔ آپ کی وجہ شہرت تفسیر جلالین کا حاشیہ حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین ہے۔ اپنے آبائی شہر صا-الحجر میں حفظِ قرآن کیا اور ابتدائی تعلیم بھی وہی سے حاصل کی۔ اور اعلیٰ تعلیم جامعہ الازہر، قاہرہ سے حاصل کی۔ ۱۸۲۵ء کو وفات پائی۔ ۶۴ سال کی عمر میں مدینہ منورہ، حجاز میں انتقال کیا اور وہیں تدفین کی گئی۔ آپ کی تصانیف میں بلغۃ السالک لاقرب المسالک، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین اور حاشیۃ علی الخریدۃ البھیۃ زیادہ مشہور ہیں۔(حاشية الصاوي على جوهرة التوحيد في علم الكلام أحمد بن محمدالصاوى دار الكتب العلمية بيروت لبنان ص۷)

۳) الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الامام مالك، أحمد بن محمد بن احمد الدردير، دار المعارف،قاهره ،۶۱/۱

ثُمَّ يَنْسُبُونَ جَوَازَ ذَلِكَ لِلْمَالِكِيَّةِ، وَصَارَ قُضَاةُ مِصْرَ يَحْكُمُونَ بِصِحَّةِ ذَلِكَ مُعْتَمَدِينَ عَلَى جَوَازِ ذَلِكَ عِنْدَ الْمَالِكِيَّةِ، وَحَاشَا الْمَالِكِيَّةَ أَنْ يَقُولُوا بِذَلِكَ: كَيْفَ؟ وَمَذْهَبُهُمْ هُوَ الْمَبْنِيُّ عَلَى سَدِّ الذَّرَائِعِ وَإِبْطَالِ الْحِيَلِ؟"-(۱)

اب مصر میں مسجدوں کے نگران مسجد کی وقف شدہ اشیاء کو فروخت کرتے ہیں۔اور خریدنے والا جانتا ہے کہ یہ مسجد کی وقف شدہ چیزیں ہیں پھر وہ وقف کی تھوڑی رقم طے کرتے ہیں اور اسے ذخیرہ کہتے ہیں۔۔۔۔

وہ اس طریقے سے وقف کی اصل کو باطل کرتے ہیں، پھر وہ اس کے جواز کو مالکیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور پھر مصر کے قاضی اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں اس بھروسہ کے ساتھ کہ فقہ مالکیہ میں جواز ہے اور مالکی تو اس سے منع کرتے ہیں کہ ایسے کیسے ممکن ہے؟ مالکیہ کا مذہب تو مبنی بر سد ذرائع ہے، وہ تو ایسے حیلوں کو باطل کرتے ہیں۔

اسی طرح ابن عرفہ المالکی (لَاتَقْرَبَاهٰذِهِ الشَّجَرَةَ) (۲) کی تفسیر میں اصول سد الذرائع کی تطبیق کرنے کے بعد سد الذرائع اور نہی کے درمیان فرق بتاتے ہوئے لکھتے:

"النهي عما هو سبب في غيره، فسد الذرائع هو الامتناع مما لم ينه عنه خشية الوقوع في ما نهى عنه ومنها (بياعات) الآجال المختلف فيها التي هي ذريعة للوقوع في المحرم ولولا أنّها مختلف فيها ما كان ذريعة فالذريعة (هنا) هو أن يقارب قرب الأكل من الشجرة لأنه نهى عن قرب القرب"-(۳)

نہی سے مراد یہ ہے کہ اس چیز سے روکنا جو دوسروں میں سبب ہے جبکہ سد الذرائع سے مراد کسی ایسے کام سے منع کرنا جس میں نہی وارد نہ ہو اس خوف سے، کہیں وہ ممتنع میں وقوع کا باعث نہ ہو جیسے بیوع آجال: جس میں اختلاف ہے کیونکہ وہ حرام میں پڑنے کا ذریعہ ہے۔اور اگر اس بیع میں اختلاف نہ ہوتا تو یہ وقوع فی المحرم کا ذریعہ بھی نہ ہوتا۔پس ذریعہ (یہاں) کھانے کے لئے درخت کے قریب جانا ہے کیونکہ اس نے قربت سے منع کیا تھا۔

---

۱) الشرح الصغیر علی اقرب المسالک محمد بن احمد الدردیر، ۵۲۳/۳۔

۲) البقرہ، ۳۵۔

۳) تفسیر ابن عرفہ، محمد بن محمد بن عرفہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان ص ۱۰۳۔

طاہر بن عاشور المالکی لکھتے ہیں:

" وَلَا يَخْتَلِفُ الْفُقَهَاءُ فِي اعْتِبَارِ مَعْنَى سَدِّ الذَّرَائِعِ فِي الْقِسْمِ الَّذِي حَكَى الْقَرَافِيُّ الْإِجْمَاعَ عَلَى اعْتِبَارِ سَدِّ الذَّرِيعَةِ فِيهِ"-(۱)

فقہا کا سد ذرائع کے اس قسم میں اختلاف نہیں ہے جس پر امام قرافی نے اجماع نقل کیا ہے۔

علی حسب اللہ لکھتے ہیں:

" وهو أصل من أصول الشرعية،حكّمه مالك في أكثر أبواب الفقه وتوسّع المالكية في تطبيقه من بعده حتى نسب إليهم والحق أن غيرهم لا يخالفهم في أصل القاعدة وإن خالفهم في تطبيقها علي بعض الفروع"(۲)

سد الذرائع ایک اصل شرعی ہے، امام مالک فقہی ابواب میں زیادہ تر اس اصول پر کاربند رہے، اور ان کے بعد، مالکیہ نے اس اصول کی تطبیق میں قدر وسعت سے کام لیا، جس کی وجہ سے، یہ ان کی طرف منسوب کیا جاتا رہا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصل قاعدہ میں، دوسرے حضرات نے، ان سے اختلاف نہیں کیا، البتہ کچھ فروعات پر اسکی تطبیق میں اختلاف کیا ہے۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سد ذرائع فقہ مالکی کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔

---

۱) التحریر والتنویر محمد طاہر بن عاشور (دار التونسیۃ للنشر) ۱۹۸٤م، ۱۳۲/۷، ۱۳۱

۲) اصول التشریع الاسلامی، علی حسب اللہ ، دار المعارف، مصر، ص ۳۵۷۔

## فقہ حنبلیہ میں سد ذرائع

علماء حنبلیہ سد ذرائع کی حجیت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اس اصول پر عمل پیرا بھی رہے۔اس کے ثبوت میں حنبلی فقہ سے علماء کے کچھ اقوال اور سد ذرائع کی تطبیقات درج کی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب فتنے کے دور میں عصیر اور ہتھیار کی بیع کو ناپسند کرتے تھے۔

امام أحمد بن حنبل اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وقديكون يقتل به، ويكون لا يقتل به، وإنما هو ذريعة له"۔[1]

کبھی اس سے قتل کیا جا سکتا ہے،اور کبھی نہیں، لیکن یہ اس کے لیے ذریعہ ہے۔

یعنی اس ممانعت کی وجہ سد ذرائع ہے جو فقہ حنبلیہ کا ایک اہم مصدر قانون ہے۔

علامہ ابن تیمیہ سد الذرائع کے متعلق لکھتے ہیں:

"وأَمَّاشَوَاهِدُ هَذِهِ الْقَاعِدَةِ فَأَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ "[2]

**"قاعدہ سد الذرائع سے متعلق شواہد اتنے زیادہ ہیں کہ جن کا شمار ناممکن ہے"۔**

مزید لکھتے ہیں:

" والكلام في سد الذرائع واسع لا يكاد ينضبط ، ولم نذكر من شواهد هذا الأصل إلا مامتفق عليه أو منصوص عليه أو مأثور عن الصدر الأول شائع عنهم"[3]

سد الذرائع میں کلام اتنا وسیع ہے، جس کا احاطہ تقریباناممکن ہے،اور ہم نے اس اصل کے ثبوت سے ذکر نہیں کی مگر وہ بات، جو کہ متفق علیہ ہے یا منصوص علیہ ہے یا جو صدر اول سے منقول و معروف ہے۔

---

(۱) الجامع لعلوم الإمام أحمد ،خالد الرباط، سيد عزت عيد، دار الفلاح للبحث العلمي وتحقيق التراث، جمهورية مصر العربية، ٢٠٠٩م،٨٥/٩

(۲) الفتاویٰ الکبریٰ، احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ۱۷۴/۶۔

(۳) ایضا،۱۸۰/۶۔

اور مجموع الفتاوی میں لکھتے ہیں:

والأصل أن كل ما كان سببا للفتنة : فإنه لا يجوز، فإن الذريعة إلى الفساد يجب سدها ؛ إذا لم يعارضها مصلحة راجحة،ولهذا كان النظر الذي يفضي إلى الفتنة محرما، إلا إذا كان لحاجة راجحة(۱)

اصل میں ہر وہ چیز جو باعث فتنہ ہو، ناجائز متصور ہو گی، پس جو ذریعہ فساد کا باعث ہو، اس کا انسداد واجب ہے بشرطیکہ راجح مصلحت کے معارض نہ ہو، اسی بناء پر وہ نظر حرام ہو گی، جو فتنہ کی طرف لے جائے، بشرطیکہ ضرورت راجح نہ ہو۔

علامہ ابن قیمؒ سد ذرائع کے متعلق لکھتے ہیں:

"سد الذرائع المفضية إلى الحرام أحد أرباع الدين"-(۲)

حرام کی طرف لیجانے والے ذرائع کو مسدود کرنا در حقیقت دین کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

لما كانت المقاصد لا يتوصل إليها إلا بأسباب وطرق تفضي إليها، كانت طرقها وأسبابها تابعةً لهامعتبرةً بها؛فوسائل المحرمات والمعاصي في كراهتها والمنع منها بحسب إفضائها إلى غاياتها وارتباطاتها بها، ووسائل الطاعات والقُرُبات في محبتها والإذن فيها بحسب إفضائها إلى غاياتها ؛ فوسيلة المقصود تابعة للمقصود ، وكلاهما مقصود-(۳)

جب اسباب اور طرق سے ہی مقاصد تک رسائی ممکن ہو اور یہی ان تک پہنچاتے ہو تو طرق اور اسباب ان کے تابع ہوں گے اور اسی وجہ سے معتبر ہوں گے۔ محرمات اور گناہ تک لے جانے والے وسائل کراہت اور امتناع کے درجہ میں ہوں گے کیونکہ وہ اس حرمت تک لے جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، جبکہ اللہ کی فرمانبرداری اور قربت تک لے جانے والے وسائل، اپنے مقصود تک لے جانے کی وجہ سے پسندیدہ اور ماذون فیہ ہیں، اس لئے مقصود کا وسیلہ مقصود کے تابع ہو گا اور دونوں مقصود قرار پائیں گے۔

---

۱) مجموع الفتاوی، ابن تیمیہ، ۲۵۱/۲۱۔

۲) إعلام الموقعين، ابن قيم الجوزي، ٦٦/٥۔

۳) ایضا، ۵۵۳/۴۔

ذرائع کی حرمت کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"فإذا حَرَّمَ الربُّ تعالى شيئًا وله طرق ووسائل تُفْضِي إليه فإنه يحرمها ويمنع منها، تحقيقًا لتحريمه، وتثبيتًا له،ومنعًا أن يقرب حِمَاه، ولو أباح الوسائل والذرائع المفْضِية إليه لكان ذلك نقضًا للتحريم، وإغراءً للنفوس به. وحكمته تعالى وعلمه تأبى ذلك كل الإباء، بل سياسة ملوك الدنيا تابى ذلك؛ فإن أحدَهم إذا منع جُنْدَه أو رعيته أو أهل بيته من شيء ثم أباح لهم الطرق والأسباب والذرائع الموصِّلة إليه لعدَّ متناقضًا، ولحصل من رعيته وجنده ضدّ مقصوده. وكذلك الأطباء إذا أرادوا حَسْمَ الداء منعوا صاحبه من الطرق والذرائع الموصَّلة إليه، وإلا فسد عليهم ما يرومون إصلاحه. فما الظن بهذه الشريعة الكاملة التي هي في أعلى درجات الحكمة والمصلحة والكمال؟ ومَنْ تأمل مصادرها ومواردها علم أن الله تعالى ورسوله سد الذرائع المفْضِية إلى المحارم بأن حرَّمها ونهى عنها-"(۱)

رب تعالیٰ نے جب بھی کسی چیز کو حرام کیا، تو اس طرف جانے والے طرق اور وسائل بھی حرام کئے اور اس سے منع کیا، اگر حرام کی طرف جانے والے وسائل اور ذرائع مباح ہوتے تو یہ بات نہ صرف حرمت کے منافی تھی بلکہ حکمت خداوندی بھی اس کا تقاضا نہیں کرتی، جیسے دنیاوی سیاست میں اگر بادشاہ اپنی فوج، رعایہ یا اہل خانہ کو کسی چیز سے منع کرے اور اس طرف جانے والے طرق وسائل اُسباب اور ذرائع جائز کردے، تو یہ بات بادشاہ کے حکم کی منافی ہوگی۔ اطباء کے ہاں بھی یہی دستور ہے کہ جب کسی کا علاج کرتے ہیں تو مریض کو بطور پرہیز ان طرق اور ذرائع سے منع کرتے ہیں جو علاج میں خلل کا باعث ہو و گرنہ اِصلاح کے بجائے فساد واقع ہوگا۔ پس اس مکمل شریعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو حکمت، مصلحت اور کمال کے اعلیٰ درجات میں ہے؟ جو شخص اس کے مصادر اور وسائل پر غور کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کی طرف لے جانے ذرائع کو مسدود کیا ہے۔

---

۱) اعلام الموقعین، ابن قیم، ۵۵۳/۴۔

علامہ زرکشی(۱) لکھتے ہیں:

" والذرائع معتبرة عندنا في الأصول"-(۲)

"ہمارے ہاں اصول میں ذرائع (کا استعمال) معتبر ہے"۔

فقہ حنبلیہ میں اس اصول کے اطلاقات اکثر ملتے ہیں:

جیسے ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"وَوَسَائِلُ الْحَرَامِ حَرَامٌ، كَبَيْعِ الْعَيِّنَةِ وَمَتَى حَكَمْنَا بِفَسَادِ الْبَيْعِ، فَالثَّمَرَةُ كُلُّهَا لِلْبَائِعِ"-(۳)

"حرام کے وسائل حرام ہیں جیسا کہ بیع العینہ اور جب ہم نے بیع کے فاسد ہونے کا فیصلہ دے دیا تو سارا پھل بیچنے والے کا ہے"۔

ایک اور جگہ اس کا اطلاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَوَجْهُ ذَلِكَ، أَنَّهُ ذَرِيعَةٌ إلَى بَيْعِ الطَّعَامِ بِالطَّعَامِ نَسِيئَةً، فَحَرُمَ كَمَسْأَلَةِ الْعِينَةِ"۔(۴)

"اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بدلے ادھار پر بیچنا ذریعہ ہے، اس لیے یہ حرام ہوگا بیع العینہ کے مسئلہ کی طرح"۔

اسی طرح ذرائع کے معتبر ہونے سے متعلق لکھتے ہیں:

"وَالذَّرَائِعُ مُعْتَبَرَةٌ لِمَا قَدَّمْنَاهُ فَأَمَّا بَيْعُهَا بِمِثْلِ الثَّمَنِ أَوْ أَكْثَرَ، فَيَجُوزُ لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ ذَرِيعَةً"-(۵)

---

۱) آپ کا پورا نام محمد بن عبداللہ بن محمد، ابو عبداللہ، شمس الدین، الزرکشی، الحنبلی، المصری ہے۔ فقیہ حنبلی کے علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کا انتقال قاہرہ میں ۷۷۲ ہجری کو ہوا۔ آپ کی مشہور تصانیف: شرح الزرکشي علی مختصر الخرقي" و شرح جزء من المحرر" في الفقه ہیں۔
(شذرات الذهب، ۳۸٤/۸)

۲) شرح الزرکشي علی مختصر الخرقي، شمس الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی، دار العبیکان ۱۹۹۳م ۱۹۸/۳۔

۳) المغني، أبو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، تحقیق: طہ الزینی۔ و محمود عبدالوہاب فاید۔ و عبدالقادر عطا۔ و محمود غانم غیث، دار مکتبہ القاهرہ، ۱۹٦۹م، ٦٦\٤۔

۴) ایضاً، ۱۳۴/۴۔

۵) ایضاً، ۱۳۴/۴۔

"اور ذرائع جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا اس کا اعتبار ہو گا پس مبیع کی مثل ثمن پر یا اس سے زیادہ قیمت پر بیچنا جائز ہے کیونکہ یہ ذریعہ نہیں ہے"۔

ابن رجب حنبلی مالی شراکت کے مسئلہ میں اس کی تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والجواز مخرَّج من مسألة شراء الوكيل، وأولى؛ إذ لا عوض ههنا يُبتغى، وهو أمين على المال يتصرَّف فيه بالمصلحة، ولكن الأولى سدُّ الذريعة؛ لأنَّ محاباة النفس لا تؤمن"-(۱)

"اسکا جواز مکیلی اشیاء کی خریداری کے مسئلے سے تخریج شدہ ہے، اور زیادہ بہتر ہے۔ یہاں اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے، اور وہ مال پر امین ہے، اس میں مصلحت کی خاطر تصرف کرتا ہے، لیکن پہلی صورت میں سدُّ الذریعہ کا اعتبار ہے کیونکہ خود غرضی پر یقین نہیں کیا جا سکتا"۔

ایک حدیث نہی عن صلاۃ بعد العصر کے تحت لکھتے ہیں:

"فإنه إذا ثبت نهي النبي – صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – عنها كان نهيه للتحريم، وإن كان معللاً بسد الذريعة، كما نهى عن ربا الفضل معللاً بسد الذريعة لربا النسيئة، وكل منهما محرم، وكما نهى عن شرب قليل ما أسكر كثيرة،لأنه ذريعة إلى السكر، وكلاهما محرم"-(۲)

"اگر ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کی ہے اور اس کی ممانعت بطور حرام ہے اگرچہ اس کی وجہ سد الذریعہ بھی تھا جیسا کہ رباء الفضل کو حرام قرار دیا ہے جو سد الذریعہ سے معلل تھا رباء نسیئہ کی وجہ سے، اور ان میں سے ہر ایک حرام ہے اور اسی طرح جس نشہ آور چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے اس کا تھوڑا پینے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ یہ نشے کا ذریعہ ہے اور یہ دونوں حرام ہیں"۔

مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ کہنا آسان ہے کہ فقہ حنبلی میں اس اصول کا استعمال زیادہ ہے۔ وہ سد الذرائع کو قابل اعتماد ماخذ سمجھتے ہیں جیسے کہ علامہ ابن قیم نے سد الذرائع کی حجیت پر تقریبا ننانویں مثالیں دلیل کے طور پر درج کی ہیں جو اس بات کی وضاحت ہے کہ علماء حنبلیہ، مالکیہ کی طرح اس کو استنباط احکام میں بطور دلیل استعمال کرتے ہیں۔

---

۱) تقریر القواعد وتحریر الفوائد المشہور بقواعد ابن رجب، أبو الفرج عبد الرحمن بن أحمد بن رجب، محقق: خالد بن علي، عبد العزیز بن عدنان العیدان، أنس بن عادل، الکویت، توزیع دار أطلس-الریاض، طبع أول، ۲۰۱۹م، ۵۱۵/۱۔

۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری، أحمد بن رجب، الغرباء الأثریہ، مکتب تحقیق دار الحرمین-القاہرۃ طبع أول، ۱۹۹۶م، ۵۴/۵۔

## فقہ حنفیہ میں سد ذرائع

فقہ حنفیہ کی کتب میں سد ذرائع کا صراحتاً ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی وہ اس مخصوص اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں بلکہ ان کے ہاں اصول استحسان کے ضمن میں ایسی مثالیں ملتی ہیں، جو سد ذرائع کے مفہوم کو تقویت دیتی ہیں۔ مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک استنباط احکام میں جو کردار سد ذرائع کا ہے، احناف کے ہاں وہی مقاصد استحسان کے ضمن میں حاصل ہوتے ہیں کیونکہ دونوں مذاہب کا قدر مشترک اس میں مصلحت ہے جس کے دونوں قائل ہیں۔ احناف مصلحت کے حصول کے لئے اصول استحسان کا سہارا لیتے ہیں جبکہ مالکیہ اور حنبلیہ سد ذرائع کے ضمن میں مصالح کو حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ احناف جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے ایسے قواعد فقہیہ کا استعمال بھی کرتے ہیں جو سد ذرائع کے قریبی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثلاً حسب ذیل قواعد:

(" الضرر يزال"،" درء المفاسد أولى من جلب المصالح"،" يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ؛ لِأَجْلِ دَفْعِ ضَرَرِالْعَامِّ"، "من استعجل الشيء قبل أوانه عُوقب بحرمانه")

کے ضمن میں اور ان کی تفریعات میں احناف کے ہاں ایسے نظائر ملتے ہیں، جو معنوی طور پر اصول سد ذرائع کی تائید کرتے ہیں۔

جیسے ابن نجیم حنفی قاعدہ "الضرر يزال" کی تفریع کے تحت "دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ" کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فَإِذَا تَعَارَضَتْ مَفْسَدَةٌ وَمَصْلَحَةٌ قُدِّمَ دَفْعُ الْمَفْسَدَةِ غَالِبًا؛ لِأَنَّ اعْتِنَاءَ الشَّرْعِ بِالْمَنْهِيَّاتِ أَشَدُّ مِنْ اعْتِنَائِهِ بِالْمَأْمُورَاتِ"-[1]

**"اگر مصلحہ اور مفسدہ کے درمیان تعارض واقع ہو تو مفسدہ کا ازالہ یقیناً مقدم ہوگا؛ کیونکہ شریعت میں منہیات کی رعایت مامورات کی نسبت زیادہ سخت ہے"۔**

اس مثال میں مصلحہ اور مفسدہ کے درمیان تعارض کی صورت میں مفسدہ کا ازالہ اور اس کی تقدیم اس معنی کو تقویت دیتے ہیں جو سدِ ذرائع کی تعریف سے مستفاد ہے یعنی کسی ایسے مشروع کام سے جو مبنی بر مصلحہ ہو اس کا ازالہ کرنا، جب وہ مفسدہ اور ناجائز کام کا باعث بن رہا ہو۔ یہ تقریباً وہی مفہوم ہے جو سدِ ذرائع کی تعریف کے ضمن میں پایا جاتا ہے۔

---

۱) الأشباه والنظائر على مذهب أبي حنيفة، ابراهيم بن محمد، بابن نجيم دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، ۱۹۹۹م ص ۷۸۔

اسی طرح قاعدہ"يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ؛ لِأَجْلِ دَفْعِ ضَرَرِالْعَامِّ" کے تحت
ابن نجیم، مثال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" جَوَازُ الرَّمْيِ إلَى كُفَّارٍ تَتَرَّسُوا بِصِبْيَانِ الْمُسْلِمِينَ"-(۱)

**"کافروں پر تیر پھینکنے کی اجازت ہے جب وہ مسلمانوں کے بچوں کو بطور ڈھال استعمال کرے"۔**

اس مثال میں ابن نجیم حالت جنگ کے دوران کافروں پر تیر پھینکنے کے جواز کے قائل ہیں، اگرچہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو بطور ڈھال استعمال کرے۔اس کی دلیل ان کے نزدیک قاعدہ مذکورہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لیے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا، جبکہ فقہ مالکیہ اور حنبلیہ کے علماء بھی اس صورت حال میں کافروں پر تیر پھینکنے کے جواز کے قائل ہیں لیکن ان کی دلیل اس میں سدِ ذرائع ہے کیونکہ تیر نہ مارنے کی صورت میں مسلمانوں کو ضرر پہنچنے کا غالب امکان ہے۔ وگرنہ تو کافر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ ان کے اموال پر قبضہ کریں گے۔ان کی عزتوں کو پائمال کریں گے اور ان پر حکومت کریں گے۔لہذا مصلحت خاصہ کے مقابلے مصلحت عامہ کو ترجیح حاصل ہوگی اور ضرر اکبر اور اس کے فساد سے بچنے کے لئے بطور سد ذرائع اس کی اجازت ہوگی تاکہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔

اسی طرح قاعدہ "من استعجل الشيء قبل أوانه عُوقب بحرمانه" (۲)
کی ضمن میں ابن نجیم قاتل کی میراث سے محرومی والی مثال بطور تفریع لاتے ہیں کہ جو شخص برتن سے پہلے کسی شے کے حصول کا متمنی ہوگا، اسے محروم کیا جاے گا، چونکہ قاتل بھی یہی عمل کرتا ہے اس لیے اس کو میراث سے محروم کیا جائے گا، جبکہ مالکیہ اور حنابلہ قاتل کی میراث سے محرومی کی توجیح سد ذرائع سے کرتے ہیں۔

امام سرخسی کسی مرد کے لئے غیر محرم جوان اجنبی عورت کے جسم کو چھونا اور اس سے مصافحہ کرنا کو حرام قرار دیتے ہیں۔اس مسئلہ میں وہ فرماتے ہیں:

"فَإِذَا كَانَتْ عَجُوزًا لَا تَشْتَهِي فَلَا بَأْسَ بِمُصَافَحَتِهَا وَمَسَّ يَدِهَا"-(۳)

**"اگر وہ بوڑھی عورت ہو اور اسے خواہش نہ ہو تو اس کا ہاتھ ملانا اور ہاتھ چھونا ٹھیک ہے"۔**

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وَلِأَنَّ الْحُرْمَةَ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فَإِذَا كَانَتْ مِمَّنْ لَا تُشْتَهَى فَخَوْفُ الْفِتْنَةِ مَعْدُومٌ "-(۴)

---

۱) الأشباہ والنظائر، ابن نجیم، ص۷۵۔

۲) ایضا، ص ۱۳۲۔

۳) المبسوط محمد بن أحمد بن أبی سھل شمس الأئمة السرخسی دار المعرفة، ۱۹۹۳م، ۱۰/۱۵۴۔

۴) ایضا

"کیونکہ حرمت فتنہ کے خوف کی وجہ سے ہے۔ پس اگر یہ ان میں ہو جن کو اشتہاء نہیں ہے تو فتنہ کا خوف معدوم متصور ہو گا"۔

اس مثال میں سد ذرائع کی عملی تطبیق ہے۔ مس کرنے اور مصافحہ کرنے میں فتنے کا خوف پایا جاتا ہے جو نہ صرف متوقع صورت ہے بلکہ وقوع فی الحرام کا ایک ذریعہ ہے۔اس لئے اسے حرام قرار دیا گیا۔

احناف حرام کے وسائل اور اسباب کو حرام قرار دیتے ہیں۔

علامہ عینی کہتے ہیں:

"لأن الأصل أن سبب الحرام حرام" -(۱)

"کیونکہ اصل یہ ہے کہ حرام کا سبب حرام ہے"۔

"لأن ما أفضى إلى الحرام حرام"-(۲)

کیونکہ جو چیز حرام کی طرف لے جاتی ہے وہ حرام ہے۔

"والمحرم مع المباح إذا اجتمعا، فالمحرم أولى؛ لأن الحرام يجب تركه، والمباح لا يجب فعله"-(۳)

"حرام اور مباح جب جمع ہو جائے، تو حرام کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ حرام کا ترک کرنا واجب ہے جبکہ مباح کا کرنا واجب نہیں"۔

حرمت خمر کے ذرائع کے بارے میں لکھتے ہیں:

أن ما يؤدي إلى الحرام يكون حراما، ألا ترى أن القليل، وإن لم يكن مسكرا فهو مؤد إليه، وما يؤدي إلى الحرام يكون حراما---فقليله وكثيره حرام،وقعوده لذلك حرام، ومشيه إليه حرام-(۴)

جو چیز حرام کی طرف لے جاتی ہے وہ حرام ہے، کیا تم دیکھتے نہیں؟ کہ شراب کی تھوڑی سی مقدار اگرچہ نشہ آور نہیں لیکن اس طرف لے جاتی ہے۔اس لئے جو چیز حرام کی طرف لے جائے وہ بھی حرام ہے۔پس اس کی تھوڑی اور زیادہ مقدار دونوں حرام ہے اور شراب کی مجلس میں بیٹھنا اور اس کی طرف جانا بھی حرام ہے۔

---

۱) البنایہ شرح الھدایہ أبو محمد محمود بن أحمد بدر الدین عینی الحنفی دار الکتب العلمیہ - بیروت، لبنان طبع أول ۲۰۰۰م، ۱۸۴/۱۲۔

۲) ایضا، ۵۲/۱۱۔

۳) ایضا، ۱۸۷/۱۲

۴) ایضا، ۳۸۱،۳۸۷/۱۲۔

برہان الدین المرغینانی عدت وفات میں عورت کے لیے گھر سے نکلنا، بناؤ سنگھار کرنا، تیل، خوشبو اور مہندی لگانا ممنوع قرار دیتے ہیں اس سوگ ) کی وجہ میں فرماتے ہیں:

"والمعْنَى فيه ( الحِدَاد ) وجهان :أحدهما : ما ذَكَرْنَاه مِن إظهار التأسف -والثاني : أنّ هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها ، وهي ممنوعة عن النكاح ، فتَجتنبها كَيْ لا تَصِير ذريعةً إلى الوقوع في المحَرَّم "-

"اس (سوگ ) کی دو وجہ ہیں: ان میں سے ایک وجہ: اظہار افسوس کرنا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ دوسری وجہ : یہ ہے کہ یہ چیزیں اس میں رغبت کے اسباب ہیں، اور نکاح کے موانع سے ہیں، اس لیے وہ ان سے اجتناب کرے گی تاکہ یہ حرام میں پڑنے کا ذریعہ نہ بن جائیں"۔

اسی طرح علامہ کاسانی حنفی فرماتے ہیں:

"وَالْوَسِيلَةُ إلَى الشَّيْءِ حُكْمُهُ حُكْمُ ذَلِكَ الشَّيْءِ"-(۱)

"اور کسی چیز کی طرف وسیلہ کا حکم اسی شے کے حکم کی طرح ہو گا"۔

مزید لکھتے ہیں:

"فَكَانَ تَحْرِيمُ الْوَسِيلَةِ تَحْرِيمًا لِلْمَقْصُودِ بِالطَّرِيقِ الْأَوْلَى"۔

"وسیلہ کی حرمت بطریق اولی مقصود کی حرمت ہے"-(۲)

علامہ کاسانی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"وَلَا يُبَاحُ لِلشَّوَابِّ مِنْهُنَّ الْخُرُوجُ إلَى الْجَمَاعَاتِ، بِدَلِيلِ مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ — أَنَّهُ نَهَى الشَّوَابَّ عَنْ الْخُرُوجِ؛ وَلِأَنَّ خُرُوجَهُنَّ إلَى الْجَمَاعَةِ سَبَبُ الْفِتْنَةِ، وَالْفِتْنَةُ حَرَامٌ، وَمَا أَدَّى إلَى الْحَرَامِ فَهُوَ حَرَامٌ"-(۳)

"نوجوان خواتین کے لیے جماعت میں جانا جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ :انہوں نے نوجوان خواتین کو جماعت کے لیے جانے سے روک دیا تھا کیوں کہ ان کا جماعت میں جانا فتنہ کا باعث ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز حرام کی طرف لے جائے وہ بھی حرام ہے"۔

---

۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی الحنفی، دار الکتب العلمیہ، طبع دوم ۱۹۸۶ م، ۷۸/۶۔

۲) ایضاً، ۲۵٦\۲۔

۳) ایضاً، ۱۵۷/۱۔

ابن ھمام حنفی اس آیت "وَلا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ"(۱) کے تحت لکھتے ہیں:

"(وَ) كَذَا (اللَّمْسُ وَالْقُبْلَةُ) لِأَنَّهُ مِنْ دَوَاعِيهِ فَيَحْرُمُ عَلَيْهِ"-(۲)

(اعتکاف کے دوران) چھونا اور چومنا جائز نہیں کیونکہ یہ اس کے دواعی (اسباب) میں سے ہے، اس لیے یہ اس پر حرام ہے۔"

اسی طرح روزہ دار کو بوسہ اور تقبیل سے منع کیا گیا ہے۔اس کی وجہ وہی ہے جو بدر الدین عینی نے بیان کی ہے کہ:

"لأن الدواعي إلى الوطء بمنزلة الوطء في التحريم"-(۳)

"کیونکہ جماع کے اسباب حرمت میں جماع کی طرح ہیں"۔

ان مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفیہ میں سد ذرائع کے عملی تطبیق کے آثار موجود ہیں لیکن احناف اسے سد ذرائع کا اصطلاحی نام نہیں دیتے۔ان کے نزدیک بھی، جو اسباب اور وسائل حرام کی طرف لے جاتے ہیں وہ سب حرام ہیں۔

---

۱) البقرۃ:۱۸۷

۲) فتح القدیر کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الھمام دار الفکر ۳۹۹/۲

۳) رد المحتار علی الدر المختار ابن عابدین، محمد امین الحنفی دار الفکر-بیروت طبع دوم، ۱۹۹۲م، ۳۱/۳،البنایہ شرح الھدایہ، بدر الدین عینی، ۵۲۰/۵

## فقہ شافعیہ میں سد ذرائع

فقہ شافعیہ کے اصولوں میں اگرچہ سد ذرائع کا شمار نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود ان کے فقہی تفریعات میں سد ذرائع کے عملی تطبیق کے نظائر ملتے ہیں۔

شیخ أبوزہرہؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:

" إنَّ الأخذ بالذرائع ثابت فى كل المذاهب الإسلامية وإن لم يصرح به وقد أكثر منه الإمامان: مالك و أحمد وكان دونهما في الأخذ به الشافعي و أبوحنيفة ولكنهما لم يرفضاه جملة و لم يعتبراه أصلا قائما بذاته بل كان داخلا في الأصول المقررة عندهما كالقياس والاستحسان الحنفي"-(۱)

**"مذاہب اسلامیہ میں سد الذرائع پر عمل کے نظائر موجود ہیں، لیکن تصریح کے عناصر مفقود ہیں، البتہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے ہاں یہ اصول کثیر الاستعمال ہے جبکہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے ہاں یہ اصول قلیل الاستعمال ہے، لیکن نہ ہی ان دونوں نے مطلق اسکا انکار کیا اور نہ ہی اصل کی طرح معتبر جانا، ہاں ان کے مقرر کردہ اصولوں میں شامل ضرور ہے جیسے کہ قیاس اور احناف کا اصول استحسان"۔**

مزید لکھتے ہیں:

" ونحن نميل إلى أن العلماء جميعًا يأخذون بأصل الذرائع وإن لم يسموه بذلك الاسم"-(۲)

**"اور ہمارا رجحان بھی یہ کہتا ہے کہ تمام علماء سد الذرائع پر عمل پیرا رہے، اگرچہ انہوں نے اصطلاحی نام سے اسے موسوم نہیں کیا"۔**

ذیل میں فقہ شافعیہ سے سد ذرائع کے نظائر اور عملی تطبیقات کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

امام شافعی لکھتے ہیں:

"وَكُلُّ مَاءٍ بِبَادِيَةٍ يَزِيدُ فِي عَيْنٍ، أَوْ بِئْرٍ، أَوْ غِيلٍ أَوْ نَهْرٍ،بَلَغَ مَالِكُهُ مِنْهُ حَاجَتَهُ لِنَفْسِهِ وَمَاشِيَتِهِ وَزَرْعٍ إنْ كَانَ لَهُ فَلَيْسَ لَهُ مَنْعُ فَضْلِهِ عَنْ حَاجَتِهِ مِنْ أَحَدٍ يَشْرَبُ، أَو--- وَإِذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مَنْ مَنَعَ فَضْلَ الْمَاءِ لِيَمْنَعَ بِهِ الْكَلَأَ مَنَعَهُ اللَّهُ فَضْلَ رَحْمَتِهِ»فَفِي هَذَا دَلَالَةٌ إذَا كَانَ الْكَلَأُ شَيْئًا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ أَنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ رِزْقُهُ خَلْقَهُ عَامَّةً لِلْمُسْلِمِينَ وَلَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنْ يَمْنَعَهَا مَنْ أَحَدٍ إلَّا بِمَعْنَى مَا وَصَفْنَا مِنْ السُّنَّةِ وَالْأَثَرِ الَّذِي فِي مَعْنَى السُّنَّةِ، وَفِي مَنْعِ الْمَاءِ لِيَمْنَعَ بِهِ الْكَلَأَ الَّذِي هُوَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ عَامٌّ يَحْتَمِلُ مَعْنَيَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّ مَا كَانَ ذَرِيعَةً إلَى مَنْعِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَمْ يَحِلَّ، وَكَذَلِكَ مَا كَانَ ذَرِيعَةً إلَى

---

۱) اصول الفقہ ،ابوزہرہ ، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۹۷۹ء، ص ۲۹۲۔

۲) مالک حیاتہ وعصرہ آراؤہ الفقہیۃ، محمد ابوزہرہ، دار الفکر العربی-القاہرہ، ص ۳۵۱، ۳۴۱۔

إِحْلَالِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى-قَالَ (الشَّافِعِيُّ): فَإِنْ كَانَ هَذَا هَكَذَا فَفِي هَذَا مَا يُثْبِتُ أَنَّ الذَّرَائِعَ إِلَى الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ تُشْبِهُ مَعَانِيَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَنْعُ الْمَاءِ إِنَّمَا يَحْرُمُ؛ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى تَلَفٍ عَلَى مَا لَا غِنَى بِهِ لِذَوِي الْأَرْوَاحِ وَالْآدَمِيِّينَ وَغَيْرِهِمْ، فَإِذَا مَنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ مَنَعُوا فَضْلَ الْكَلَأِ، وَالْمَعْنَى الْأَوَّلُ أَشْبَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ"-(١)

صحرا کا ہر وہ پانی جو چشمے یا کنویں یا بہتے ہوئے پانی یا نہر کی شکل میں ہو، وہ جب مقدار میں زائد ہو جائے اور اس کے مالک کی، اس کے مویشیوں اور فصلوں کی ضرورت سے اضافی ہو، تو اس کے مالک کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد پانی سے کسی کو بھی پینے سے روکے۔اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص پانی کے زائد مقدار کو روکے گا اس طرح کہ آس پاس کے گھاس کی نشو ونما بھی بند ہو جائے، تو اللہ تعالی اسے اپنے فضل کی رحمت سے محروم کرے گا۔اس میں دلالت ہے اس بات پر کہ گھاس کی نشو ونما اللہ تعالی کی رحمت ہے اور بیشک اللہ تعالی کی رحمت اس کا رزق ہے جسے تمام مسلمانوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔لہذا کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو بھی اس سے روکے مگر اس معنی میں جو سنت سے ہم نے بیان کیا اور اس اثر کی وجہ سے جو سنت کے معنی میں ہے۔اور پانی کو روکنا کہ اس سے گھاس کی نشو ونما بھی بند ہو جائے یہ عام حکم ہے اس میں دو معنوں کا احتمال ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ذریعہ ہو ایسے کام کو روکنے کا جس کو اللہ تعالی نے حلال کیا ہے اور وہ حلال نہ ہو اور اس طرح یہ بھی کہ وہ ذریعہ ہو ایسے کام کو حلال کرنے کا جس کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے۔(امام شافعی) فرماتے ہیں اگر یہ ایسا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیشک حلال اور حرام کے ذرائع حلال اور حرام کے معنی کے مشابہ ہوں گے اور اس میں احتمال ہے کہ پانی کو روکنا حرام قرار دیا جائے کیونکہ یہ اس وقت انسانوں جانداروں اور اس کے علاوہ اشیاء کو تلف کرنے کے معنی میں ہوگا اس لئے کہ اس کے بغیر ان کا کوئی چارہ کار نہیں۔پس جب انہوں نے زائد پانی کو روکا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے اضافی گھاس کی پیداوار کو روکا۔پہلا معنی زیادہ مشابہ ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

---

١) الأم، أبو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی دار المعرفۃ-بیروت ١٩٩٠م، ٥٠/٤۔

ابن الرفعہ، امام شافعی کے مذکورہ قول کی تخریج کے تحت ذرائع کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الذريعة ثلاثة أقسام:

أحدها: ما يقطع بتوصيله إلى الحرام فهو حرام عندنا وعندهم-

الثاني: ما يقطع بأنه لا يوصل، ولكن اختلط بما يوصل، فكان من الاحتياط سد الباب---

الثالث: ما يحتمل ويحتمل وفيه مراتب، ويختلف الترجيح عندهم بحسب تفاوتها"-(۱)

"ذرائع تین طرح کے ہوتے ہیں:

پہلی قسم وہ ہے: جو حرام کی طرف قطعی طور پر لے جائے۔ تو یہ قسم ہمارے اور ان کے نزدیک حرام ہے۔

دوسری قسم: جو حرام کی طرف قطعی طور پر نہ لے جائے، لیکن اس کا اختلاط ایسی شے سے ہو جو موصل الی الحرام ہو، لہٰذا اس میں احتیاط یہ ہے کہ اس کا سد باب کیا جائے۔

تیسری قسم: جس میں دونوں احتمال ہو، اور اس میں درجات ہیں، اور ان کے تفاوت کے لحاظ سے اس میں ترجیح مختلف ہوتی ہے"۔

مزید لکھتے ہیں

"ونحن نخالفهم فيها، إلا القسم الأول لانضباطه وقيام الدليل عليه"-(۲)

"ہم ان سے اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں، سوائے پہلی قسم کے اس لیے کہ یہ منظم ہے اور اس کی دلیل موجود ہے"۔

امام شافعی کی مذکورہ عبارت میں سد ذرائع کی عملی تطبیق واضح نظر آتی ہے بالخصوص «ففي هذا ما يثبت أن الذرائع إلى الحلال والحرام تشبه معاني الحلال والحرام» کے جملے میں، کیونکہ اس میں حلال اور حرام کے ذرائع کو حلال اور حرام کے معنی کے مشابہ کہا گیا ہے۔ ان کے قول میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح حلال کے دروازے کھولے جاتے ہیں، ویسے ہی اس کے ذرائع بھی مفتوح ہوتے ہیں۔ اور جس طرح حرام کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اسی طرح اس کے ذرائع بھی مسدود کیے جاتے ہیں۔

---

۱) البحر المحیط فی اصول الفقہ بدر الدین الزرکشی الشافعی وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت، ۱۹۹۲م، ۸۵/۶، ۸۴

۲) ایضا

علامہ سبکی (۱) امام شافعی کی مذکورہ عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

"الذريعة تعطى حكم الشئ الْمُتَوَصَّلِ بِهَا إِلَيْهِ وَذَلِكَ إِذَا كَانَتْ مُسْتَلْزِمَةً لَهُ كَمَنْعِ الْمَاءِ فَإِنَّهُ مُسْتَلْزِمٌ لِمَنْعِ الْكَلَأِ وَمَنْعُ الْكَلَأِ حَرَامٌ وَوَسِيلَةُ الْحَرَامِ حَرَامٌ وَالذَّرِيعَةُ هي الوسيلة فهذا القسم وهو ماكان مِنْ الْوَسَائِلِ مُسْتَلْزِمًا لَا نِزَاعَ فِيهِ"-(۲)

"ذریعہ ایسی چیز کا حکم دیتی ہے جو اس تک پہنچنے والی ہو اور یہ تب ہے جب اس کے لیے یہ لازم ہو جیسے کہ پانی کا روکنا گھاس کے روکنے کو مستلزم ہے۔ اور گھاس کا روکنا حرام ہے اور حرام کا وسیلہ حرام ہے۔اور ذریعہ سے مراد وسیلہ ہے، پس یہ قسم ،ان ضروری وسائل سے ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

اسی طرح عزبن عبد السلام الشافعی (۳) فرماتے ہیں:

"الْوَاجِبَاتِ وَالْمَنْدُوبَاتِ ضَرْبَانِ: أَحَدُهُمَا مَقَاصِدُ، وَالثَّانِي وَسَائِلُ، وَكَذَلِكَ الْمَكْرُوهَاتُ وَالْمُحَرَّمَاتُ ضَرْبَانِ: أَحَدُهُمَا مَقَاصِدُ وَالثَّانِي: وَسَائِلُ----- وَلِلْوَسَائِلِ أَحْكَامُ الْمَقَاصِدِ، فَالْوَسِيلَةُ إِلَى أَفْضَلِ الْمَقَاصِدِ هِيَ أَفْضَلُ الْوَسَائِلِ، وَالْوَسِيلَةُ إِلَى أَرْذَلِ الْمَقَاصِدِ هِيَ أَرْذَلُ الْوَسَائِلِ"-(۴)

"واجبات اور مندوبات دو طرح کے ہوتے ہیں: پہلی قسم: مقاصد ہیں۔دوسری قسم: وسائل ہیں۔اسی طرح مکروہات اور محرمات بھی دو طرح کے ہوتے ہیں: پہلی قسم: مقاصد ہیں۔دوسری قسم: وسائل ہیں-----۔ اور وسائل کے لئے مقاصد کے احکامات ہیں۔ لہٰذا بہترین مقاصد تک وسیلہ بہترین وسائل میں شمار ہو گا اور بدترین مقاصد تک وسیلہ بدترین وسائل میں شمار ہو گا"۔

---

۱) المجموع شرح المهذب مع تكملة السبكي والمطيعي، أبوزكريا محي الدين يحيى بن شرف النووي الشافعي دار الفكر، ۱۰/۱۵۹

۲) تقی الدین سبکی اپنے زمانے کے مشہور فقیہ، محدث، حافظ، مفسر اور ادیب تھے۔تاج الدین سبکی اور بہاء الدین سبکی کے والد ہیں۔ ان کا تعلق سبک کے ایک مشہور فاضل خاندان سے تھا۔ جس کے اکثر افراد قضاء وافتاء تک پہنچے۔ان کی ولادت اپریل ۶۸۳ھ میں ہوئی۔ان کی تعلیم قاہرہ میں ہوئی اور دمشق و قاہرہ میں مفتی و قاضی کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ان کا انتقال ۷۵۶ھ کو مصر میں ہوا۔آپ کی مشہور تصانیف: الإبهاج في شرح المنهاج على منهاج الوصول إلى علم الأصول للقاضي ناصر الدين البيضاوي، المجموع شرح المهذب، والابتهاج في شرح المنهاج للإمام محي الدين النووي اور فتاوى السبكي ہیں (شذرات الذهب ۸/۳۰۹)

۳) شیخ عزالدین جو "العز بن عبد السلام" کے نام اور سلطان العلماء کے لقب سے مشہور ہیں۔وہ اپنے دور کے علماء میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ ،وہ حدیث وفقہ کے ماہر عالم دین کے طور پر جانے جاتے ہیں جبکہ اس سے زیادہ مشہور ان کے عملی کارنامے ہیں۔ان کا پورا نام عزالدین ابو محمد ابن عبد العزیز ابن عبد السلام، ابن ابو قاسم السلمی الدمشقی الشافعی ہے۔وہ ۵۷۷ ہجری میں دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں بیس سال تک مصر میں مقیم رہے۔ ان کی تصانیف میں شامل ہیں: شجرة المعارف، حل الرموز ومفاتيح الكنوز، مسائل الطريقة، الفرق بين الإيمان والإسلام۔ ۶۶۰ ہجری میں مصر میں وفات پائی اور قرافہ نامی جگہ میں دفن کیا گیا۔(طبقات الشافعية الكبرى، السبكي - عبد العزيز بن عبد السلام بن إبي القاسم بن حسن بن محمد ,المكتبة الشاملة الحديثة، ص ۲۰۹)

۴) قواعد الأحكام في مصالح الأنام أبو محمد عزالدين عبد العزيز بن عبد السلام دار الكتب العلمية بيروت، ودار أم القرى- القاهرة ۱۹۹۱م، ۱/۵۴، ۵۳

مزید لکھتے ہیں:

"وَالضَّابِطُ أَنَّهُ مَهْمَا ظَهَرَتْ الْمَصْلَحَةُ الْخَلِيَّةُ عَنْ الْمَفَاسِدِ يَسْعَى فِي تَحْصِيلِهَا، وَمَهْمَا ظَهَرَتْ الْمَفَاسِدُ الْخَلِيَّةُ عَنْ الْمَصَالِحِ يَسْعَى فِي دَرْئِهَا "-(۱)

**"اور اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جب بھی ایسی مصلحت ظاہر ہو جو مفاسد سے خالی ہو تو اس کے حصول کی کوشش کی جائے گی اور جب بھی فساد ظاہر ہو جو مصالح سے خالی ہو تو اس کے ازالہ کی کوشش کی جائے گی"۔**

عز بن عبد السلام وسائل کے بیان میں اپنی کتاب میں ایک فصل کا عنوان یوں ذکر کرتے ہیں:

**"فَصْلٌ فِي بَيَانِ وَسَائِلِ الْمَفَاسِدِ"۔اس فصل میں وسائل کے درجات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

"فَالتَّوَسُّلُ إلَى الْجَهْلِ بِذَاتِ اللَّهِ وَصِفَاتِهِ، أَرْذَلُ مِنْ التَّوَسُّلِ إلَى الْجَهْلِ بِأَحْكَامِهِ، وَالتَّوَسُّلُ إلَى الْقَتْلِ أَرْذَلُ مِنْ التَّوَسُّلِ إلَى الزِّنَا، وَالتَّوَسُّلُ إلَى الزِّنَا أَقْبَحُ مِنْ التَّوَسُّلِ إلَى أَكْلٍ بِالْبَاطِلِ، وَالْإِعَانَةُ عَلَى الْقَتْلِ بِالْإِمْسَاكِ أَقْبَحُ مِنْ الدَّلَالَةِ عَلَيْهِ--------

وَالنَّظَرُ إلَى الْأَجْنَبِيَّةِ مُحَرَّمٌ لِكَوْنِهِ وَسِيلَةً إلَى الزِّنَا، وَالْخَلْوَةُ بِهَا أَقْبَحُ مِنْ النَّظَرِ إلَيْهَ-----

وَكُلَّمَا قَوِيَتْ الْوَسِيلَةُ فِي الْأَدَاءِ إلَى الْمَفْسَدَةِ كَانَ إثْمُهَا أَعْظَمَ مِنْ إثْمِ مَا نَقَصَ عَنْهَا،

وَالْبَيْعُ الشَّاغِلُ عَنْ الْجُمُعَةِ حَرَامٌ لَا لِأَنَّهُ بَيْعٌ، بَلْ لِكَوْنِهِ شَاغِلًا عَنْ الْجُمُعَةِ، وَلَوْ تَصَرَّفَ بِبَيْعٍ أَوْ هِبَةٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ التَّصَرُّفَاتِ وَهُوَ ذَاهِبٌ إلَى الْجُمُعَةِ تَصَرُّفًا لَا يَشْغَلُهُ عَنْ الْجُمُعَةِ لَمْ يُحَرَّمْ ذَلِكَ، لِخُرُوجِهِ عَنْ كَوْنِهِ وَسِيلَةً إلَى تَرْكِ الْجُمُعَةِ"-(۲)

**"پس اللہ اور اس کی صفات سے جہالت کا وسیلہ اس کے احکام سے ناواقفیت کے وسیلہ سے بھی بدتر ہے۔اور قتل تک وسیلہ زنا کے وسیلہ سے بڑھ کر ہے، اور زنا تک رسائی کا وسیلہ باطل کے کھانے کے وسیلہ سے زیادہ قبیح ہے،اور قتل میں پکڑ کر تعاون اس پر رہنمائی کے وسیلہ سے زیادہ قبیح ہے۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے کیونکہ یہ زنا کا ذریعہ ہے اور اس کے ساتھ خلوت میں رہنا اس کی طرف دیکھنے سے بدتر ہے۔۔اور فساد کی طرف لے جانے کا وسیلہ جتنا مضبوط ہوگا، اس کا گناہ بھی بڑا ہوگا اس میں کمی کے گناہ سے۔۔۔ اور وہ خرید وفروخت حرام ہے جو جمعہ کے دن سے مشغول رکھے، اس لیے نہیں کہ وہ بیع ہے، بلکہ اس لیے کہ اس نے جمعہ سے مشغول رکھا۔اگر کوئی شخص بیع یا ہبہ یا اس کے علاوہ تصرفات کرے اور یہ جملہ امور جمعہ کی ادائیگی میں مخل نہ ہوں تو ایسے افعال حرام نہیں ہوں گے کیونکہ اب یہ ترک جمعہ کا وسیلہ نہیں بن رہے ہیں"۔**

---

۱) قواعد الأحکام عز بن عبد السلام، ۵۹/۱

۲) ایضاً، ۱/۱۲۷، ۱۲۶۔

**جلال الدین سیوطی حدیث** "إنَّ الْهَمَّ بِالْحَسَنَةِ، يُكْتَبُ حَسَنَةً، وَالْهَمَّ بِالسَّيِّئَةِ لَا يُكْتَبُ سَيِّئَة" **کے ضمن میں لکھتے ہیں:**

"فَيُؤْخَذ مِنْهُ تَحْرِيم الْمَشْي إلَى مَعْصِيَة، وَإِنْ كَانَ الْمَشْي فِي نَفْسه مُبَاحًا، لَكِنْ لِانْضِمَامِ قَصْد الْحَرَام إلَيْهِ، فَكُلّ وَاحِد مِنْ الْمَشْي وَالْقَصْد لَا يَحْرُم عِنْد انْفِرَاده،أَمَّا إذَا اجْتَمَعَا فَإِنَّ مَعَ الْهَمّ عَمَلًا لِمَا هُوَ مِنْ أَسْبَاب الْمَهْمُوم بِهِ"-(۱)

**"تواس سے یہ اخذ کیا جائے گا کہ معصیت کی طرف چلنا بھی حرام ہے اگرچہ صرف چلنا فی نفسہ مباح عمل ہے لیکن جب اس کے ساتھ حرام کا ارادہ شامل ہو گیا تو اب ایسا چلنا حرام ہو گا۔ چلنا اور ارادہ رکھنا یہ دونوں انفرادی طور پر حرام نہیں ہوں گے لیکن جب یہ دونوں کام جمع ہوں گے تب حرام ہوں گے کیونکہ عملی طور ارادہ کے ساتھ چلنا یہ ایسے اسباب سے متعلقہ ہے جس کے ساتھ قصد کیا جا رہا ہے"۔**

**جلال الدین سیوطی قاعدہ** «إذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ، غَلَبَ الْحَرَامُ» **"میں علامہ سبکی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

"إعْطَاءَ الْحَلَالِ حُكْمَ الْحَرَامِ تَغْلِيبًا وَاحْتِيَاطًا لَا صَيْرُورَتُهُ فِي نَفْسِهِ حَرَامًا"-(۲)

**حلال کو حرام کا حکم دینا اغلب اور احتیاط کے طور پر ہے، نہ اس کے فی نفسہ حرام ہونے کی وجہ سے۔**

**اس قاعدہ کی تفریع میں فرماتے ہیں:**

"فَمِنْ فُرُوعِهَا: إذَا تَعَارَضَ دَلِيلَانِ: أَحَدُهُمَا يَقْتَضِي التَّحْرِيمَ وَالْآخَرُ الْإِبَاحَةَ قُدِّمَ التَّحْرِيمُ فِي الْأَصَحِّ----قَالَ الْأَئِمَّةُ: وَإِنَّمَا كَانَ التَّحْرِيمُ أَحَبَّ لِأَنَّ فِيهِ تَرْكُ مُبَاحٍ لِاجْتِنَابِ مُحَرَّمٍ. وَذَلِكَ أَوْلَى مِنْ عَكْسِهِ"(۳)

**"اس کی فروع میں یہ ہے: جب دو دلیلیں آپس میں متصادم ہوں: ان میں سے ایک حرام کا تقاضا کرے اور دوسری دلیل اباحت کا تو صحیح قول کے تحت حرمت کو مقدم کیا جائے گا۔ ائمہ نے فرمایا: حرمت زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ اس میں حرام سے بچنے کے لیے مباح کا ترک ہے۔ اور یہ اس کے برعکس سے بہتر ہے"۔**

**فقہ شافعیہ میں بھی کچھ قواعد ایسے پائے جاتے ہیں جس کی تفریعات نہ صرف سد ذرائع سے مماثلت رکھتی ہیں بلکہ اس میں بھی مباح کام جو حرام کا ذریعہ ہو اس کے روک تھام پر زور دیا گیا ہے۔**

---

۱) الأشباہ والنظائر جلال الدین السیوطی، دار الکتب العلمیہ طبع اول، ۱۹۹۱م ص ۱۰۵، ۱۱۴

۲) اایضا، ص ۳۴۔

۳) ایضا، ص ۱۰۶۔

ان میں سے کچھ قواعد حسب ذیل ہیں:

"مَا حُرِّمَ أَخْذُهُ حُرِّمَ إِعْطَاؤُهُ"-(١)

"جس کا لینا حرام ہے اس کا دینا حرام ہے"۔

" مَا حُرِّمَ فِعْلُهُ حُرِّمَ طَلَبُهُ"-(٢)

"جو کرنا حرام ہے وہ مانگنا حرام ہے"۔

" إِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضِي، قُدِّمَ الْمَانِعُ "-(٣)

"اگر مانع اور مقتضی آپس میں متعارض ہوں تو مانع مقدم ہوگا"۔

" إِذَا تَعَارَضَ مَفْسَدَتَانِ رُوعِيَ أَعْظَمُهُمَا ضَرَرًا بِارْتِكَابِ أَخَفِّهِمَا ".

" دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ " فَإِذَا تَعَارَضَ مَفْسَدَةٌ وَمَصْلَحَةٌ ; قُدِّمَ دَفْعُ الْمَفْسَدَةِ غَالِبًا، لِأَنَّ اعْتِنَاءَ الشَّارِعِ بِالْمَنْهِيَّاتِ أَشَدُّ مِنْ اعْتِنَائِهِ بِالْمَأْمُورَاتِ"-(٤)

"جب دو مفاسد کا تعارض ہوں تو ان میں سے کم تر کے ارتکاب کے ذریعہ زیادہ نقصان پر غور کیا جائے گا۔ مصالح کے حصول سے مفاسد کا ازالہ زیادہ بہتر ہے۔جب مفسدہ اور مصلحہ کا تعارض ہو تو مفسدہ کو غالب طور پر دور کرنا مقدم ہوگا کیونکہ شارع نے مامورات سے زیادہ منہیات کا خیال رکھا"۔

"مَنْ اسْتَعْجَلَ شَيْئًا قَبْلَ أَوَانِهِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِهِ"-(٥)

"جس نے کسی چیز میں اس کے وقت سے پہلے جلدی کی تو اسے اس چیز سے محرومی کی سزا دی جائے گی"۔

---

١) الأشباہ والنظائر جلال الدین السیوطی، ص ١٥٠۔

٢) ایضا، ص ١٥١۔

٣) ایضا، ص ١١٥۔

٤) ایضا، ص ٨٧۔

٥) ایضا، ص ١٥٢۔

## معاصر علماء کی آراء

ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ لکھتے ہیں:

"وهذا أمر مجمع عليه وإنما النزاع في ذريعة خاصة وهو بيوع الآجال"۔(۱)

"سد الذرائع ایک متفق علیہ امر ہے، جبکہ علماء کا اختلاف ایک خاص ذریعہ سے متعلق ہے جو بیوع الآجال کہلاتے ہیں"۔

عبدالکریم زیدانؒ "سد الذرائع" کے عنوان پر تفصیلا بحث، کرنے کے بعد، لکھتے ہیں:

من هذا كله يترجح القول باصل سدّ الذّرائع و جعله من ادلة الاحكام ،لانه اصل يشهد له الكتاب و السنة بالاعتبار۔(۲)

"مذکورہ بحث سے اس قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے کہ سد الذرائع اصول الفقہ میں ایک تسلیم شدہ اصول اور مآخذ احکام میں سے ایک ماخذ (دلیل) ہے کیونکہ یہ ایسی اصل ہے جس کے معتبر ہونے پر کتاب و سنت بھی گواہی دیتا ہے"۔

آخر میں مزید لکھتے ہیں:

" أصل سد الذرائع يؤكدأصل المصالح، و يوثقه و يشد أزره ، لأنه يمنع الأسباب و الوسائل المفضية إلى المفاسد، و هذا وجه أكيد من وجوه المصلحة ، فهو إذن متمم لأصل المصلحة و مكمل له، بل وقد تعتبر بعض صور سد الذرائع من صور المصالح المرسلة – ولهذا نرى من أخذ بمبدأ المصلحة، وحمل لواءه، وهم المالكية ومن تابعهم أخذوا أيضا بالذرائع فقالوا بسدها إذا أدت إلى مفسدة و بفتحها إذا أدت إلى مصلحة راجحة، و لو كانت الوسيلة بذاتها محرمة"۔(۳)

"سد الذرائع کا اُصول مصالح کے اُصول کی توثیق کرتا ہے اور اسے مضبوط کرتا ہے، کیونکہ یہ ایسے اُسباب اور وسائل کو روکتا ہے جو برائی کی طرف لے جاتے ہیں۔ مصلحت کی کچھ شکلوں میں یہ ایک اہم شکل ہے۔ اسی بناء پر یہ مصلحت کے لئے تتمہ اور تکملہ ہے۔ سد ذرائع کی کچھ شکلوں میں مصلحت مرسلہ کی کچھ شکلیں معتبر ہیں۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اصول مصلحت پر عمل پیرا اور اس کے علم بردار ہیں یعنی مالکیہ اور ان کے پیروکار اور

---

۱) الذرائع فی السیاسۃ الشرعیۃ والفقہ الاسلامی، دار المکتبی، شام دمشق، ص ۳۶۔

۲) الوجیز فی اصول الفقہ، سید عبد الکریم زیدان، مؤسسۃ قرطبہ، ص ۲۴۸۔

۳) ایضاً۔

ہم نوا، تو وہ سد الذرائع پر بھی عمل کرتے ہیں، اگر کوئی ذریعہ، مفسدہ (خرابی) کی طرف لے جاتا ہے تو اس کو بند کرتے اور روکتے ہیں، اور اگر وہ کسی راجح مصلحت کی طرف لے جاتا ہے، چاہے وہ وسیلہ فی نفسہ حرام ہو، تو وہ اس کی اجازت دیتے ہیں"۔

ڈاکٹر محمد شعبان اسماعیل(۱) سد الذرائع میں مذاہب اربعہ کو دراصل ایک گروہ گردانتے ہیں۔

اس بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"وفي نظري أن هذه المذاهب الثلاثة تنتظم–في الجملة– مذهبين إثنين:

المذهب الأول: اعتبار الذرائع –في الجملة– وهذا يمثله جمهور العلماء، ومنهم الأئمة الأربعة، إلا أن المالكية والحنابلة توسعوا في الأخذ بمبدأ سد الذريعة، أما الحنيفة والشافعية فقد ضيقوا الأخذ به، فأخذوا به في بعض الصور ورفضوه في بعض الآخر-المذهب الثاني: عدم اعتبار الذرائع بالكلية، وهذا يمثله اتجاه أهل الظاهر كما هو معروف"(۲)

میرے نزدیک دراصل ان تین گروہوں سے، دو ہی گروہ تشکیل پاتے ہیں: پہلا گروہ: جنہوں نے "ذرائع" کا اعتبار کیا ہے، اس میں جمہور علماء، اور ائمہ اربعہ، شامل ہیں، تاہم، مالکیہ اور حنابلہ سد الذریعہ کے اصول میں قدر وسعت سے کام لیتے ہیں جبکہ احناف اور شوافع کے ہاں اس کا استعمال قلیل نظر آتا ہے، بعض صورتوں میں اس کا استعمال کیا ہے لیکن کچھ صورتوں میں اس کو رد کیا ہے۔ دوسرا گروہ: جنہوں نے بالکل "ذرائع" کا اعتبار نہیں کیا

۱) ڈاکٹر محمد شعبان اسماعیل کا شمار معاصر علماء میں ہوتا ہے، آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۹ء ہے، مصر کے ضلع شرقی سے، ابتدائی تعلیم حاصل کی اور پھر قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد، جامعہ الازہر سے علوم القرآن میں تخصص کی ڈگری حاصل کی، اسی یونیورسٹی کے شریعہ فیکلٹی سے اسلامی اور عربی علوم میں گریجویشن کیا پھر ایم اے، اور بعد میں اصول فقہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اسی یونیورسٹی کے شریعہ فیکلٹی میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب، سوڈان اور قطر میں بعض اسلامی یونیورسٹیوں میں بطور لکچرر کام کیا۔ الازہر میں اسلامی ریسرچ اکیڈمی اور مصر میں اسلامی معاملات کے لئے اعلی درجے کی اسلامی امور کے اسلامک فقہاء انسائیکلوپیڈیا کمیٹی میں رکن کے طور پر کام کیا۔ آج کل ام القری یونیورسٹی کے گریجویٹ ڈیپارٹمنٹ، قسم القراءات، میں ایک پروفیسر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ آپ کی تالیفات کا دائرہ، قرآن کریم، تفسیر، سائنس، اسلامی ثقافت فقہ و شریعت کے گرد گھومتا ہے۔ آپ کی تالیفات میں " المدخل لدراسة القرآن والسنة والعلوم الإسلامية، مصادر التشریع الإسلامی و موقف العلماء منها، اصول الفقہ تاریخہ ورجالہ، معراج المنہاج شرح منہاج الوصول للجزری" کو خاصی شہرت حاصل ہے۔ (المدخل إلی علم القراءات ڈاکٹر محمد شعبان اسماعیل، مکتبہ سالم مکہ مکرمہ، ص ۱۵۱)

۲) سد الذرائع بین الالغاء والاعتبار، ڈاکٹر محمد شعبان اسماعیل، مکتبہ سالم مکہ مکرمہ، ص ۳۳۲۔

بلکہ اس کے عدم حجیت کے قائل ہیں: وہ اہل ظواہر ہیں، جیسا کہ ان کے بارے میں مشہور ہے، کہ وہ عموماً ظاہری نصوص پر انحصار کرتے ہیں"۔

سدالذرائع کے بارے میں فقہاء اور معاصر علماء کی مذکورہ بالا آراء، تطبیقات اور تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ سد ذرائع کا اصول جمہور علماء، اور ائمہ اربعہ کے نزدیک قابل عمل ہے جیسے کہ فقہ مالکی میں دیگر مذاہب کے مقابلہ میں علماء مالکیہ نے "سد ذرائع" کے اصول سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔انہوں نے فقہ کے مختلف ابواب میں نہ صرف اس اصول کا اطلاق کیا ہے بلکہ ان کے ہاں یہ استنباط احکام میں ایک معتبر اصول ہے۔

امام مالکؒ سدالذرائع "کو اصول الفقہ میں اصل کا درجہ دیتے ہیں۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک بھی سد ذرائع قابل اعتماد اصول ہے۔ وہ بھی اس کو معتبر قرار دیتے ہیں، جیسے کہ علامہ ابن القیمؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "اعلام الموقعین" میں سد ذرائع پر گفتگو کی ہے۔انھوں نے اس کے اثبات پر ننانوے دلائل ذکر کئے ہیں۔ان کے نزدیک "سد ذرائع" ربع دین ہے۔

احناف اور شوافع بھی اس کے قائل ہیں لیکن صراحۃً استفادہ کی بجائے دیگر عنوانات کے تحت اس کا استعمال کرتے ہیں۔احناف سد ذرائع کی مخصوص اصطلاح کا استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے ہاں اصول استحسان کے ضمن میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جو سد ذرائع کے مفہوم کو تقویت دیتی ہیں۔احناف مصلحت کے حصول کے لئے اصول استحسان کا سہارا لیتے ہیں۔ وہ جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے ایسے قواعد فقہیہ کا استعمال کرتے ہیں جو سد ذرائع کے قریبی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ فقہ حنفیہ میں نہ صرف سد ذرائع کے عملی تطبیق کے آثار موجود ہیں بلکہ ان کے ہاں جو اسباب اور وسائل حرام کی طرف لے جاتے ہیں وہ سب حرام شمار ہوتے ہیں۔ جیسے کہ یہ حسب ذیل اصول حرام وسائل وذرائع کی ممانعت پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں "أن سبب الحرام حرام" "ما أفضى إلى الحرامِ حرام"۔

فقہ شافعیہ کے علماء عقود میں اشیاء کے انجام نتائج اور مآل کے بجائے اس کے ظاہر پر حکم لگاتے ہیں جبکہ بعض مسائل میں قیاس کے ضمن میں ایسے وسائل کو حرام قرار دیتے ہیں جو حرام کا ذریعہ بنتے ہیں۔شوافع کے ہاں ایسے مسائل کا تعلق تحریم الوسائل کے باب سے ہوتا ہے۔ تحریم الوسائل کے ضمن میں ان کے ہاں نہ صرف ایسے مباح وسائل کو روکا جاتا ہے بلکہ ایسے وسائل کو ان کے ہاں حرام بھی قرار دیا جاتا ہے۔

شوافع کے ہاں تحریم الوسائل کا یہ مفہوم دراصل سد ذرائع کا دوسرا نام ہے۔انہوں نے بھی بعض شرائط کے ساتھ سد ذرائع کا اعتبار فقہ کے مختلف ابواب میں کیا ہے؛ البتہ دیگر ائمہ کے مقابلہ میں شوافع نے اس سے کم استفادہ کیا ہے۔ فقہ شافعیہ کے مذکورہ بالا مثالوں میں سد ذرائع کی عملی تطبیق واضح نظر آتی ہے۔دوسرے لفظوں میں احناف کے ہاں

جو مفہوم سد ذرائع کے لئے "وَالْوَسِيلَةُ إِلَى الشَّيْءِ حُكْمُهُ حُكْمُ ذَلِكَ الشَّيْءِ" کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے، شوافع کے ہاں وہ مفہوم تحریم الوسائل کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔ فقہ شافعیہ میں اسکی حیثیت کسی ضابطہ سے زیادہ نہیں۔ شوافع اس کا اطلاق اس صورت میں کرتے ہیں جب ذریعہ متذرع الیہ کے حصول کے لئے لازم ہو۔ وہ فقط ایسے ذرائع کو روکتے ہیں جو لازمی طور پر حرام کی طرف لے جاتے ہوں، جیسے کہ امام شافعی کی مثال میں جب کوئی شخص اپنے زائد پانی کو روکتا ہے تو لازمی طور پر اس کے نتیجے میں نہ صرف چرواہوں کے مویشی اس کے پانی سے محروم ہو جاتے ہیں بلکہ آس پاس کی نباتات بھی خشک ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی مخلوقات اس فیض ربانی سے محروم ہو جاتی ہیں۔ مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء کے نزدیک سد ذرائع میں اختلاف کی نوعیت فقط لفظی ہے۔ مذاہب اربعہ میں اس کی نہ صرف عملی تطبیقات پائی جاتی ہیں بلکہ مختلف مذاہب کے علماء اس پر عمل پیرا بھی رہے۔

# بابِ دوم

## اسلامی حدوداور سدالذرائع

فصلِ اوّل: حدود کی تعریف اقسام اور ضرورت

فصلِ دوم: حد سرقہ، حد حرابہ اور سدالذرائع

فصلِ سوم: حد قذف، حد زنااور سدالذرائع

فصلِ چہارم: حد شرب خمر و قصاص،اور سدالذرائع

# فصلِ اوّل

## حدود کی تعریف اقسام اور ضرورت

شریعت نے معاشرتی جرائم پر جو سزائیں مقرر کی ہیں، فقہا کی اصطلاح میں انھیں 'حدود' کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں پہلے "حد" کی لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کیے جاتے ہیں۔

### حد کے لغوی معنی

حد عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کی جمع "حدود" ہے۔ یہ ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے۔ لغت میں حد سے مراد " الفصل بين الشيئين" ہے۔ یعنی یہ دو چیزوں کے درمیان حد فاصل کے طور پر آتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے الگ رہیں۔" (۱)

امام راغب اصفہانی اس سے متعلق لکھتے ہیں:

الحد الحاجز بين الشيئين الذ ي يمنع اختلاط أحدهما بالآخر، يقال حددت كذا جعلت له حدا يميز و حد الدار ما تتميز به عين غيرها(۲)

حد وہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حد فاصل قائم کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے اختلاط سے روکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ حد لگادی یعنی خط کھینچ دیا تاکہ تمیز ہو سکے اور گھر کی حد جو اسے دوسرے گھر سے علیحدہ کرتی ہے وہ اس کا خط ہوتا ہے۔

حرام چیزوں کو بھی حدود کہا جاتا ہے، کیونکہ محرمات ہی سزاؤں کا سبب ہوتے ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا﴾ (۳)

"یہ اللہ کی حدیں ہیں پس اس کو توڑنے کے نزدیک نہ جاؤ"۔

حد روکنے اور سزا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ کیونکہ حدود کا مقصد لوگوں کو گناہوں سے روکنا ہے۔(٤)

جیسا کہ حدیث میں لفظ حد کسی جرم کی سزا کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔

---

۱) لسان العرب، ابن منظور، ۱۴۰/۳۔

۲) المفردات فی غریب القرآن: ۱۰۹۔

۳) البقرۃ، ۱۸۷۔

۴) مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، خطیب الشربینی، محمد بن احمد، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۴ء، ۱۵۵/۴۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« ادفعوا الحدود ما وجدتم لهُ مدفعا »- (۱)

جہاں تک حد لگانے سے بچاؤ کی گنجائش ملے، تم حد رفع کرو۔

اس کے علاوہ "حد" کا لفظ "سرحد، رکاوٹ، انتہا اور مانع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔" (۲)

امام کاسانیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"الحد في اللغه عبارة عن المنع ومنه سمي البواب حدادا لمنعه الناس من الدخول"-(۳)

" لغت میں حد سے مراد منع کرنا ہے، اور اسی سے دربان کے لئے بواب کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے منع کرتا ہے"۔

حد کی مذکورہ لغوی تصریح سے یہ معلوم ہوا کہ حد وہ منتہاء، باڑھ، ڈیڈ لائن اور رکاوٹ ہے جس سے آگے جانا ممنوع ہے۔ حدود اللہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور سے منع کیا ہے اور اللہ نے یہ باڑھ لگادی ہے جس سے گزر جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

## حد کا اصطلاحی مفہوم

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

"وفي الشرع الحد اسم لعقوبة مقدرة تجب حقالله تعالىٰ ولهذا لايسمىٰ التعزير حداً لأ نه غير مقدرة ولا يسمىٰ به القصاص لأ نه حق العبد"-(٤)

شریعت میں حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے اس لئے تعزیر کو حد سے موسوم نہیں کرتے کہ وہ غیر مقرر کردہ سزا ہے اور نہ ہی قصاص کو حد کا نام دیا جاتا ہے کہ وہ حق اللہ نہیں حق العبد ہے۔

---

۱) سنن ابن ماجه:رقم الحديث، ٢٥٤٥، كِتَابُ الْحُدُودِ (بَابُ السِّتْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ وَدَفْعِ الْحُدُودِ بِالشُّبُهَاتِ)

۲) تاج العروس، سید مرتضیٰ زبیدی، ۶/۸، الصحاح اسماعیل بن حماد الجوہری، فصل الحاء، دار العلم للملایین بیروت ۱۹۹۰ء، ۶۲/۲۔

۳) بدائع الصنائع، للکاسانی، جمالیہ مصر، ٣٣/٤۔

۴) المبسوط، محمد بن أحمد بن أبی سھل السرخسی، دار المعرفة بیروت، ١٩٩٣ء، ٣٦\٩۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"الحد في الشريعة عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالیٰ(۱) عز شانه بخلاف التعزير فانه ليس بمقدر قد يكون بالضرب وقد يكون بالحبس وقد يكون بغيرهما بخلاف القصاص فانه وان كان عقوبة مقدرة لكنه يجب حقا للعبد حتى يجري فيه العفو والصلح سمي هذا النوع حدا"-(۲)

شریعت میں حد کی سزا ایک مقررہ سزا ہے جو بطور حق الٰہی واجب ہے جب کہ تعزیر ایک صوابدیدی سزا ہے، جو پہلے سے طے شدہ نہیں ہے، یہ ضرب کی صورت میں ہو سکتی ہے، قید کی صورت میں ہو سکتی ہے اور کبھی ان دونوں کے بغیر بھی ہو سکتی ہے، جب کہ قصاص اگرچہ ایک متعین سزا ہے، لیکن یہ بندے کے حق کے لئے ضروری ہے جب تک کہ معافی اور صلح نہیں ہو جاتی، اس قسم کو حد کہا جاتا ہے۔

آسان لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ حد سے مراد شرعاً مقرر کردہ وہ سزا ہے جو (مجرم کے لیے) بطور حق الٰہی واجب ہے۔ "شرعا مقرر کردہ سزا" سے مراد جس کی تصریح کتاب وسنت یا اجماع میں موجود ہو۔ لہٰذا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔ اس قید سے تعزیر کی سزا خارج ہو جاتی ہے کیونکہ تعزیری سزا مقرر نہیں۔ تعزیری سزا قاضی کی صوابدید پر ہے ۔اسے اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے پیش نظر کسی بھی سزا کا تعین کرے خواں وہ قید ہو جرمانہ ہو یا جلاوطنی ہو جبکہ حد کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

"بطور حق الٰہی" سے مراد جس کا تعلق حقوق العباد کے بجائے حقوق اللہ سے ہو۔ جس جرم کا فساد مصلحت عامہ کو نقصان پہنچائے اور اس جرم پر مبنی سزا عوام کے وسیع تر مفاد میں ہو تو اس کی سزا کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے۔ ایسے جرم پر سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ مصلحت عامہ کا تحفظ یقینی ہو اور اس سزا میں معافی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ مذکورہ قید سے قصاص بھی حد کی تعریف سے خارج ہو جائے گا کیونکہ قصاص کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

## جرائم اور حدود میں فرق

جرائم وہ ممنوعہ اعمال یا کاروائیاں ہیں جو معاشرتی قوانین کے خلاف سرزد ہوتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک عمل کسی خاص جغرافیائی علاقے یا ملک میں قانونی ہو سکتا ہے لیکن دوسرے علاقے یا ملک میں غیر قانونی ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک عمل جسے ایک ملک میں مجرمانہ قرار دیا جائے، وہی عمل کسی دوسرے ملک میں قانونی بھی ہو سکتا ہے جبکہ حدود وہ شرعی

---

۱) مغنی المحتاج، محمد الخطیب الشربینی الشافعی، دار الفکر، بیروت، ۱۵۵/۴۔

۲) بدائع الصنائع، للکاسانی، مطبع جمالیہ مصر، ۳۳/۷، فتح القدیر، ابن ہمام، المطبعۃ الامیریہ، ۱۳۱۵ھ۔ و ۳۱۵/۴۔

قوانین یا اصول ہیں جس کا تعین شارع کی جانب سے کیا گیا ہے۔اس میں بعد از مرافعہ معافی کی گنجائش نہیں۔مثال کے طور پر، زنا، قذف، سرقہ اور حرابہ وغیرہ اسلامی حدود کے تحت جرائم ہیں اور یہ زمان و مکان کے قیود سے آزاد اور غیر متبدل ہیں۔اسلامی نظام میں، حدود کا نفاذ اسلامی تعلیمات اور احکام کی بجاآوری ہیں جبکہ جرائم وہ بے ضابطگیاں ہیں جو معاشرتی یا اخلاقی قواعد کے خلاف ہوتی ہیں۔ایک شخص جب جرم کرتا ہے اور اس کا ثبوت حاصل کیا جاتا ہے، تو اس کو مقامی قانون کے تحت سزا دی جاتی ہے اور بسا اوقات جرمانہ لے کر معاف بھی کیا جاتا ہے جبکہ اگر اس جرم کا ارتکاب اسلامی علاقہ میں ہو تو تمام شرائط کی تکمیل کے بعد اسلامی حدود کا قیام ہر حال میں نافذ العمل ہوگا۔مثال کے طور پر "چوری" کے جرم کی سزا حد سرقہ ہے نہ کہ مالی جرمانہ۔ایک مسلمان کے لئے، اسلامی حدود کے متعلق قوانین قرآن وحدیث سے اخذ کئے جاتے ہیں جبکہ جرائم کے بارے میں جرمانہ کی سزا سے متعلق رہنمائی وضعی قوانین سے لی جاتی ہیں۔

## حدود کی اقسام

ڈاکٹر عبدالکریم زیدانؒ اسلامی سزاؤں کی تقسیم کے متعلق لکھتے ہیں:

"الجرائم على اختلاف أنواعها يجمعها جامع واحد هو أنها محظورات شرعية معاقب عليها وقد قسمها الفقهاء إلى ثلاثة أنواع بالنظر إلى نوع عقوبتها، وهي: جرائم الحدود وجرائم القصاص والديات، وجرائم التعزير"-(۱)

جرائم کی اقسام کے مختلف ہونے کے باوجود ان میں ایک جامع اصول کارفرما ہے کہ جملہ جرائم شرعی طور پر ممنوع ہیں اور قابل سزا ہیں اور فقہاء کرام نے سزا کی نوعیت کے پیش نظر ان کو تین انواع میں منقسم کیا:

۱۔حدود کے جرائم، ۲۔قصاص ودیات کے جرائم، ۳۔تعزیر کے جرائم۔

فقہاء کے نزدیک حدود کے جرائم کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض کے نزدیک قابل حد جرائم تین ہیں، بعض کے نزدیک چھ، بعض کے نزدیک آٹھ، بعض کے نزدیک گیارہ اور بعض نے سترہ جرائم کو جرائم حد قرار دیا ہے۔ ذیل میں مذاہب اربعہ سے مشہور فقہاء کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

علامہ ابن رشدؒ المالکی(۲) لکھتے ہیں:

---

۱) اصول الدعوۃ، عبدالکریم زیدان، مؤسسۃ الرسالۃ۱۹۷۶، ص ۲۶۹۔

۲) ابن رشد ان کا پورا نام "ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبیؒ الاندلسی" ہے، ایک عظیم مسلمان فلسفی تھا، ۱۱۲۶ کو قرطبہ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۸ کو وفات پائی۔ان کا فلسفہ پیرس کی یونی ورسٹیوں میں نصاب کا خصوصی حصہ تھا، ارسطو کے فلسفے پر نہایت سیر حاصل شرحیں لکھیں جن کے

" وَالْجِنَايَاتُ الَّتِي لَهَا حُدُودٌ مَشْرُوعَةٌ أَرْبَعٌ:جِنَايَاتٌ عَلَى الْأَبْدَانِ وَالنُّفُوسِ وَالْأَعْضَاءِ وَهُوَ الْمُسَمَّى قَتْلًا وَجَرْحًا-وَجِنَايَاتٌ عَلَى الْفُرُوجِ وَهُوَ الْمُسَمَّى زِنًا-وَجِنَايَاتٌ عَلَى الْأَمْوَالِ، وَهَذِهِ مَا كَانَ مِنْهَا مَأْخُوذًا بِحَرْبٍ سُمِّيَ حِرَابَةً إِذَا كَانَ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ، بِتَأْوِيلٍ سُمِّيَ بَغْيًا، وَإِنْ كَانَ مَأْخُوذًا عَلَى وَجْهِ الْمُعَافَصَةِ مِنْ حِرْزٍ يُسَمَّى سَرِقَةً، وَمَا كَانَ مِنْهَا يَعْلُو مَرْتَبَةٍ وَقُوَّةِ سُلْطَانٍ سُمِّيَ غَصْبًا-وَجِنَايَاتٌ عَلَى الْأَعْرَاضِ، وَهُوَ الْمُسَمَّى قَذْفًا-وَجِنَايَاتٌ بِالتَّعَدِّي عَلَى اسْتِبَاحَةِ مَا حَرَّمَهُ الشَّرْعُ مِنَ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ، وَهَذِهِ إِنَّمَا يُوجَدُ فِيهَا حَدٌّ فِي هَذِهِ الشَّرِيعَةِ فِي الْخَمْرِ فَقَطْ، وَهُوَ حَدٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"-(۱)

''جن جرائم پر شریعت نے حدود کی سزائیں مقرر کر دی ہیں وہ جرائم چار ہیں: بدن، جان اور اعضاء کی جنایت قتل وجرح کہلاتی ہے، شرمگاہوں کی جنایت کو "زنا" کہا جاتا ہے، اموال کی جنایت کو حرابہ (ڈاکہ زنی) کہا جاتا ہے، جب یہ بغیر تاویل کے لڑائی کے ساتھ لیا گیا ہو، اور جب تاویل کے ساتھ ہو تو بغاوت ہے۔ اور اگر محفوظ جگہ سے بلا رضامندی مالک خفیہ طریقے سے لیا گیا ہو تو اس کو حد ''سرقہ'' کہا جائے گا، اور جو طاقت اور زبردستی سے لیا گیا تو غصب کہلائے گا اور عزت کی جنایت کو قذف کہا جائے گا، اور جن ماکولات اور مشروبات کی حرمت شارع کی طرف سے ہے، ان کو مباح سمجھ کر کرنا، جنایت کہلائے گا اور اس شریعت میں شرب خمر پر حد ہے۔"

علامہ کاسانیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

الحدود خمسة، حد الزنا و حد الشرب و حد القدف و حد السرقه و حد قطع الطريق-(۲)

"حد کی پانچ قسمیں ہیں: زنا کی حد، شراب نوشی کی حد، تہمت کی حد، سرقہ کی حد، زنا کی حد اور ڈکیتی کی حد"۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

"الجنايات الموجبة للعقوبات وهي سبعة: البغى والردة والزنا والقذف والشرب والسرقة وقطع الطريق"-(۳)

"جن جرائم پر (حد کی) سزا مقرر ہے، وہ سات ہیں: بغاوت، ارتداد، زنا، تہمت، شراب نوشی، چوری اور ڈاکہ"۔

---

لاطینی اور عربی کے علاوہ یورپ کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ آپ صرف فلسفی نہ تھے بلکہ ایک نقاد و متکلم اور ایک نکتہ سنج فقیہ بھی تھے۔ طب، فقہ واصول فقہ، علم کلام، علم ہیئت، علم نحو الغرض ہر موضوع پر آپ نے یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپکی مشہور تصانیف یہ ہیں: تھافت التھافت فی الرد علی الغزالی، منھاج الادلۃ، جوامع کتب ارسطاطالیس، تلخیص کتاب النفس۔ آپ کی تصنیف 'بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد' شہرہ آفاق اہمیت کی حامل ہے۔ (ابن رشد، سوانح عمری، علم کلام اور فلسفہ، محمد یونس انصاری، دار الشعور ۲۰۱۰، مزنگ روڈ بک سٹریٹ لاہور ص ۴۰۸۲، ۳۱)

۱) بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ابن رشد، ۱۷/۶، دار الکتب بیروت لبنان۔

۲) بدائع الصنائع، الکاسانی، مطبع: جمالیہ ۳۳/۴۔

۳) الوسیط فی المذہب ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، تحقیق: احمد محمود ابراہیم, محمد محمد تامر، دار السلام، القاہرۃ، ۴۱۳/۶۔

جبکہ فقہ حنبلیہ میں حدود کے جرائم: زناء، قذف، شراب نوشی، سرقہ، حرابہ، بغاوت، ارتداد ہیں۔(۱)

فقہ حنفی میں قابل حد پانچ جرائم ہیں، اس تحقیق میں حدود کے ان پانچ جرائم کو زیر بحث لایا جائے گا: حدِ سرقہ، حد قذف، حدِ زنا، حدِ شرب خمر حدِ حرابہ۔ مذکورہ جرائم میں سے چار جرائم قرآن پاک میں صراحتا مذکور ہیں جب کہ حد شرب خمر حدیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ ان کے علاوہ باقی جرائم میں تعزیری سزا دی جاتی ہے۔

## حدود کی ضرورت اور اہمیت

اسلام نے جرائم کی بیخ کنی اور مفاسد کے خاتمہ کے لئے حدود و تعزیرات کا منظم نظام دیا جو جرائم کی انسداد میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ عبدالرحمن الجزری حدود کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والحدود في الإسلام ثابتة بآيات القرآن الكريم مثل آية الزنا، وآية السرقة، وآية قذف المحصنات، وآية المحاربة، وآية تحريم الخمر، وغير ذلك, كمل أنا ثابتة بالأحاديث النبوية الواردة في الحدود، وفعل رَسُول اللَّهِ صَلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مثل حديث ماعز، وحديث الغامدية، وحديث العسيف، وحديث نعيمان، وغيرها من الأحاديث الثابتة. وثابتة بفعل الصحابة ، وعليه إجماع الأمة. كما أن العقل السليم يقرها ويؤيدها، لأن الطباع البشرية، والشهوة النفسانية، مائلة إلى قضاء الشهوة، واقتناص الملاذ، وتحصيل مطلوبها ومحبوبها، من الشرب، والزنا، والتشفي بالقتل، وقطع الأطراف، وأخذ مال الغير، والاستطالة على الناس بالسب والشتم، خصوصاً من القوي على الضغيف، ومن الكبير على الصغير. فاقتضت الحكمة شرع هذه الحدود حسماً لهذا الفساد أن يستشري، وزجراً عن ارتكابها، حتى يبقى العالم على طريق الاستقامة والأمان. فإن عدم وجود الزواجر في العالم يؤدي إلى انحرافه، وفيه من الفساد ما لا يخفى"۔(۲)

اسلام میں حدود قرآن کی آیات سے ثابت ہیں جیسے زنا کی آیت، چوری کی آیت، محصنات پر قذف کی آیت، حرابہ کی آیت، شراب کی ممانعت کی آیت وغیرہ، اسی طرح یہ احادیث نبوی سے بھی ثابت ہیں جو حدود میں وارد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ثابت ہیں جیسے کہ حدیث ماعز، حدیث غامدیہ، حدیث عسیف، حدیث نعیمان اور دیگر ثابت شدہ احادیث۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ صحابہ کرام رضي اللہ عنھم کے عمل سے بھی ثابت ہیں، نیز اس پر امت کا اجماع ہے۔ عقل سلیم ان حدود کی تائید کرتی ہے کیونکہ انسانی سرشت میں انتہائے حصول لذت اور سرور کے جذبات موجود ہیں، جن کی تکمیل انسان مے نوشی، زنا، قتل، اعضاء بریدگی، دوسرے

---

۱) دقائق اولی النہی لشرح المنتہی المعروف بشرح منتہی الإرادات منصور بن یونس بن إدریس البہوتی الحنبلی عالم الکتب الطبعۃ: الأولی، ۱۹۹۳م

۲) الفقہ علی المذاہب الأربعہ، عبدالرحمن بن محمد عوض الجزیری، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان طبع: دوم، ۲۰۰۳م، ۵/۱۱۔

کا مال چھین لینا اور لوگوں کو برا بھلا کہہ کر، طاقت ور کا کمزور پر اور بڑے کا چھوٹے پر زیادتی کرنا ہے۔ اس لئے تقاضائے حکمت یہی ہے کہ حدود مقرر کی جائیں تاکہ فساد نہ پھیلے اور لوگ جرائم کے ارتکاب سے باز رہیں۔ اور دنیا میں امن وسکون برقرار رہے اور اگر یہ حدود نہ ہوں تو لوگ راستے سے بھٹک جائیں گے اور فساد برپا ہو گا۔

**شاہ ولی اللہ دہلویؒ حدود کے حوالہ سے لکھتے ہیں:**

" اعلم أن من المعاصى ما شرع الله فيه الحد وذالك كل معصية جمعت وجوها من المفسدة بأن كان فسادا في الارض واقتضابا على طمأنينة المسلمين وكانت لها داعية في نفوس بني آدم لاتزال تهييج فيها ولها ضراوة لايستطيعون الاقلاع منها بعدأن أشربت قلوبهم بها وكان فيه ضررلا يستطيع المظلوم دفعه عن نفسه في كثيرمن الاحيان وكان كثير الوقوع فيما بين الناس فمثل هذه المعاصى لا يكفى فيها الترهيب بعذاب الاخرة بل لابد من اقامة ملامة شديدة عليها وايلام ليكون بين أعينهم ذلك فيردعهم عمايريدونه"(۱)

یہ جان لینا چاہیے کہ بے شک کچھ گناہوں میں اللہ نے حد کو مقرر کیا ہے۔ اور یہ وہ گناہ ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں فساد پیدا ہوتا ہے اور معاشرے کا امن تباہ ہو جاتا ہے۔ دوسرا ان جرائم کو بار بار کرنے سے انسانی نفس کو ان کی عادت پڑ جاتی ہے پھر جرم سے باز رہنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات مظلوم کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ان مجرموں کے مقابلے میں اپنا تحفظ کر سکے۔ اگر ان جرائم کی روک تھام نہ کی جائے تو ان کے خاتمے کیلئے محض آخرت کا خوف کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے سخت سزاؤں کا نفاذ ضروری ہوتا ہے تاکہ یہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہو کہ انہیں اس سے باز رکھے جس کا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔

اسلامی حدود بندوں کو گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتی ہیں اور ان کا خوف انسان اور جرم کے درمیان حائل رہتا ہے۔ جرائم کے خاتمہ کے لئے حدود کی جو سزائیں مقرر کی ہیں، وہ نہ صرف اصلاح نفس و معاشرہ کے لئے کام آتی ہیں بلکہ یہ لوگوں کی جان ومال، عزت وآبرو کی محافظ بھی ہیں اور دنیا میں باعث امن اور آخرت کے لئے فوز وفلاح کا ضامن ہے۔

**ڈاکٹر عبد القادر عودہؒ سزا کے حوالے سے لکھتے ہیں:**

"العقوبة هى الجزاء المقرر لمصلحة الجماعة على عصيان امر الشارع والمقصود من فرض عقوبة على عصيان امر الشارع هواصلاح حال البشر وحمايتهم من المفاسد و استنقاذهم من الجهالة وارشادهم من الضلالة وكفهم عن المعاصى وبعثهم على الطاعة"۔(۲)

---

۱) حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی، دار الجیل، بیروت، لبنان، ۲/ ۲۴۴۔

۲) التشریع الجنائی الاسلامی، ڈاکٹر عبد القادر عودہ، دار الکتب العربی بیروت ۱/ ۶۰۹۔

"سزا وہ سرزنش ہے جو اجتماعی مفاد کی خاطر شارع کے حکم کی نافرمانی پر دی جاتی ہے اور شارع کے حکم کی نافرمانی پر اسکی فرضیت سے مقصود یہ ہے کہ اس میں انسانیت کی اصلاح، مفاسد سے ان کی حفاظت، جہالت سے ان کا بچاو، گمراہی پر ان کی رہنمائی، گناہوں سے ان کا روکنا اور فرماں برداری پر برانگیختہ کرنے کو یقینی بنایا جائے"۔

مزید لکھتے ہیں:

"ان تكون العقوبه بحيث تمنع الكافة عن الجريمه قبل وقوعها فاذا ما وقعت الجريمة كانت العقوبة بحيث تؤدب الجاني على جنايته و تزجر غيره عن التشبه به وسلوك طريقه"۔(۱)

"سزا اس نوعیت کی ہو کہ ارتکاب جرم سے پہلے ہی سب کو روکے، لیکن اگر جرم سرزد ہو جائے تو سزا پھر ایسی ہو کہ مجرم کے جرم کی اصلاح کر سکے اور دوسروں کی زجر و توبیخ کا ذریعہ بن سکے تاکہ دوسروں کو اس کی تقلید اور اس کے راستہ پر چلنے سے روکا جا سکے"۔

اس حوالے سے ڈاکٹر تنزیل الرحمان لکھتے ہیں:

تمام حدود کے نفاذ کا مقصد معاشرے کی حفاظت ہے کیوں کہ یہ اللہ کا حق ہے کہ اجتماعی زندگی کی حفاظت کی جائے۔ اسی طرح وہ تمام کام جن میں فقہائے امت نے اللہ تعالی کے حق کو غالب تصور کیا ہے، ان میں اشخاص کے انفرادی حقوق کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ اجتماعی زندگی کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور اشخاص کے انفرادی مفاد کو اس کے تابع قرار دیا جاتا ہے۔(۲)

اسلام میں حدود کی سزائیں نہ صرف امن و امان کو قائم رکھتی ہیں بلکہ جارحیت اور ظلم کا خاتمہ بھی کرتی ہیں۔ شرعی سزاؤں سے متعلق جو احکامات قرآن و سنت میں قتل، زنا، چوری، قذف اور محاربہ کے حوالے سے مذکور ہیں وہ لامحالہ معاشرتی جرائم کے سد باب میں موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے اگر کوئی کسی کو بغیر وجہ کے ناحق قتل کردے، تو اس ظالم سے قصاص لیا جائے گا اور قصاص لینے میں انسانیت کی بقاء ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چوری کا جرم کرے، تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر کوئی کسی کے ساتھ زنا کرے، تو اسے سنگسار یا کوڑے لگائے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی مرتد ہو جائے، تو اسے سزائے موت کی سزا دی جاے کیونکہ اس نے سر تسلیم خم کرنے کے باوجود اسلام اور اسلامی نظام سے غداری کی۔ ڈاکو اور رہزن پر حد حرابہ نافذ کیا جائے گا تاکہ معاشی جرائم کا خاتمہ ہوں۔ شریعت کی تجویز کردہ یہ سزائیں معاشرتی

۱) التشریع الجنائی الاسلامی، ڈاکٹر عبدالقادر عودہ، دار الکتب العربی بیروت ۶۰۹/۱

۲) جرم و سزا کا اسلامی تصور، جسٹس تنزیل الرحمٰن، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد ص ۱۲۰۔

جرائم اور ان کے تدارک کے لیے، جرم کی سنگینی کے لحاظ سے مقرر ہیں، تاکہ لوگوں کے دلوں میں سزا کا خوف پیدا ہو اور وہ دوبارہ ارتکاب جرم کی ہمت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحیمی کے باوجود، حدود کے معاملے میں فرماتا ہے:

﴿ولا تأخذكم بهما رأفة فى دين الله﴾۔(۱)

"اور تمہیں اللہ کے دین میں ان دونوں پر ترس نہ آئے"۔

یہی وجہ ہے کہ اگر مخصوص حالات میں معمول کی سزائیں جرائم کی روک تھام کے لیے موثر ثابت نہ ہوں یا ایک جرم بیک وقت کئی جرائم کا مجموعہ بن جائے تو اضافی سزاؤں کا نفاذ بھی عمل لایا جاسکتا ہے۔

جیسے ابن العربیؒ لکھتے ہیں:

وهذا ما لم يتتابع الناس فى الشر ولا احلولت لهم المعاصى حتى يتخذوها ضراوة ويعطف الناس عليهم بالهوادة فلا يتناهوا عن منكر فعلوه فحينئذ تتعين الشدة ويزيد الحد لاجل زيادة الذنب وقد اتى عمر بسكران فى رمضان فضربه ماءة، ثمانين حد الخمر وعشرين لهتك حرمة الشهر فهكذا يجب ان تتركب العقوبات على تغليظ الجنايات وهتك الحرمات(۲)

یہ سزا اس صورت میں ہے جب لوگ جرم کے خوگر نہ ہو چکے ہوں اور وہ انھیں اتنا مرغوب نہ ہو چکا ہو کہ انھوں نے اسے مستقل عادت بنالیا ہو۔ اگر یہ صورت ہو اور جرم کی سنگینی کا احساس ختم ہو جانے کے باعث لوگوں نے ایک دوسرے کو اس سے روکنا بھی چھوڑ دیا ہو تو جرم کی شناعت بڑھ جانے کے باعث سزا کی سختی اور مقدار میں اضافہ ضروری ہو جائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رمضان میں ایک شرابی کو لایا گیا تو انھوں نے اسے سو کوڑے لگوائے جن میں سے ۸۰ شراب نوشی کی سزا کے تھے اور بیس رمضان کی حرمت کو پامال کرنے کی۔ اگر جرم کی سنگینی میں اضافہ ہو جائے اور دوسری حرمتیں بھی پامال کی گئی ہوں تو سزائیں بھی اسی طرح اضافی ہونی چاہییں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"إن المقصود من مشروعية الحدود والتعزيرات هو زجر الناس وردعهم عن ارتكاب المحظورات وترك المأمورات، دفعا للفساد في الأرض ومنعا من إلحاق الضرر بالأفراد والمجتمعات"۔(۳)

---

۱) النور:۲۔

۲) احکام القرآن، ابن العربی، ۳۳۵/۳۔

۳) ایضا، ۶۰۰/۲۔

"حدود اور تعزیری سزاوں کے قیام کا مقصد لوگوں کی زجر وتوبیخ کرنا ہےاوران کو ممنوعات کے ارتکاب اور مامورات کے ترک سے روکنا ہے، تاکہ زمین میں فساد کو روکا جاسکے اور افراد اور معاشروں کو نقصان سے بچایا جاسکے"۔

شرعی حدود کا مقصد جہاں ایک طرف معاشرے سے ظلم اور فساد کا ازالہ ہے تو دوسری طرف اس کا مطمح نظر حصول مصالح اور مجرموں کی اصلاح ہے۔ اسلام میں سزا کسی گناہگار مسلمان کے حق میں رحمت سے کم نہیں کیونکہ جب ایک مسلمان کو دنیا میں اس کے جرائم کی شرعی سزا مل جاتی ہے تو قیامت کے دن اس سے بازپرس نہیں ہوگی۔اس لئے کہ دنیا میں وہ اپنے جرائم کی سزا پاچکا ہوتا ہے۔ابن تیمیہؒ شرعی سزاوں کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الْعُقُوبَاتُ الشَّرْعِيَّةُ إِنَّمَا شُرِعَتْ رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ تَعَالَى بِعِبَادِهِ فَهِيَ صَادِرَةٌ عَنْ رَحْمَةِ الْخَلْقِ وَإِرَادَةِ الْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَلِهَذَا يَنْبَغِي لِمَنْ يُعَاقِبُ النَّاسَ عَلَى ذُنُوبِهِمْ أَنْ يَقْصِدَ بِذَلِكَ الْإِحْسَانَ إِلَيْهِمْ وَالرَّحْمَةَ لَهُمْ كَمَا يَقْصِدُ الْوَالِدُ تَأْدِيبَ وَلَدِهِ وَكَمَا يَقْصِدُ الطَّبِيبُ مُعَالَجَةَ الْمَرِيضِ"-(۱)

"شرعی سزائیں اللہ تعالی کی طرف سے اپنے بندوں پر ازروئے رحمت مشروع کی گئی ہیں۔ یہ بندوں پر اللہ کی رحمت اوران پر احسان کے ارادہ سے صادر ہوتی ہیں۔ لہذا جو شخص لوگوں کو ان کے گناہ کی سزا دے وہ بھی اس کے ساتھ احسان اور رحمت کا قصد کرے۔ جس طرح باپ اپنی اولاد کی سرزنش میں کرتا ہے اور طبیب مریض کے علاج میں کرتا ہے"۔

## حدود میں انسداد جرائم کا ضمنی پہلو

اسلامی حدود کی اہمیت کے پیش نظر، فقہ جنائی کے ماہرین نے حدود کا ایک مقصد (deterrence)(۲) بیان کیا ہے۔ یعنی حدود کا نفاذ، بہت سے ایسے افراد کے حوصلہ پست کرنے کا موجب ہوتا ہے جو کسی جرم کے ارتکاب کا ارادہ کررہے ہوتے ہیں۔ فقہ الجنایات میں حدود کا نظام جرائم کے خاتمے کے لیے ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ معاشرتی جرائم کے خاتمے کے لیے فقہ جنائی میں حدود کا قیام بذات خود ترہیبی کردار ادا کرتا ہے، جو نہ صرف بطور سد الذرائع جرائم کے اسباب ومحرکات کا خاتمہ کرتا ہے بلکہ صالح معاشرہ کا قیام بھی یقینی بناتا ہے۔اسی وجہ سے سزا کے معاملے میں کسی مجرم پر ترس کھانا،

---

۱) فتاویٰ ابن تیمیہ، ۵۲۱/۵۔

2) A principle or objective of sentencing a person guilty of a crime which ensures that the punishment is sufficient to deter the guilty person, and others, from committing the same crime.

( Duhaime's Criminal Law Dictionary ،Publisher: Victoria, British Columbia)

مظلوم کے ساتھ نہ صرف ناانصافی کے مترادف ہے، بلکہ ایسا سلوک بذات خود انصاف کی راہ میں رکاوٹ اور فتنہ وفساد کے حصول میں ایک بڑا ذریعہ ہے۔

جیسا کہ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

"فَسُمِّيَتْ الْعُقُوبَاتُ حُدُودًا؛ لِكَوْنِهَا مَانِعَةً مِنْ ارْتِكَابِ أَسْبَابِهَا"-(۱)

"سزاؤں کو حدود اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ حدود اسباب کے ارتکاب سے منع کرتی ہے"۔

انسداد جرائم میں حدود کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے جیسے کہ عبدالرحمن الجزری کی تعریف اس کی واضح دلیل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"معنى الحد في اللغة: المنع، ويطلق على العقوبة التي وضعها الشارع لمرتكب الجريمة، وذلك لأنها سبب في منع مرتكب الجريمة من العودة إليها، وسبب في منع من له ميل إلى الجريمة عن ارتكابها"-(۲)

"لغت میں حد کے معنی: منع کرنا ہے اور اس سزا کا اطلاق شارع کی طرف سے جرم کے مرتکب پر کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ حد جرم کے مرتکب کو جرم کی طرف لوٹنے سے روکنے کا ایک سبب ہے، اور یہ اس شخص کو بھی جرم کے ارتکاب سے روکنے کا ایک سبب ہے جو جرم کی طرف میلان رکھتا ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

"لأن في إقامة الحدود حماية للمجتمع من الفساد، وحفظاً للأمة من الدمار والهلاك، ودواماً لسعادتها وهنائها، وعزها وبقائها، وسبباً لاستتباب الأمن والنظام بين ربوعها، وتثبيتاً للعدالة بين أفرادها"-(۳)

"کیونکہ حدود کا قیام معاشرے کو فساد سے بچاتا ہے، اور امت کو تباہی و بربادی سے بچاتا ہے، اور اس کی سعادت و طمانیت، اس کی شان و شوکت اور اس کی بقا کو قائم رکھتا ہے، اور اس کے علاقوں میں امن وامان قائم کرنے اور آپس میں عدل وانصاف قائم کرنے کا سبب بنتا ہے"۔

علامہ ابن قیم سد الذرائع کے فصل میں حدود کے تحت کہتے ہیں کہ اس کا مقصد انسداد جرائم ہے۔ جرائم پر حدود کا نفاذ گویا سد الذرائع کی عملی تطبیق ہے کیونکہ حدود کے اندر رہبت وعبرت کا پہلو جرائم کی روک تھام میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اسی مناسبت سے وہ اس مفہوم کو سد الذرائع کے فصل میں الْوَجْهُ السَّابِعُ وَالثَّلَاثُونَ کے تحت شامل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

---

۱) المبسوط، السرخسی، ۳٦/۹۔

۲) الفقہ علی المذاہب الأربعہ، عبدالرحمن الجزیری، ۱۱/۵۔

۳) ایضا، ۱۱/۵۔

"أَنَّ اللّهَ تَعَالَى أَوْجَبَ الْحُدُودَ عَلَى مُرْتَكِبِي الْجَرَائِمِ ---وَالْحُدُودُ عُقُوبَاتٌ لِأَرْبَابِ الْجَرَائِمِ فِي الدُّنْيَا كَمَا جُعِلَتْ عُقُوبَتُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بِالنَّارِ إِذَا لَمْ يَتُوبُوا"-(۱)

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے جرائم کے ارتکاب کرنے والوں پر حد واجب کر دی اور حدود مجرموں کی دنیاوی سزائیں ہیں جیسے کہ ان کی سزائیں آخرت میں بھی ہیں جبکہ وہ بغیر توبہ کے مریں ہوں"۔

پیر محمد کرم شاہؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"وہ لوگ جن میں جرائم کے ارتکاب کا میلان پایا جاتا ہے وہ اس خوفناک سزا سے ڈر کر جرائم کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر سزا میں یہ عنصر شامل نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ اس جرم کا سد باب ہو اور کوئی اس کے قریب بھی نہ پھٹکے"۔(۲)

"جو شخص گناہ یا جرم کا ارتکاب کرتا ہے اگرچہ رب تعالیٰ نے روزِ حشر اس کے لیے عذاب مقرر کیا ہے لیکن یہ لوگوں کو ایسے جرم کے ارتکاب سے نہیں روکتا جو دنیاوی زندگی میں عمومی اور خصوصی امور کو نقصان دیتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کے پاس قوت اور طاقت ہوتی ہے کمزور اور ناتواں ان سے اپنا حق لینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس سے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور فساد پھیلتا ہے، اسی لیے حدود کو شرعی طور پر نافذ کیا گیا۔ یہ ہر زمان و مکان کی بشر کی راحت کی کفیل ہیں حتیٰ کہ وہ جرائم ختم ہو جائیں جن کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور ہر وہ فعل جو زمین میں فساد کا سبب بنے۔ اس کی اصلاح صرف سزا کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔"(۳)

مذکورہ تصریحات پر اگر غور کیا جائے تو در حقیقت یہی کردار سد الذرائع کے اصول کا بھی ہے۔ سد الذرائع کے اطلاق سے جہاں ایک طرف جرائم کا خاتمہ یقینی ہو جاتا ہے، تو دوسری طرف یہ جرائم کے اسباب کا تدارک کر کے اس کے پس پشت کارفرماں عوامل اور اس کے ذرائع کو مسدود کرتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے فتنہ وفساد، ظلم وزیادتی، قتل وغارت گری اور جرائم ومظالم کے سد باب کے لئے حدود پر مبنی سخت سزائیں اس لیے مقرر ہیں تاکہ جرائم کے وقوع سے قبل سزاوں کا خوف اور ان کی شدت مجرمین کو ارتکاب جرم سے منع کرے۔ حدود کے اندر انسداد جرائم کا یہ ضمنی پہلو دراصل سد ذرائع کی عملی تطبیق ہے۔ حدود کے نفاذ سے نہ صرف مجرم کو قرار واقعی سزا مل جاتی ہے بلکہ بعد از نفاذ معاشرے میں اس کا خوف

---

۱) إعلام الموقعين، ابن القيم، ۱۱۶/۳

۲) تفسیر ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۲۸۴/۳۔۲۸۴۔

۳) شریعت اسلامیہ کا حکمت و فلسفہ، پروفیسر ذوالفقار علی، زاویہ پبلشرز، لاہور، ص ۲۵۳۔

جرم کا قصد کرنے والوں کے حوصلے پست کر دیتا ہے اور مرتکبین عبرت ناک سزا کا انجام دیکھ کر اپنی اصلاح کر لیتے ہیں اور جرم سے باز آجاتے ہیں۔

## شرعی اور وضعی قانون میں تقابل

اسلامی فوجداری قانون، جسے الہی قانون بھی کہا جاتا ہے، قرآن اور سنت کی تعلیمات سے ماخوذ ہے جو قانونی، اخلاقی، سماجی اور روحانی جہتوں سمیت زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ اسلامی قانون کا بنیادی ہدف انصاف کا قیام، معاشرے کی اصلاح اور امن کا فروغ ہے۔ اسلامی قانون جرائم کو جڑوں سے کاٹتا ہے، اس کے اسباب کا خاتمہ کرتا ہے اور مجرم کی اصلاح پر زور دیتا ہے۔ اسلامی قانون کا مقصد جرائم کی بنیادی وجوہات کو حل کر کے اور اخلاقی اقدار کو فروغ دے کر ایک منصفانہ اور صالح معاشرہ کی تشکیل ہے۔ یہ افراد کو ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں تعلیم دینے، اخلاقی رویے کو فروغ دینے، اور ذاتی اور سماجی ترقی کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کرنے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ اسلام میں سزاؤں کے قانون کو "حدود" کہا جاتا ہے جو مخصوص جرائم کے لیے مقرر ہیں۔ ان سزاؤں کا مقصد رہبت و عبرت کے طور پر کام کرنا اور معاشرے کی مجموعی بہبود کو برقرار رکھنا ہے۔ تاہم، یہ رحم، معافی، اور لوگوں کو توبہ اور اصلاح کی ترغیب بھی دیتا ہے جب کہ وضعی قانون جو کہ عدالتی فیصلوں رسم و عادات اور قانونی نظائر سے ترکیب پاتا ہے اس کا تنظیمی ڈھانچہ عدل سے زیادہ ریاستی نظام کی حمایت کے گرد گھومتا ہے ۔ اسلامی فوجداری قانون کے مقابل عصری قوانین کا نفاذ عموما مجرموں کو پکڑنے تک ہوتا ہے۔ اس میں سزا پر مبنی فیصلے عبرت کے عنصر سے، زیادہ جرمانہ اور قید سنانے کے اصول پر زور دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس میں ان عوامل پر توجہ نہیں دی جاتی جو کسی بھی مجرمانہ رویے میں اصلاحی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلامی قانون میں حدود کے نظام کا مقصد مسلمانوں میں خوف کا عمل پیدا کرنا ہے تاکہ وہ جرائم کے ارتکاب سے حتی المقدور بچیں۔ اسلامی قانون میں تعلیم و تربیت کا بھی اہم کردار ہے۔ اسلام میں تربیتی نظام کے ذریعہ اخلاقی اور اجتماعی قدروں کو فروغ دیا جاتا ہے جو جرائم کو پیدا کرنے والے عوامل کو کم کرتے ہیں۔ اسلامی قوانین جرائم کو پیدا کرنے والے جذبات کو نہ صرف ایڈریس کرتے ہیں بلکہ اسے مقصدیت کی راہ پر گامزن کرتے ہیں، جبکہ وضعی قوانین کی تشریح میں برائیوں کے خاتمے کے لئے ایسے سنجیدہ عوامل کو اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ اس میں انسانی ہمدردی کے نام پر سزا کے عبرت و رہبت کے پہلو سے اغماز برتا جاتا ہے جو کہ مظلوم طبقہ کے ساتھ ناانصافی سے کم نہیں، اس شعر کے مصداق "عشق قاتل سے بھی مقتول سے ہمدردی بھی"۔

فصلِ دوم

# حد سرقہ، حد حرابہ اور سد الذرائع

## سرقہ کی لغوی تعریف

سرَقَ يَسرِق سَرِقَةً وسَرَقًا سے لفظ "السرقة" اسم مصدر ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ يَضْرِبُ ہے۔ اس فعل سے اسم فاعل سارق اور اسم مفعول مسْرُوق آتا ہے۔

سَرَقَ فعل سے متعلق ابن فارس لکھتے ہیں:

"السِّينُ وَالرَّاءُ وَالْقَافُ أَصْلٌ يَدُلُّ عَلَى أَخْذِ شَيْءٍ فِي خَفَاءٍ وَسِتْرٍ"۔(١)

"سَرَقَ فعل میں سین را اور قاف اصل ہے جو کسی چیز کے چھپ کر اور پوشیدہ طریقے سے لینے پر دال ہے"۔

جب کوئی کسی سے مال چوری کرتا ہے تو کہا جاتا ہے:

"سَرَقَ مِنْهُ مَالًا "۔(٢)

اور اسی طرح چپکے سے کان لگا کر سننے کے لئے "اسْتَرَقَ السَّمْعَ"۔(٣) بولا جاتا ہے۔

اور دوزدیدہ نگاہوں سے دیکھنے کے لئے "هو يُسارِقُ النَّظَرَ إليه" (٤) بولا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں سَرَقَ فعل کے مشتقات متعدد جگہ پر مذکور ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ﴾۔(٥)

"(برادران یوسف نے) کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہو تو (کچھ عجب نہیں کہ) اس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی"۔

---

١) معجم مقاييس اللغة أحمد بن فارس المحقق: عبد السلام محمد هارون، دار الفكر ١٩٧٩م، ٣/١٥٤۔

٢) لسان العرب، ابن منظور ١٠/١٥٥۔

٣) مختار الصحاح، زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر مكتبه عصريه - دار النموذجية، بيروت - صيدا، طبع پنجم، ١٩٩٩م، ص١٤٦۔

٤) القاموس المحيط محمد بن يعقوب الفيروز آبادى مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت - لبنان طبع: ہشتم ٢٠٠٥م، ١/٨٩٣۔

٥) يوسف: ٧٧

اسی طرح خفیہ طور پر سننے کے لئے اسْتَرَقَ کا لفظ ذکر ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ﴾-(۱)

"مگر جو سنی ہوئی بات چرالے تو ایک روشن شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے"۔

ایک اور جگہ مسلمان عورتوں کے بیعت سے متعلق یَسْرِقْنَ کا لفظ آیا ہے۔

جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ﴾-(۲)

"اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زناکاری نہ کریں گی اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں"۔

## سرقہ کی اصطلاحی تعریف

فقہ حنفیہ میں اس سے مراد:

"هي أخذ مكلّفٍ خفيةً قدر عشرة دراهم مضروبةٍ محرزةٍ بمكانٍ أو حافظٍ"-(۳)

"کسی مکلف کا خفیہ طریقے سے ڈھلے ہوئے دس درھم کی مقدار لینا کسی ایسی جگہ سے جو محفوظ ہو یا کسی محافظ کی نگرانی میں ہو"۔

فقہ شافعیہ میں اس سے مراد:

"وَهِيَ لُغَةً أَخْذُ الشَّيْءِ خُفْيَةً، وَشَرْعًا: أَخْذُ مَالٍ خُفْيَةً مِنْ حِرْزِ مِثْلِهِ "-(٤)

---

۱) الحجر:۱۸

۲) الممتحنہ:۱۲

۳) کنز الدقائق، حافظ الدین نسفی دار البشائر الاسلامیۃ، دار السراج، طبع اول ۲۰۱۱م، ص۳۶۱۔

۴) نھایۃ المحتاج الی شرح المنھاج، شھاب الدین الرملی دار الفکر، بیروت ۱۹۸۴م، ۷/۴۳۹۔

"لغوی طور پر سرقہ سے مراد کسی شے کو خفیہ طریقے سے لینا اور شرعاً سرقہ سے مراد مال کو خفیہ طریقے سے اس کی مثل حفاظت سے نکالنا ہے"۔

فقہ مالکیہ میں اس سے مراد:

"السَّرِقَةُ فَهِيَ أَخْذُ مَالِ الْغَيْرِ مُسْتَتِرًا مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْتَمَنَ عَلَيْهِ"۔(۱)

"چوری یہ ہے کہ کسی کی سپردگی کے بغیر اس کا مال خفیہ طریقے سے لیا جائے"۔

فقہ حنبلیہ میں اس سے مراد:

"وَهِيَ أَخْذُ مَالٍ مُحْتَرَمٍ لِغَيْرِهِ وَإِخْرَاجِهِ مِنْ حِرْزِ مِثْلِهِ"۔(۲)

"کسی کا مال محترم خفیہ طریقے سے لینا اور اسے اس کی مثل حفاظت سے نکالنا سرقہ کہلاتا ہے"۔

مذکورہ تعریفات کی روشنی میں جب کوئی عاقل بالغ شخص کسی دوسرے کی ملکیت سے خفیہ طور پر ایسا محفوظ مال چرائے جو نصاب یا اس سے زائد ہو، تو وہ شخص سارق کہلائے گا۔ ایسے شخص پر حد سرقہ جاری ہو گی۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (۳)

"چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور سزا کے ان کی کمائی کا بدلہ ہے"۔

جب سرقہ میں مذکورہ شرائط پوری نہ ہوں یعنی سارق عاقل و بالغ نہ ہو، مال متقوم محفوظ نہ ہو، چوری خفیہ طور پر نہ ہو، سرقہ نصاب سے کم ہو تو ان صورتوں میں تعزیری سزا لاگو ہو گی جیسے اچکے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ یہ سامنے سے کوے کی طرح اچک لیتا ہے چوری نہیں کرتا، اسی طرح خائن کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ مالک اپنی مرضی سے اپنا مال امانت رکھتا اور دوسرے کی حفاظت میں دیتا ہے۔ اس لئے مال مالک کی حفاظت میں نہیں رہتا، خائن کی حفاظت میں چلا جاتا ہے جبکہ چور کی حفاظت میں مالک خود اپنا مال نہیں دیتا چور کو اس کی حفاظت میں دخل ہوتا ہے۔ امام مالک، امام شافعی امام احمد اور امام ابو

---

۱) بدایۃ المجتھد و نھایۃ المقتصد، ابن رشد الحفید دار الحدیث قاھرہ ۲۰۰۴م، ۲۲۹/۴۔

۲) کشاف القناع عن متن الاقناع، حسن بن إدریس البھوتی الحنبلی، دار الکتب العلمیہ، ۱۲۹/۶۔

۳) المائدہ: ۳۸

یوسف کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ملکیت مشتبہ ہے اور حفاظت کاملہ بھی نہیں ہے۔ کفن دفن کے بعد باقی ترکہ سے وارثوں کا حق متعلق ہوتا ہے۔ کفن وارثوں کے حق میں سے نہیں دیا جاتا' بلکہ ادائے قرض اور اجراء وصیت سے بھی جو مال بچتا ہے وہ میراث میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے کفن کے مالک وارث نہیں ' نہ میت کفن کی مالک ہے۔ مالک ہونے کی مردہ میں صلاحیت ہی نہیں۔ دنیوی اعتبار سے مردہ کا شمار جمادات میں ہے۔ قبر کوئی محفوظ مقام نہیں۔ قبر کی مثال جنگل میں اس گھڑے کی طرح ہے جس پر نہ محافظ نہ چوکیدار اور نہ ہی تالا ہوتا ہے۔ قطع ید کی "یہ سزا نبی ﷺ نے اپنی حیات میں دی جیسا کہ احادیث صحیح میں بکثرت وارد ہے۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین سے لے کر خلفاء بنی العباس تک اسی قانون پر عمل درآمد ہوتا رہا اور شاہان اسلام کے دور حکومت میں قضاۃ اور حکام یہ حد جاری کرتے رہے"۔(۱)

## انسداد سرقہ میں قطع ید بطور سد الذرائع

اسلامی نظام معیشت میں معاشی استحکام کی خاطر جہاں اکتناز دولت اور ارتکاز دولت کی تمام قبیح صورتیں بمعہ اس کے ذرائع حرام و ممنوع ہیں اور اسے جنایت بر اموال تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حفظ مال کی مصلحت کے پیش نظر سرقہ حرابہ غصب اور اس کے جملہ اسباب و ذرائع بھی حرام و ممنوع ہیں۔ شارع نے جس طرح کسی مسلمان کی عزت اور جان کو قابل احترام قرار دیا ہے اسی طرح اس کے مال کو بھی قابل احترام گردانا ہے اور اس کی چوری کو ایک سنگین مالی جرم قرار دیا ہے کیونکہ چوری سے معاشرے میں مالی فساد کا خطرہ پیدا ہوتا ہے، لوگوں کے اموال کا تحفظ غیر یقینی ہو جاتا ہے، ظلم و زیادتی میں اضافہ ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر معاشی عدم استحکام کا نیا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں سرقہ کے گھناونے فعل کی سزا قطع ید (ہاتھ کاٹنا) ہے کیونکہ ہاتھ ہی اس کا ظاہری سبب ہے۔

جو ہاتھ مال معصوم ،مال محفوظ اور مال غیر کے لئے تجاوز و تعدی کا باعث ہو، جو حلال و حرام کے حدود کی تمیز برقرار نہ رکھتا ہو، تو ایسے ضرر رساں عضو کے بے معنی وجود کو شریعت عبرت کا نشان بنا کر کالعدم کرتی ہے۔ چوری کی سزا میں بالخصوص قطع ید کی قید اور تخصیص در حقیقت وہ دقیق نکتہ ہے جس سے حد سرقہ کے نفاذ کی حکمت و غایت واضح ہوتی ہے۔ ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ہاتھ چوری کا آلہ ہے لیکن زنا کی سزا میں آلہ زنا کاٹنے کا حکم نہیں دیا تاکہ قطع نسل نہ ہو۔ حد سرقہ میں قطع ید کا مقصد اور اس کی حکمت انسداد سرقہ ہے کیونکہ اگر دیکھا جائے تو چوری کے ارتکاب میں فعال کردار ہاتھ کا ہوتا ہے۔ اس میں یہ نہ صرف ایک اہم ذریعہ ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک مرکزی کردار کی مانند ہے۔ لہذا جب

---

۱) معارف القرآن، المائدہ:۳۸۔

ہاتھ نے مال محترم کی حرمت وعظمت کو پائمال کیا، تواس جسارت کے سبب بدن کے باقی اعضاء میں اسے بطور سزادرجہ تقدیم دیا گیا۔ حالانکہ باقی اعضاء بھی اس جرم شنیع میں برابر کے شریک رہیں۔ جیسے عقل منصوبہ بناتا ہے۔ پھر قدم اس جانب بڑھتے ہیں۔ آنکھیں راہ نمائی کرتی ہیں۔ کان آس پاس سے خبردار کرتے ہیں۔ چونکہ تمام بدنی اعضاء کی نسبت ہاتھ سے فعل سرقہ کا صدور پہلے ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حد سرقہ کے قیام میں قطع ید کی تحدید راجح قرار پاتی ہے۔ تمام اعضاء میں ید کی تقیید اور تعیین شرعی اور جزاء میں اس کا اولین استحقاق اور اس کا کاٹنا یہ گویا اشارۃ النص ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ارتکاب سرقہ اور انسداد سرقہ میں اسکا اہم کردار ہے۔ اس لئے سرقہ میں قطع ید کی سزا گویا بطور سد ذرائع ہے جیسے کہ آیت سرقہ میں مفسرین کرام نے لفظ( نکالا) کے تحت اس کی تصریح بیان کیں ہیں۔ اس لئے حد سرقہ میں سب سے پہلے قطع ید کی سزادے کر اس ذریعے کا انسداد یقینی بنایا جاتا ہے تاکہ نہ صرف سرقہ کی روک تھام ممکن ہوسکے بلکہ معاشی فساد کے اسباب وذرائع کا خاتمہ بھی کیا جاسکے۔

حد سرقہ کے ضمن میں عبرت اور ترہیب کا یہ حکیمانہ پہلو دراصل سد الذرائع کے عملی تطبیق کی صورت ہے جس میں ایسے عناصر کا خاتمہ اولین حیثیت رکھتا ہے جو جرم میں کسی بھی طرح معاونت فراہم کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر چوری کی سزا بطور سد الذرائع قطع ید اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کو اس شر سے محفوظ رکھا جائے اور سرقہ کے اسباب کو مسدود کیا جائے۔ شریعت نے معاشرے میں امن وامان اور سکون واطمینان کی خاطر مالی جرائم سے متعلق محض خوف آخرت اور اخلاقی پند ونصیحت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قطع ید کی عبرتناک سزا مقرر کرکے لوگوں کو اس سے ڈرایا تاکہ وہ انجام دیکھ کر اس عمل سے باز آجائے۔ حد سرقہ کے قیام سے نہ صرف مالی جرائم کے ارتکاب میں چوروں کے حوصلے پست ہوتے ہیں بلکہ معاشی جرائم کے وقوع پزیر ہونے کے امکانات بھی ختم ہوجاتے ہیں کیونکہ یہ سزا دیکھ کر ہی چور نصیحت پکڑ سکتے ہیں۔ لوگوں کے اموال ظالموں کی دست برد سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور اسی کے سبب حفظ مال کی عظیم مصلحت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ اسی بناء پر شارع نے سرقہ کی سزا میں فرمایا:

﴿ جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ﴾-(۱)

یعنی اللہ کی طرف سے یہ عبرت ناک سزا بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا۔

علامہ ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"هَذَا مِنْ تمام الحكمة والمصلحة وأسرار الشريعة العظيمة،فإن فِي بَابِ الْجِنَايَاتِ نَاسِبٌ أَنْ تَعْظُمَ قِيمَةُ الْيَدِ بِخَمْسِمِائَةِ دِينَارٍ لِئَلَّا يُجْنَى عَلَيْهَا وَفِي بَابِ السَّرِقَةِ نَاسَبَ أَنْ يَكُونَ الْقَدْرُ الَّذِي تقطع فيه ربع

---

۱) المائدہ: ۳۸۔

دينار، لئلا يسارع النَّاسُ فِي سَرِقَةِ الْأَمْوَالِ، فَهَذَا هُوَ عَيْنُ الحكمة عند ذوي الألباب ولهذا قال: جَزاءً بِما كَسَبا نَكالًا مِنَ اللَّهِ أيْ مُجَازَاةً عَلَى صَنِيعِهِمَا السَّيِّئِ فِي أَخْذِهِمَا أَمْوَالِ النَّاسِ بِأَيْدِيهِمْ،فَنَاسَبَ أَنْ يَقْطَعَ مَا اسْتَعَانَا بِهِ فِي ذَلِكَ نَكَالًا مِنَ اللَّهِ، أَيْ تَنْكِيلًا مِنَ اللَّهِ بِهِمَا عَلَى ارْتِكَابِ ذَلِكَ"-(۱)

"یہ مکمل حکمت مصلحت اور شریعت کے عظیم رازوں میں سے ہے کہ جنایات کے باب میں ہاتھ کی قیمت کو پانچ سو دینار تک بڑھانا مناسب ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس پر جنایت کی جائے۔اور سرقہ کے باب میں یہ مناسب ہے کہ قطع ید چوتھائی دینار میں ہوتا کہ لوگ اموال کی چوری کرنے میں جلدی نہ کریں۔تو یہ عقل والوں کے نزدیک عین حکمت ہے۔اسی لیے اللہ نے فرمایا: یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے، اور اس کی طرف سے عذاب ہے۔یعنی یہ بدلہ ہے ان کے برے اعمال کے طور پر کہ وہ اس کے ذریعے لوگوں کے اموال کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔لہٰذا مناسب ہے کہ اللہ سے عذاب کے طور پر اس ہاتھ کو کاٹا جائے جس سے وہ چوری میں مدد لیتے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ رشید رضا مصریؒ فرماتے ہیں:

"هَذَا تَعْلِيلٌ لِلْحَدِّ ; أَيِ اقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً لَهُمَا بِعَمَلِهِمَا وَكَسْبِهِمَا السَّيِّئِ، وَنَكَالًا وَعِبْرَةً لِغَيْرِهِمَا ; فَالنَّكَالُ مَأْخُوذٌ مِنَ النَّكْلِ، وَهُوَ بِالْكَسْرِ قَيْدُ الدَّابَّةِ، وَنَكَلَ عَنِ الشَّيْءِ: عَجَزَ أَوِ امْتَنَعَ لِمَانِعٍ صَرَفَهُ عَنْهُ، فَالنَّكَالُ هُنَا: مَا يُنَكِّلُ النَّاسَ وَيَمْنَعُهُمْ أَنْ يَسْرِقُوا. وَلَعَمْرِ الْحَقِّ إِنَّ قَطْعَ الْيَدِ الَّذِي يَفْضَحُ صَاحِبَهُ طُولَ حَيَاتِهِ، وَيَسِمُهُ بِمِيسَمِ الذُّلِّ وَالْعَارِ هُوَ أَجْدَرُ الْعُقُوبَاتِ بِمَنْعِ السَّرِقَةِ وَتَأْمِينِ النَّاسِ عَلَى أَمْوَالِهِمْ، وَكَذَا عَلَى أَرْوَاحِهِمْ ; لِأَنَّ الْأَرْوَاحَ كَثِيرًا مَا تَتْبَعُ الْأَمْوَالَ إِذَا قَاوَمَ أَهْلُهَا السُّرَّاقَ عِنْدَ الْعِلْمِ بِهِمْ --- فَهُوَ يَضَعُ الْحُدُودَ وَالْعُقُوبَاتِ بِحَسَبِ الْحِكْمَةِ الَّتِي تُوَافِقُ الْمَصْلَحَةَ"-(۲)

"اس آیت میں حد کی علّت بھی مذکور ہے، یعنی ان کے ہاتھ کاٹ دو، ان کے برے اور گندے کام کے بدلے، اور اس لیے تاکہ یہ سزا دوسروں کے لیے عبرت بنے۔آیت میں نکال کا لفظ آیا ہے۔یہ نکل سے ماخوذ ہے، جس کے معنٰی ہیں وہ رسّی جس سے جانور کو باندھا جاتا ہے۔"نکل عن الشیئ" کے معنٰی ہیں کسی رکاوٹ کی وجہ سے کسی چیز سے پیچھے ہٹنا اور کسی کام سے باز رہنا۔یہاں نکال سے مراد وہ چیز ہے جو لوگوں کو چوری کرنے سے باز رکھے۔اللہ کی قسم، چور کا ہاتھ کاٹ دینے سے اس کو زندگی بھر جو رسوائی ہوتی ہے اور اس پر ذلّت و عار کا جو داغ لگ جاتا ہے وہ دوسروں کو چوری سے باز رکھنے کے لیے مناسب ترین سزا ہے، جس سے لوگوں کے اموال محفوظ رہتے ہیں، اور ان کی جانوں کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔اس لیے کہ بسا اوقات اگر اصحاب اموال کو چوروں کا پتا چل جاتا ہے اور

---

۱) تفسیر القرآن العظیم، اسماعیل بن عمر بن کثیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع: اول، ۱۰۰/۳۔

۲) تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار) محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین، مطبعۃ المنار، مصر، ۳۸۰/۶

وہ ان کا مقابلہ کرتے ہیں تو انھیں اپنی جانوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جاتا ہے۔۔۔وہ حدیں اور سزائیں مقرر کرتا ہے ایسی حکمت کے مطابق جس میں مصلحت کی موافقت ہو"۔

عبدالرحمن السعدی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"والحكمة في قطع اليد في السرقة، أن ذلك حفظ للأموال، واحتياط لها، وليقطع العضو الذي صدرت منه الجناية، وقوله: {جَزَاءً بِمَا كَسَبَا} أي: ذلك القطع جزاء للسارق بما سرقه من أموال الناس{نَكَالا مِّنَ اللَّهِ} أي: تنكيلا وترهيبا للسارق ولغيره، ليرتدع السراق -إذا علموا- أنهم سيقطعون إذا سرقوا"-(۱)

"چوری میں ہاتھ کاٹنے کی حکمت یہ ہے کہ مال کی حفاظت واحتیاط کو یقینی بنایا جاسکے۔اس لئے وہ عضو جس سے جرم سرزد ہوا اسے کاٹ دیا جائے۔اور اللہ کے اس فرمان: {جَزَاءً بِمَا كَسَبَا} کا مطلب ہے: چور کا ہاتھ کاٹنا اس کی سزا ہے، جو اس نے لوگوں کے مال سے چرایا۔اور اللہ کے اس فرمان:

{نَكَالا مِّنَ اللَّهِ} سے مراد: چور اور دوسرے لوگوں کو ڈرانا ہے اور چوروں کو روکنا ہے، تاکہ وہ جان لیں کہ اگر وہ چوری کریں گے تو ان کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا"۔

محمد سید طنطاوی لکھتے ہیں:

"قوله جَزاءً بِما كَسَبا نَكالًا مِنَ اللَّهِ بيان لسبب هذه العقوبة وللحكمة التي من أجلها شرعت. أى: اقطعوا أيديهما جزاء لهما بسبب فعلهما الخبيث، وكسبهما السيئ، وخيانتهما القبيحة، ولكي يكون هذا القطع لأيديهما نكالًا أى: عبرة وزجرا من الله- تعالى- لغيرهما حتى يكف الناس عن ارتكاب هذه الجريمة---وسميت هذه العقوبة نكالا، لأنها تجعل غير من نزلت به يخاف من ارتكابها حتى لا ينزل به ما نزل بمرتكبها من قطع ليده، وفضيحة لأمره"-(۲)

"اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی (جَزاءً بِما كَسَبا نَكالًا مِنَ اللَّهِ) یعنی "اللہ کی طرف سے یہ عبرت ناک سزا بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا" میں قطع ید کی سزا کی وجہ اور اس کی وہ حکمت بیان ہوئی ہے جس کے لیے اسے مشروع کیا گیا۔یعنی ان کے ہاتھ کاٹ دو کیونکہ یہ ان دونوں کے خبیث فعل کی جزاء، ان کے برائی کی کمائی اور ان کی قبیح خیانت ہے، اور اس لیے کہ ان کے ہاتھ کاٹنا سزا بن جائے: یعنی اللہ کی طرف سے یہ دوسروں کے لئے ایک عبرت اور ملامت کی اعلیٰ ترین مثال بن جائے تاکہ لوگ اس جرم کے ارتکاب سے باز آجائے۔اور اس سزا

---

۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان عبدالرحمن بن ناصر بن عبداللہ السعدی، مؤسسۃ الرسالہ، طبع اول ۲۰۰۰م ص ۲۳۰۔

۲) التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، محمد سید طنطاوی، دار نھضہ مصر قاھرۃ، طبع اول ۱۹۹۸، ۱۴۵/٤۔

کو "نکالًا" اس لئے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ دوسرے لوگوں کو مجرم کے ارتکاب سے خوفزدہ کردیتی ہے، تاکہ اس کے مرتکب کے ساتھ جو کیا گیا وہ دوسرں کے ساتھ نہ ہو جیسے کہ اس کا ہاتھ کاٹنا، اور رسوا ہونا"۔

{جَزَاءً بِمَا كَسَبَا} اور {نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ} کے تحت مذکورہ بالا تفاسیر کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ چوری کی سزا میں ترہیب کا پہلو اصول سد الذرائع کی واضح مثال اور اعلی عملی تطبیق ہے۔ چوری میں ہاتھ کاٹنے کی حکمت نہ صرف مال کی حفاظت ہے بلکہ انسداد سرقہ کے ذرائع پر قابو پانا بھی ہے۔ تمام اعضاء بدن میں صرف ہاتھ کی تعیین شرعی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہاتھ چوری کا موثر ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے حد سرقہ میں اسے بطور سزا اور بطور عبرت کاٹا جاتا ہے تاکہ چوری کے ذرائع مسدود ہوں اور مال غیر کی حرمت محفوظ ہو۔

علامہ ابن بازؒ انسداد سرقہ میں قطع ید سے متعلق سزا کی افادیت میں لکھتے ہیں:

"وبذلك يحفظ الله أموال الناس، لولا الله ثم هذه العقوبة لأُخذت أموال الناس، وسُرقت أموال الناس، ولكن الله جعل هذا الحدَّ حمايةً لأموال المسلمين في كل مكانٍ، ولهذا تمر السنوات الكثيرة في البلد ما قُطعت يدٌ؛ لخوف الناس من هذا الحدِّ.فالمقصود أنَّ الله حمى أموال المسلمين بهذا الحدِّ، كما حمى فروج المسلمين بحدِّ الزنا، وحماهم من الخمر بالحدِّ، فهكذا في مسألة السرقة، وهي حدٌّ عظيمٌ خطيرٌ، وهي قطع بالسيف أعظم من الجلد"-(۱)

"چور کی سزا سے خدا لوگوں کے اموال کو محفوظ بناتا ہے، اگر اللہ ایسا نہ کرتا تو لوگوں کے اموال غیر محفوظ ہوتے اور ان کو چوری کیا جاتا لیکن اللہ تعالی نے حد جاری کر کے مسلمانوں کے اموال کو ہر جگہ محفوظ بنا دیا، ہمارے ملک میں اتنا عرصہ بیت چکا ہے لیکن ابھی تک کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا کیونکہ یہ حد کی سزا کا خوف ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کے اموال کی حفاظت حد کے ذریعے کی ہے جس طرح کہ مومنات کی شرمگاہوں کی حفاظت حد زنا کے ذریعے کی ہے اور اسی طرح ان کو شراب سے روکا حد خمر کے ذریعے یہی حال چوری کا ہے تلوار کے ذریعے کاٹنا یہ کوڑے سے زیادہ خطرناک سزا ہے"۔

حد سرقہ میں قطع ید کی اہمیت و ضرورت ایک مشہور حدیث سے خوب واضح ہوتی ہے جس میں قریش کی مخزومی عورت کی چوری کا ذکر ہے۔ قطع ید کے معاملے میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سفارش پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

۱) شرح بلوغ المرام (الشرح الجدید) کتاب الحدود ۴- من حدیث (لا تقطع ید سارق إلا في ربع دینار فصاعدا)۔
-https://binbaz.org.sa/audios/126/4

ناراضگی اور پھر بطور تاکید اپنی بیٹی کی تمثیل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر یہ ذریعہ مسدود نہ ہو تو اس کی وجہ سے معاشرے میں نہ صرف انار کی پھیلتی ہے بلکہ معاشی فساد اور شر کے دروازے بھی کھلتے ہیں۔

جیسے کہ محمد متین ہاشمی لکھتے ہیں:

"جب کسی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آئندہ وہ اس فعل شنیع کے اتکاب سے باز رہے گا۔ یہ اس کی انفرادی اصلاح ہوئی اور اگر کبھی کسی کے دل میں چوری کا داعیہ بھی پیدا ہو، تو اسے وہ آدمی ضرور یاد آئے گا جسے اس نے کسی وقت اپنے محلے یا بازار میں دست بریدہ دیکھا تھا۔ یہی یاد اور خیال اسے چوری کے ارتکاب سے باز رکھنے کے لیے کافی ہے"۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ اس حد میں سفارش کی تحریم وارد ہے اور انسداد سرقہ میں قطع ید کی سزا لازم وضروری ہے تاکہ چوری کا سدباب کیا جاسکے۔ حد سرقہ کے نفاذ میں قطع ید کے اس مفہوم سے اصول سد ذرائع کو اس لئے تقویت ملتی ہے کیونکہ اصول سد ذرائع بھی جرائم کے خاتمہ کے لئے اسباب جرم کا خاتمہ اہم سمجھتا ہے۔ حد سرقہ اور اصول سد ذرائع میں یہی چیز قدر مشترک ہے۔

اگر دیکھا جائے تو حفظان صحت کی مصلحت کے پیش نظر طبّی قوانین میں بھی یہ اصول رائج ہے کہ انسداد امراض سے پہلے اسباب امراض کا خاتمہ ہوتا ہے جیسے کینسر کے موذی ومہلک مرض میں جب کوئی عضو مبتلا ہوتا ہے تو بسا اوقات ایسے متاثرہ عضو کو بطور سد الذرائع کاٹا جاتا ہے تاکہ کینسر زدہ عضو کے جراثیم جسم کے باقی اعضاء میں سرایت نہ کر جائے اور کہیں یہ صحت مند جسم میں مرض کے فروغ کا سبب و ذریعہ ثابت نہ ہو۔ اسی وجہ سے اسے کاٹ کر الگ کیا جاتا ہے تاکہ اس کے موذی شر سے بدن کو محفوظ کیا جاسکے۔ اس لئے کہ جب جزء کے فساد سے کل کا وجود خطرے سے دوچار ہو تو پھر ضرر اکبر سے بچنے کے لئے ضرر اصغر برداشت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بڑے شر سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان کو گوارا کیا جاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو سرقہ میں قطع ید کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ انسداد جرائم میں شرعی عقوبات کے پیچھے شارع کی یہی حکمت کارفرماں ہوتی ہے۔ جیسے حد سرقہ میں ناکارہ ہاتھ کو اس لئے کاٹا جاتا ہے تاکہ معاشرے کو اس کے فساد سے محفوظ کیا جاسکے۔ وہ طبیب حقیقی اپنی مخلوق کی اصلاح کے لئے ایسی سزائیں اس لئے وضع کرتا ہے کہ آخرت میں یہ سزا مجرم کے گناہوں کا کفارہ بن سکے۔ دنیا میں اس کی اصلاح کا ذریعہ بن سکے۔ اور سزا کی عبرت دیکھا کر خلق خدا کو جرائم کے ارتکاب سے روکا جاسکے۔ جرائم سے شفایابی کے لئے اس حکیم ازل کی طرف سے یہ نسخہ کیمیاء مجرموں اور گناہ گاروں کے حق میں کسی کیمیاء سعادت سے کم نہیں۔

---

۱) اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، محمد متین ہاشمی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۶۔

خطیب الشربینی قطع ید پر ابوالعلاء معری کا اعتراض نقل کر کے لکھتے ہیں:

"لَمَّا نَظَمَ أَبُو الْعَلَاءِ الْمَعَرِّيُّ الْبَيْتَ الَّذِي شَكَّكَ عَلَى الشَّرِيعَةِ فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الدِّيَةِ وَالْقَطْعِ فِي السَّرِقَةِ، وَهُوَ:(يد بخمس مئين عسجد وديت مابالها قطعت فى ربع دينار) -"(١)

جب ابوالعلاء معری نے دیت اور قطع ید کے فرق کے بارے میں شریعت پر اعتراض کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

(جب شریعت نے ایک ہاتھ کی دیت پانچ سو دینار رکھی ہے تو اتنا قیمتی ہاتھ جس کے کاٹ ڈالنے سے پانچ سو دینار واجب ہو وہ چوتھائی دینار کی چوری میں کیسے کاٹا جاسکتا ہے)۔

پھر اس کے رد میں قاضی عبدالوہاب مالکی کا قول ذکر کر کے حد سرقہ کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أَجَابَهُ الْقَاضِي عَبْدُ الْوَهَّابِ الْمَالِكِيُّ بِقَوْلِهِ:

وِقَايَةُ النَّفْسِ أَغْلَاهَا وَأَرْخَصُهَا ... ذُلُّ الْخِيَانَةِ فَافْهَمْ حِكْمَةَ الْبَارِي

وَهُوَجَوَابٌ بَدِيعٌ مَعَ اخْتِصَارٍ،وَمَعْنَاهُ أَنَّ الْيَدَ لَوْ كَانَتْ تُودِي بِمَا قُطِعَ فِيهِ لَكَثُرَتْ الْجِنَايَاتُ عَلَى الْأَطْرَافِ لِسُهُولَةِ الْغُرْمِ فِي مُقَابَلَتِهَا فَغُلِّظَ الْغُرْمُ حِفْظًا لَهَا. وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ لَمَّا سُئِلَ عَنْ هَذَا: لَمَّا كَانَتْ أَمِينَةً كَانَتْ ثَمِينَةً، فَلَمَّا خَانَتْ هَانَتْ"-(٢)

قاضی عبدالوہاب مالکیؒ نے اس کے جواب میں فرمایا:

اپنے نفس کی حفاظت سب سے مہنگی اور سب سے سستی ہے... خیانت کی رسوائی، خالق کی حکمت ہے اس نکتے کو سمجھو۔ اگر ہاتھ کی دیت جس طرح قطع میں ہے چوتھائی دینار ہوتی تو اس کے برعکس یعنی جرمانے کی کمی کی صورت میں جرائم مزید بڑھ جاتے، لہذا حفاظت کے پیش نظر دیت میں سختی رکھی گئی ہے۔ اور جب اس بارے میں علامہ ابن جوزی سے پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: جب تک وہ ہاتھ امین تھا تو بڑا قیمتی تھا اور جب اس نے خیانت کی تو ذلیل و خوار ہو گیا۔

---

١) مغنی المحتاج إلی معرفة معانی ألفاظ المنھاج، شمس الدین، محمد بن أحمد الخطیب الشربینی الشافعی دار الکتب العلمیہ، طبع اول، ١٩٩٤ء، ٥/٤٦٥۔
البدایہ والنھایہ، اسماعیل بن عمر بن کثیر دار الفکر ١٩٨٦ء، ١٢/٧٣۔ اعلام الموقعین، ابن قیم، ٣/٢٨٧۔ تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج أحمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتمی دار احیاء التراث العربی بیروت، ٩/١٢٤۔

٢) مغنی المحتاج، الخطیب الشربینی، ٥/٤٦٥۔

دیت اور نصاب سرقہ کی رقم میں تفاوت کی حکمت فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ اگر دیت کی رقم چوتھائی دینار ہوتی تو ہاتھوں کے جرائم مزید بڑھتے اور اگر قطع ید کا نصاب پانچ سو دینار ہوتا تو اس وجہ سے مالی جرائم بڑھ جاتے، چنانچہ دونوں اطراف میں حکمت ہے، اور گویا کہ یہ دونوں اطراف حفاظتی حصار کے مترادف ہیں۔

## حرابہ کی لغوی تعریف

المحاربة اور الحرابة باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی ڈکیتی راہ زنی اور ڈاکہ کے ہیں۔ عربی میں جنگی فوجی کے لئے حربی کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور مشرکین کا ملک دار حرب کہلاتا ہے۔(۱)

علامہ زبیدیؒ لکھتے ہیں:

"الحَرْبُ نَقِيضُ السَّلْمِ لِشُهْرَتِهِ، يَعْنُونَ بِهِ القِتَال-----فالحَرَبُ: أَنْ يُؤْخَذَ مالُه كُلُّه"۔(۲)

"حرب صلح کی ضد ہے اس کے اسی معنی میں مشہور ہونے کی وجہ سے اور وہ اس سے قتال مراد لیتے ہیں پس حرب کا معنی ہے کسی انسان کا سارا مال لوٹ لینا"۔

## حرابہ کی اصطلاحی تعریف

"أما ركنه فهو الخروج على المارة لاخذ المال على سبيل المغالبة على وجه يمتنع المارة عن المرور ويقطع الطريق سواء كان القطع من جماعة او من واحد"۔(۳)

"رہزنی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ راستہ میں گزرنے والوں پر چڑھائی کرنا مال چھیننے کی غرض سے راستہ روک لینا خواہ فرد واحد ایسا کرے یا زیادہ افراد اور گروہ کی صورت میں ایسا کریں"۔

---

۱) لسان العرب ابن منظور، ۳۰۳/۱

۲) تاج العروس، مرتضیٰ الزَّبیدی دار الھدایہ، ۲۴۹/۲، ۲۵۱

۳) سنن ابی داود کتاب الحدود حدیث ۴۳۵۱۔

امام ابن ہمامؒ(۱) فرماتے ہیں:

بأنهم : الخارجون بلا تأويل بمنعة وبلا منعة، يأخذون أموال النّاس، ويقتلونهم ويخيفون الطريق"-(۲)

محاربین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی تاویل کے بغیر طاقت کی بنیاد پر یا اس کے بغیر بغاوت کرنے والے ہیں، جو لوگوں کے مال چھین لیتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور راستوں میں خوف وہراس پیدا کرتے ہیں۔

امام ابن عبدالبرؒ نے ڈاکو، فسادی، خون خرابہ کرنے والے اور دوسروں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والوں کو بھی ''محارب'' ہی قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"کل من قطع السبل واخافها و سعى فى الارض فسادا باخذ المال واستباحة الدماء وهتك ما حرم الله هتكه من المحارم فهو محارب (۳)

"ہر وہ شخص جس نے خوف پھیلا کر، رہزنی کی اور مال چھین کر فساد کیا، خون ریزی اور آبروریزی کی تو وہ محارب ہے"۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

"قاطع الطريق أو المحارب: هو كل من كان دمه محقوناً قبل الحرابة وهو المسلم أو الذمي. والأصل في مشروعية حد قطع الطريق وقد اتفق العلماء على أن من قتل وأخذ المال، وجب إقامة الحد عليه، ولا يسقط العقاب بعفو ولي المقتول، والمأخوذ منه المال فالحرابة إذن: هي كل فعل يقصد به أخذ المال على وجه تتعذر معه الاستعانة عادة"-(۴)

ڈاکو (قاطع الطریق یا محارب) ہر وہ مسلمان یا ذمی شخص ہے جس کی جان ڈاکہ ڈالنے سے پہلے محفوظ اور مامون ہو۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے قتل کا اور مال لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی مقتول کے معاف

---

۱) ابن ہمام محمد بن عبدالواحد (۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء-۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء) احناف کے مشہور ائمہ میں سے تھے۔ تفسیر، فرائض، فقہ، حساب اور لغت کے امام تھے۔ آپ کئی مدت تک حرمین کے قریب رہے اس کے بعد اپنے شیخ کے پاس مصر چلے گئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا رتبہ دیا تھا یہاں تک کہ بادشاہ ان کے پاس آتے تھے۔ (الاعلام: ۲۵۵/۶)

۲) فتح القدیر، ابن ہمام، ۶: ۹۹۔

۳) الکافی فی فقہ اہل المدینۃ، ابن عبدالبر، ۱۰۸۷/۲۔

۴) الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی، دارالفکر- سوریہ- دمشق، ۴۶۳/۷

کر دینے اور لوٹا ہوا مال واپس کر دینے سے اس کی حد ساقط نہیں ہو گی اور ڈاکہ ہر اس فعل کو کہتے ہیں، جس میں اس طریقہ سے مال کو لوٹا جائے کہ عادتاً اس مال کو بچانا مشکل ہو۔

ایک اور جگہ باغیوں اور محاربین میں فرق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"فقطاع الطرق: هم محاربون على غيرالتأويل،والبغاة محاربون على التأويل"-(۱)

"باغیوں اور محاربین (ڈاکوؤں) میں فرق یہ ہے کہ باغی کسی تاویل سے حکومت کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ڈاکو بغیر کسی تاویل کے قتل اور غارت گری کرتے ہیں"۔

علامہ کاسانی حنفیؒ حرابہ کی تقسیم سے متعلق لکھتے ہیں:

"قَطْعُ الطَّرِيقِ أَرْبَعَةُ أَنْوَاعٍ:
إمَّا أَنْ يَكُونَ بِأَخْذِ الْمَالَ لَا غَيْرُ، وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ بِالْقَتْلِ لَا غَيْرُ، وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ بِهِمَا جَمِيعًا، وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ بِالتَّخْوِيفِ مِنْ غَيْرِ أَخْذٍ، وَلَا قَتْلٍ، فَمَنْ أَخَذَ الْمَالَ، وَلَمْ يَقْتُلْ قُطِعَتْ يَدُهُ، وَرِجْلُهُ مِنْ خِلَافٍ، وَمَنْ قَتَلَ، وَلَمْ يَأْخُذْ الْمَالَ قُتِلَ، وَمَنْ أَخَذَ الْمَالَ، وَقَتَلَ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: الْإِمَامُ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ قَطَعَ يَدَهُ، وَرِجْلَهُ، ثُمَّ قَتَلَهُ أَوْ صَلَبَهُ، وَإِنْ شَاءَ لَمْ يَقْطَعْهُ، وَقَتَلَهُ أَوْ صَلَبَهُ، وَقِيلَ: إنَّ تَفْسِيرَ الْجَمْعِ بَيْنَ الْقَطْعِ وَالْقَتْلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - هُوَ: أَنْ يَقْطَعَهُ الْإِمَامُ، وَلَا يَحْسِمُ مَوْضِعَ الْقَطْعِ، بَلْ يَتْرُكُهُ حَتَّى يَمُوتَ، وَعِنْدَهُمَا يُقْتَلُ، وَلَا يُقْطَعُ، وَمَنْ أَخَافَ، وَلَمْ يَأْخُذْ مَالًا، وَلَا قَتَلَ نَفْسًا يُنْفَى"-(۲)

پہلی قسم حرابہ بالمال ہے، دوسری قسم حرابہ بالقتل ہے، تیسری قسم جب دونوں ایک ساتھ ہو، چوتھی قسم حرابہ بالتخویف ہے یعنی جس میں فقط ڈرانا اور دھمکانا شامل ہو۔ پس جس ڈاکو نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو اس کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا، اگر ڈاکو نے قتل کیا اور مال نہ لیا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس نے مال لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: حاکم کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس کو قتل کر دے یا پھانسی دے اور اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹے بلکہ اس کو قتل کر دے یا پھانسی دے۔ اور کہا گیا ہے: کاٹنے اور قتل کرنے کو جمع کی تفسیر امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ حاکم اس کا ہاتھ

---

۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی، ۷/۴۶۲

۲) بدائع الصنائع، ۷/۹۳۔

کاٹ دے، اور پھر اس جگہ کو داغ نہ لگائے یونہی چھوڑ دے' حتی کہ وہ مر جائے جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کو قتل کر دیا جائے لیکن اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ چوتھی قسم حرابہ بالتخویف میں اگر ڈاکو صرف ڈرائے اور مال نہ لے اور نہ ہی کسی کو قتل کرے تو اسے جلاوطن کیا جائے۔

علامہ یحی بن شرف نووی شافعیؒ لکھتے ہیں:

"وَإِنْ جَمَعَ بَيْنَ الْقَتْلِ وَأَخْذِ الْمَالِ، قُتِلَ وَصُلِبَ، وَيُعْتَبَرُ فِي الْمَالِ كَوْنُهُ نِصَابًا، وَيَجِيءُ فِيهِ خِلَافُ ابْنِ خَيْرَانَ، هَذَا هُوَ الْمَذْهَبُ، وَخَرَّجَ ابْنُ سَلَمَةَ قَوْلًا: أَنَّهُ تُقْطَعُ يَدُهُ وَرِجْلُهُ وَيُقْتَلُ وَيُصْلَبُ، وَحَكَى صَاحِبُ «التَّقْرِيبِ»قَوْلًا: أَنَّهُ إِنْ قَتَلَ وَأَخَذَ نِصَابًا، قُطِعَ وَقُتِلَ، وَلَمْ يُصْلَبْ"-(۱)

اگر ڈاکو نے قتل کیا اور مال لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کو سولی دی جائے گی اور یہ اس وقت ہے جب مال نصاب کے برابر ہو اور اس میں ابن خیران کا اختلاف ہے اور مذہب یہی ہے۔ ابن سلمہ کا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دیا جائے اور قتل کیا جائے اور اس کو سولی دی جائے گی اور صاحب تقریب نے کہا کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی۔

## حد حرابہ میں متعدد سزائیں بطور سد الذرائع

اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک طرف انسان کی جان و مال، عزت و آبرو کے تحفظ کو اسلام کی اولین ترجیح قرار دیا تو دوسری طرف اس کی حفاظت کے قوانین بھی وضع کیے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾-(۲)

"جس نے مومن کو عمداً قتل کیا تو اسکی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر غضب خداوندی اور لعنت ہے اور اُسکے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے"۔

---

۱) روضۃ الطالبین، یحی بن شرف نووی، ۱۰/۱۵۷، ۱۵۶۔

۲) النساء: ۹۳۔

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

« ألا إن الله حرم عليكم دماءكم وأموالكم،وأعراضكم كحرمة يومكم هذا، ----- انظروا لا ترجعوا بعدي كفارا، يضرب بعضكم رقاب بعض»۔(۱)

"تمہارا (خون، اموال اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں، اِس دن کی حرمت کی مانند۔ دیکھو، میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے (مسلمان) کی گردن مارنے لگ جاؤ"۔

ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«ما من مسلمين التقيا بأسيافهما، إلا كان القاتل والمقتول في النار»۔(۲)

"جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے سے لڑ پڑیں تو وہ دونوں جہنم میں جائیں گے"۔

حفظ جان کے سلسلے میں مذکورہ احکامات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی کا عمداً قتل کرنا، اس کا مال لوٹنا، ڈکیتی کرنا، راستہ روک کر مسافروں کو لوٹنا، ان کی عزت وآبرو پر حملہ کرنا، خونریزی کرنا عند اللہ جرم عظیم ہے۔ اسی طرح جان مال اور عزت کی حرمت کو پائمال کرنا نہ صرف غضب خداوندی اور لعنت کا باعث ہے بلکہ یہ جہنم میں دخول کا ذریعہ بھی ہے۔ اسلام میں کسی بے گناہ کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسانوں کا کوئی مسلح گروہ اسلامی ریاست میں کسی بھی ذریعے سے بدامنی پھیلائیں یا ایسے جرائم کا ارتکاب کرے جو جنایت بر جان اور جنایت بر مال کا باعث ہو تو اسے جرم حرابہ شمار کیا جائے گا اور ایسے مجرم پر حد حرابہ جاری کی جائے گی۔ اسلام میں سب سے سنگین سزا "حِرابہ" ہے۔ قرآن حکیم نے اسے "فَسَادٌ فِی الْاَرْض" قرار دے کر اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ سے تعبیر کیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ﴾ (۳)

---

۱) مسند الإمام إحمد بن حنبل إبو عبد اللہ إحمد بن محمد بن حنبل، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، عادل مرشد، مؤسسۃ الرسالۃ۔۳۰۱/۳۱، ۲۶۴/۳۴۔

۲) سنن ابن ماجہ، إبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحیاء الکتب العربیہ ۱۳۱۱/۲۔

۳) المائدہ: ۳۳۔

''بیشک جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو سولی پر چڑھا دیا جائے ان کے ہاتھ پاوں جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں یا (ملک کی سر) زمین سے (جلاوطن کرکے) دور کردیئے جائیں''۔

اگر غور کیا جائے تو قرآن مجید کے اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ محاربہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے مترادف ہے اور ایسے لوگ زمین میں فسادی ہیں۔ جزاء کے لفظ سے واضح ہوتا ہے کہ محاربین کا قتل یا ان کی پھانسی یا ان کے ہاتھ اور پاوں کا مخالف سمتوں سے کاٹنا یا ان کی ملک بدری کے یہ سب احکام بطور سزا ہیں اور انہیں نشان عبرت بنانے کے لیے ہیں ۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"من شهر السلاح في فئة الإسلام وأخاف السبيل، ثم ظفر به وقدر عليه، فإمام المسلمين فيه بالخيار إن شاء قتله وإن شاء صلبه وإن شاء قطع يده ورجله"-(١)

''جس نے مسلمانوں کی آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنڑول حاصل کرکے لوگوں کا پرامن طریقے سے گزرنا دشوار کردیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے اسے قتل کرے، پھانسی دے یا چاہے تو اس کے ہاتھ، پاؤں کاٹ دے (اور یوں ان کی قوت کو کلیتاً ختم کر دے)"۔

اس حکم کا اطلاق کسی فرد پر نہیں ہوتا بلکہ یہ سزائیں پوری جماعت یا پورے گروہ کے لیے تجویز کی گئی ہیں، یعنی ایسے افراد جو اجتماعی شکل میں راہزنی اور قتل وغارت کا ارتکاب کرے اور اسلامی معاشرے کا امن وسکون برباد کرے تو ان پر حد حرابہ نافذ ہوگا۔ حد حرابہ میں مختلف سزاوں کی ترتیب وار دفعات اور ان سزاؤں میں اہانت، ذلت اور عبرت کا ترہیبی پہلو انسداد حرابہ میں بطور سد الذرائع وارد ہے کیونکہ جرم کے کم وکیف سے سزا کی شدت بڑھتی ہے چونکہ حرابہ سرقہ کبری ہے۔ اسی مناسبت سے حد حرابہ کی سزائیں حد سرقہ سے بڑھ کر ہیں تاکہ دوسرے لوگ ارتکاب جرم سے باز آجائیں۔
جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

١) تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، ٩٠/٣۔

﴿ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ (١)

"یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"هولهم شرٌّ وعار وذلةٌ، ونكال وعقوبة في عاجل الدنيا قبل الآخرة"-(٢)

"اس دنیا میں رسوائی کا معنی ہے کہ: یہ ان کے حق میں شر، شرمندگی، ذلت، عذاب اور آخرت سے پہلے دنیا میں سزا ہے"۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" لِشَنَاعَةِ الْمُحَارَبَةِ وَعِظَمِ ضَرَرِهَا، وَإِنَّمَا كَانَتِ الْمُحَارَبَةُ عَظِيمَةَ الضَّرَرِ، لِأَنَّ فِيهَا سَدَّ سَبِيلِ الْكَسْبِ عَلَى النَّاسِ، لِأَنَّ أَكْثَرَ الْمَكَاسِبِ وَأَعْظَمَهَا التِّجَارَاتُ، وَرُكْنُهَا وَعِمَادُهَا الضَّرْبُ فِي الْأَرْضِ،------فَإِذَا أُخِيفَ الطَّرِيقُ انْقَطَعَ النَّاسُ عَنِ السَّفَرِ، وَاحْتَاجُوا إِلَى لُزُومِ الْبُيُوتِ، فَانْسَدَّ بَابُ التِّجَارَةِ عَلَيْهِمْ، وَانْقَطَعَتْ أَكْسَابُهُمْ، فَشَرَعَ اللَّهُ عَلَى قُطَّاعِ الطَّرِيقِ الْحُدُودَ الْمُغَلَّظَةَ، وَذَلِكَ الْخِزْيُ فِي الدُّنْيَا رَدْعًا لَهُمْ عَنْ سُوءِ فِعْلِهِمْ، وَفَتْحًا لِبَابِ التِّجَارَةِ الَّتِي أَبَاحَهَا لِعِبَادِهِ لِمَنْ أَرَادَهَا مِنْهُمْ، وَوَعَدَ فِيهَا بِالْعَذَابِ الْعَظِيمِ فِي الْآخِرَةِ"-(٣)

"اس جزاء کی وجہ یہ ہے کہ محاربہ بدترین برائی ہے اور اس میں عظیم ضرر ہے۔ محاربہ از روئے ضرر اس لئے عظیم ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے کسب معاش کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے، کیونکہ سب سے زیادہ آمدن اور سب سے بڑے فائدہ کا سبب تجارت ہے۔ اور تجارت کا رکن اور ستون زمین میں سفر ہے۔ لہذا اگر راستہ خوفناک ہو جائے، تو لوگ سفر کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور گھروں میں رہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تو اس سے ان پر تجارت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور ان کی کمائی منقطع ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالی نے محاربین پر سخت حدود مقرر کیے اور یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے تاکہ ان کو ان کے برے کاموں سے باز رکھا جائے، اور تجارت کے دروازے کھولے جائیں جس کی

١) المائدہ: ٣٣۔

٢) جامع البیان فی تاویل القرآن محمد بن جریر الطبری، محقق: أحمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول، ٢٠٠٠م، ٢٧٦/١٠۔

٣) الجامع لأحکام القرآن شمس الدین قرطبی دار الکتب المصریہ قاھرہ، طبع دوم-١٩٦٤م، تحقیق دکتور عبداللہ بن عبد المحسن الترکی، ١٥٧/٦

اجازت اس نے اپنے بندوں کو دی ہیں جس کے لیے وہ چاہتا تھا اور اس میں آخرت کے دن بڑے عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے"۔

محمد رشید رضا اس آیت کے شان نزول میں سد ذرائع کا اطلاقی پہلو یوں بیان کرتے ہیں:

وَمَجْمُوعُ الرِّوَايَاتِ فِي قِصَّةِ الْعُرَنِيِّينَ تُفِيدُ أَنَّهُمْ جعَلُوا الْإِسْلَامَ خَدِيعَةً لِلسَّلْبِ وَالنَّهْبِ، وَأَنَّهُمْ سَمَلُوا أَعْيُنَ الرُّعَاةِ، ثُمَّ قَتَلُوهُمْ وَمَثَّلُوا بِهِمْ، وَفِي بَعْضِهَا أَنَّهُمُ اعْتَدَوْا عَلَى الْأَعْرَاضِ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقَبَهُمْ بِمِثْلِ عُقُوبَتِهِمْ ؛ عَمَلًا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: (وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا)(۱)وَقَوْلِهِ: (فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ )(۲) إِنْ صَحَّ أَنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ بَعْدَ عِقَابِهِمْ، وَلَمْ يَعْفُ عَنْهُمْ كَعَادَتِهِ ؛ لِئَلَّا يَتَجَرَّأَ عَلَى مِثْلِ فَعْلَتِهِمْ أَمْثَالُهُمْ مِنْ أَعْرَابِ الْمُشْرِكِينَ وَغَيْرِهِمْ، فَأَرَادَ بِذَلِكَ الْقِصَاصَ وَسَدَّ الذَّرِيعَةِ، وَأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَنْزَلَ الْآيَةَ بِهَذَا التَّشْدِيدِ فِي الْعِقَابِ عَلَى مِثْلِ هَذَا الْإِفْسَادِ لِهَذِهِ الْحِكْمَةِ؛ وَهِيَ **سَدُّ ذَرِيعَةِ هَذِهِ الْمَفْسَدَةِ**، وَلَكِنَّهُ حَرَّمَ مَعَ ذَلِكَ كُلِّهِ وَالتَّشْدِيدُ فِي سَدِّ الذَّرَائِعِ رُكْنٌ مِنْ أَرْكَانِ السِّيَاسَةِ، لَا تَزَالُ جَمِيعُ الدُّوَلِ تُحَافِظُ عَلَيْهِ "-(۳)

"اور عرنیین کے قصے میں تمام روایات بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اسلام کو مار دھاڑ، اور لوٹ کھسوٹ (نوچ پھاڑ) کا ذریعہ بنایا۔ اور انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں اور پھر انہوں نے ان کو قتل کیا اور ان کا مثلہ کیا۔ اور بعض روایات میں ہیں کہ انہوں نے عزتوں کو پائمال کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسی کی مثل سزا دیں، جو انہوں نے چرواہوں کے ساتھ کیا، اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی پر عمل کرتے ہوئے کہ (برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے) اور اس فرمان: (پس جو بھی تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اس قدر کرو جتنی اس نے زیادتی کی ہے) اگر یہ صحیح ہے کہ یہ آیت ان کے عذاب کے بعد نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ وسلم نے حسب معمول ان کو معاف نہیں کیا تو اس عبرت ناک سزا کی وجہ یہ تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک بدو اور دوسرے لوگ ان جیسا کام کرنے کی جرأت کریں۔ پس اس سزا سے ان سے قصاص لیا گیا اور ایسے ذریعے کو روک دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس جیسے فساد میں بطور سد الذرائع سخت سزا کے ساتھ آیت نازل فرمائی

۱) الشوری: ۴۰۔

۲) البقرہ: ۱۹۴۔

۳) تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار)، محمد رشید رضا، ۲۹۳/۶۔

جس کی حکمت اس فساد کے ذریعہ کو روکنا ہے لیکن اس سب کے باوجود اسے حرام کیا گیا۔اور سد الذرائع میں سختی ارکان سیاست میں سے رکن ہے جس پر تمام ممالک اب بھی عمل پیرا ہیں"۔

عبدالرحمن السعدی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" فدل هذا أن قطع الطريق من أعظم الذنوب، موجب لفضيحة الدنيا وعذاب الآخرة، وأن فاعله محارب لله ولرسوله،وإذا كان هذا شأن عظم هذه الجريمة، علم أن تطهير الأرض من المفسدين، وتأمين السبل والطرق، عن القتل، وأخذ الأموال، وإخافة الناس، من أعظم الحسنات وأجل الطاعات، وأنه إصلاح في الأرض، كما أن ضده إفساد في الأرض"-(۱)

"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ راہزنی کا شمار بڑے گناہوں میں ہوتا ہے جو دنیامیں رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے اور ڈاکو اللہ اور اس کے رسول سے گویا جنگ کر رہا ہے جب اس جرم کی شدت کا یہ معاملہ ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو فساد کرنے والوں سے پاک کرنا، راستوں کو قتل وغارت اور اموال کے چھیننے سے پرامن بنانا اور لوگوں کو خوفزدہ کرنے سے اسے محفوظ بنانا سب سے بڑی نیکی ہے۔ معزز اطاعت ہے، اور یہ زمین میں اصلاح ہے، جس طرح اس کی ضد زمین میں فساد ہے"۔

مذکورہ بالا تفاسیر کی روشنی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فقہ جنائی میں انسداد حرابہ کی خاطر یہ سخت سزائیں اس لئے مقرر ہیں تاکہ سد الذرائع کے طور پر ایسے عوامل واسباب کا خاتمہ کیا جاسکے جو مقاصد شریعہ کو نقصان پہنچاتے ہیں اور مصالح العباد کو معطل کرتے ہیں۔ جنایت برمال کے درجات میں حرابہ کا جرم سرقہ کے جرم سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔اسی وجہ سے حرابہ میں یہ تجویز کردہ سزائیں قطع ید کی نسبت زیادہ سخت اور باعث عبرت ہیں کیونکہ اس میں متعدد جرائم کی بیک وقت شمولیت ہیں جس سے نہ صرف حفظ جان، حفظ مال اور حفظ آبرو کی مصلحتیں پائمال ہو جاتی ہیں بلکہ اس سے ایک صالح معاشرت کا امن بھی تباہ ہو جاتا ہے۔جنایت برمال کے سلسلے میں اگر دیکھا جائے تو چوری کے باب میں محارب، قطاع الطریق (ڈاکو)، سارق (چور) مُختَلِس (چھیننے والا)، نَاھِب (لٹیرا)، خاطِف (اُچکّا: وہ گھٹیا چور جو چھوٹی موٹی چیز جو ہاتھ پڑے لے بھاگے)، نَبّاش (کفن چور) اور طَرّار (جیب کترا) وغیرہ سب علی الاطلاق چور شمار ہوتے ہیں کیونکہ فعل سرقہ سب کے عمل میں مشترک ہے لیکن جنایات کے درجات میں تفاوت کی وجہ سے ان کی سزائیں مختلف ہیں۔ان میں بعض جنایات قابل تعزیر اور بعض

---

۱) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، عبدالرحمن السعدی، ص۲۲۹۔

قابل حد ہیں۔ حرابہ کی سزا قابل حدود جرائم کی نسبت زیادہ عبرتناک اس لئے ہے کہ اس میں قتل، چوری، دہشت، ہتک عزت کے سب جرائم شامل ہیں ۔اس لئے وعید میں جہاں ایک طرف عذاب عظیم کے ذریعے اخروی انجام سے خبردار کیا گیا ہے، تو دوسری طرف لفظ "خزی" سے دنیاوی رسوائی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تاکہ سزا کی ہولناکی اور رسوائی کا پہلو دیکھ کر محاربین، ایسے جرائم کی جرات نہ کریں اور ایسے ذرائع مسدود ہوں جو اسلامی معاشرے کا امن تباہ کرے۔ آیت میں لفظ "جزا" اور "خزی" اشارۃ النص ہے کہ حد حرابہ انسداد حرابہ کی خاطر ہے جیسے کہ علامہ زرکشی حد سرقہ اور حرابہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "لِحِفْظِ الْأَمْوَالِ وَهُوَ السَّرِقَةُ وَقَطْعُ الطَّرِيقِ"-(۱)

"حد سرقہ اور حد حرابہ کے نفاذ کا مقصد اموال کی حفاظت ہے"۔

دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں حرابہ کی سزا کے لئے حد حرابہ بطور سد الذرائع ہے کیونکہ اگر حد حرابہ میں عبرت ورسوائی کا یہ عنصر شامل نہ ہو تو نہ صرف جرم توانا و قوی ہو سکتا ہے بلکہ مال پر تعدی کے ساتھ بہت سے مصالح بھی ضائع ہو سکتے ہیں۔ اس لئے حد حرابہ میں ترہیب کا یہ عبرتناک پہلو ایسے ذرائع کا سد باب یقینی بناتا ہے جو مالی جرائم اور معاشی مفاسد کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ "آج بھی جن ممالک میں اسلامی حدود کا قیام ہے، وہاں جرائم و فسادات کی شرح دیگر ممالک کی بہ نسبت بہت ہی کم ہے۔ حدود میں بھی بہت سی صورتیں ایسی نکل آتی ہیں جہاں ان کا نفاذ نہیں ہوتا' بلکہ وہ تعزیری سزامیں منتقل ہو جاتی ہیں' لیکن جب کہیں تکمیل جرم تکمیل ثبوت کے ساتھ جمع ہو تب حد نافذ کی جاتی ہے اور ایسی عبرتناک سزا مجرم کو دی جاتی ہے جس کی ہیبت لوگوں کے قلب و دماغ پر مسلط ہو جائے اور اس جرم کے پاس جاتے ہوئے بھی بدن پر لرزہ پڑ جائے جو ہمیشہ کے لئے انسدادِ جرائم اور امن عامہ کا ذریعہ بنتی ہے' جبکہ مروجہ تعزیری قوانین میں یہ سقم ہے کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کی نظر میں ایک کھیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ جیل خانہ میں بیٹھے ہوئے بھی آئندہ اس جرم کو خوبصورتی سے کرنے کے پروگرام بناتے رہتے ہیں۔ جن اسلامی ممالک میں جرائم پر حدود نافذ ہیں ان کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہاں نہ بہت سے افراد ہاتھ کٹے نظر آتے ہیں نہ برسہا برس تک سنگساری کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے۔ اسلامی سزاؤں کا مسلمانوں کے قلوب پر اس قدر رعب اور دبدبہ ہے کہ وہاں چوری' ڈاکہ اور بے حیائی کا نام نظر نہیں آتا۔ اس کی مثال میں مملکت اسلامیہ سعودیہ عربیہ کو پیش کیا جا سکتا ہے جہاں شرعی حدود کا نفاذ اور اسلامی قوانین کی تطبیق زیر عمل ہے۔ دنیا کے کسی متمدن اور مہذب ملک میں اس کی مثال نہیں۔"(۲)

۱) المنثور فی القواعد الفقھیہ، بدر الدین الزرکشی، وزارۃ الاوقاف کویت، طبع دوم، ۱۹۸۵ء، ۳۹/۲۔

۲) معارف القرآن: ۱۳۳/۳، ۱۳۷۔ اقتباس ۲۰۰۸ ماہنامہ بینات، رجب: ۱۴۲۹ھ اگست ۲۰۰۸ء، جلد ۱۷، شمارہ ۷۔

# فصلِ سوم

## حد قذف، حد زنا اور سد الذرائع

### قذف کے لغوی معنی

لفظ "قذف" باب قَذَفَ يَقْذِفُ قَذْفًا سے مصدر ہے۔

ابن فارس لکھتے ہیں:

"قَذَفَ الْقَافُ وَالذَّالُ وَالْفَاءُ أَصْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّمْيِ وَالطَّرْحِ. يُقَالُ: قَذَفَ الشَّيْءَ يَقْذِفُهُ قَذْفًا، إِذَا رَمَى بِهِ وَمَنْزِلٌ قَذَفٌ وَقَذِيفٌ، أَيْ بَعِيدٌ"۔(۱)

**"قَذَفَ میں قاف، ذال اور فاء حروف اصلی ہیں جو پھینکنے اور ڈالنے کے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ جب کوئی چیز پھینکی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: قَذَفَ الشَّيْءَ۔ اور گھر جب بہت دور ہو اسے مَنْزِلٌ قَذَفٌ وَقَذِيفٌ کہا جاتا ہے"۔**

علامہ زبیدیؒ لکھتے ہیں:

"فأَصْلُ القَذْفِ: الرَّمْيُ، ثُمَّ استُعْمِلَ فِي السَّبِّ ورَمْيِها بالزِّنا"۔(۲)

**"قذف کی اصل: پھینکنا ہے پھر اسے گالی اور زنا کی تہمت میں استعمال کیا جانے لگا"۔**

قرآن کریم میں بھی یہ لفظ اسی معنی استعمال ہوا ہے جیسے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ ۔(۳)

**"ہم حق کو باطل پر اس زور سے پھینکیں گے کہ وہ اسے پیس کر رکھ دے گا"۔**

---

۱) معجم مقاییس اللغۃ أحمد بن فارس، ۶۸/۵، لسان العرب ابن منظور، ۲۷۷/۹

۲) تاج العروس، مرتضی الزّبیدی، ۲۴۱/۲۴

۳) الأنبیاء: ۱۸

## قذف کی اصطلاحی تعریف

ابن رشد مالکی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا الْقَذْفُ الَّذِي يَجِبُ بِهِ الْحَدُّ فَاتَّفَقُوا عَلَى وَجْهَيْنِ:أَحَدُهُمَا: أَنْ يَرْمِيَ الْقَاذِفُ الْمَقْذُوفَ بِالزِّنَى وَالثَّانِي: أَنْ يَنْفِيَهُ عَنْ نَسَبِهِ إِذَا كَانَتْ أُمُّهُ حُرَّةً مُسْلِمَةً"-(۱)

"جس قذف سے حد کی سزا واجب ہوتی ہے، علماء مالکیہ نے اس کی دو صورتوں پر اتفاق کیا ہے: پہلی صورت یہ ہے کہ قاذف مقذوف پر زنا کی تہمت لگائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قاذف اس کے نسب کی نفی کرے جبکہ اس کی ماں آزاد مسلمان ہو"۔

قاذف اور مقذوف کے شرائط کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

" فَأَمَّا الْقَاذِفُ فَإِنَّهُمْ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ مِنْ شَرْطِهِ وَصْفَيْنِ، وَهُمَا الْبُلُوغُ وَالْعَقْلُ، وَسَوَاءٌ أَكَانَ ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى، حُرًّا أَوْ عَبْدًا، مُسْلِمًا أَوْ غَيْرَ مُسْلِمٍ وَأَمَّا الْمَقْذُوفُ فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ مِنْ شَرْطِهِ أَنْ يَجْتَمِعَ فِيهِ خَمْسَةُ أَوْصَافٍ وَهِيَ: الْبُلُوغُ، وَالْحُرِّيَّةُ، وَالْعَفَافُ، وَالْإِسْلَامُ، وَأَنْ يَكُونَ مَعَهُ آلَةُ الزِّنَى. فَإِنِ انْخَرَمَ مِنْ هَذِهِ الْأَوْصَافِ وَصْفٌ لَمْ يَجِبِ الْحَدُّ"-(۲)

"جہاں تک قاذف کا تعلق ہے تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس میں دو اوصاف بلوغت اور عقل جمع ہو خواں مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، مسلم ہو یا غیر مسلم۔ جہاں تک مقذوف کا تعلق ہے تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس میں پانچ اوصاف جمع ہوں تب الزام لگانے والے پر حد لگائی جائے گی۔ بلوغت، آزادی، عفت، اسلام اور وہ جسمانی طور پر جماع کی قدرت رکھتا ہو۔ اگر اس میں مذکورہ اوصاف میں سے ایک وصف بھی کم ہو تو قاذف پر حد جاری نہ ہو گی"۔

ابن قدامہ حنبلی قذف کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"الْقَذْفُ: هُوَ الرَّمْيُ بِالزِّنَا،وَهُوَ مُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ"-(۳)

---

۱) بدایۃ المجتهد، ابن رشد الحفید، ۲۲۴/۴

۲) ایضا

۳) المغنی، موفق الدین ابن قدامہ، ۸۳/۹

"قذف: زنا کا الزام ہے۔ اور یہ اجماع امت سے حرام ہے"۔

علامہ خطیب شربینی شافعی قذف کی تعریف لکھتے ہیں:

"لُغَةً: الرَّمْيُ، وَالْمُرَادُ بِهِ هُنَا الرَّمْيُ بِالزِّنَا فِي مَعْرِضِ التَّعْيِيرِ"-(۱)

لغت میں اس کا معنی پھینکنے کے ہیں اور اصطلاحا اس سے مراد ملامت کے طور کسی شخص پر زنا کی تہمت لگانا ہے"۔

الکمال بن ھمام حنفی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"وَفِي الشَّرْعِ: رَمْيٌ بِالزِّنَا، وَهُوَ مِنْ الْكَبَائِرِ بِإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ"-(۲)

"شریعت میں قذف سے مراد زنا کی تہمت ہے۔ اس کے گناہ کبیرہ ہونے پر امت کا اجماع ہے"۔

بدر الدین عینی لغوی اور اصطلاحی تعریف میں باہمی مناسبت ملحوظ رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفي اصطلاح الفقهاء: نسبة من أحصن إلى الزنا صريحا أو دلالة، فكأن القاذف وضع حجر القذف في مقدمة لسانه ورمى إلى المقذوف"-(۳)

"فقہاء کی اصطلاح میں قذف سے مراد کسی پاک دامن شخص کی طرف صراحتاً یا دلالتاً زنا کی نسبت کرنا یا اس پر زنا کی تہمت لگانا ہے گویا قاذف (تہمت لگانے والا) اپنی زبان کے آگے تہمت کا پتھر رکھ کر مقذوف (تہمت زدہ) پر پھینک دیتا ہے"۔

## انسداد قذف میں حد قذف بطور سد الذرائع

اسلامی فقہ میں بدکاری کی تہمت کے لیے قذف کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے یعنی کسی پاک دامن مرد یا عورت کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ بدکار ہے۔ قذف کی حرمت کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع سے ثابت ہے اور اس جرم پر اسلام میں حد قذف جاری ہوتا ہے کیونکہ قاذف نے کسی سازش کے ذریعے نہ صرف یہ کہ ایک معصوم، بے گناہ اور پاک دامن عورت اور مرد کی عفت کو داغدار کیا بلکہ اس نے مقذوف پر تہمت بدکاری لگا کر ہتک عزت کی کوشش کی حتی کہ پورے خاندان کو ذلت و رسوائی میں مبتلا کیا۔ قذف کا ارتکاب کرنے والوں کے حق میں کتاب و سنت

---

۱) مغنی المحتاج، الخطیب الشربینی، ۴۶۰/۵۔

۲) فتح القدیر، الکمال بن الھمام، ۳۱۶/۵

۳) البنایۃ شرح الھدایہ، بدر الدین العینی، ۳۶۲/۶۔

میں کئی عبرتناک دنیاوی اوراخروی سزائیں بطور سد الذرائع ذکر ہیں تاکہ مسلمانوں کی عزت کو پائمال ہونے سے بچایا جاسکے اور اسلامی معاشرے میں حفظ آبرو کی مصلحت کو یقینی بنایا جاسکے۔ حد قذف میں عبرت و ترہیب کا پہلو جنایت بر آبرو کے ذرائع کی نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے بلکہ ایسے عوامل کو وقوع پزیر ہونے سے بھی روکتا ہے جو حفظ آبرو کی مصلحت میں خلل کا باعث ہو۔ اگر غور کیا جائے تو قذف کا گناہ زنا سے کچھ کم نہیں بلکہ اس کے قریب درجے کا ہے کیونکہ کسی مسلمان کا برائیوں اور گناہوں میں مبتلا ہونا بلاشُبہ بُرا ہے لیکن کسی پر گناہوں اور برائیوں کا جھوٹا الزام لگانا اِس سے کہیں زیادہ بُرا ہے جو کہ صراحتاً فتنہ وفساد کا ذریعہ ہے۔ تہمت کے جرم پر سزا کا مقصد اور حد قذف کے اجراء میں مخفی حکمت ہی انسداد قذف اور تدارک تہمت ہے جو کہ دراصل اصول سد الذرائع کی عملی تطبیق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ۔(۱)

"جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو انھیں اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو یہ لوگ فاسق ہیں"۔

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾۔(۲)

"بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے"۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قذف کے مجرم کو اسی (۸۰) درے لگائے جائیں۔ اسکی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے۔ اسکا شمار فاسقوں، مجرموں اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں میں کیا جائے۔ اللہ تعالی کے نزدیک قاذف ایک جھوٹا شخص ہے۔ روز محشر اسکے اپنے اعضاء اسکے خلاف شہادت دیں گے۔ وہ نہ صرف دنیا و آخرت میں لعنت کا مستحق ہے بلکہ آخرت میں اس کے لئے عذاب عظیم تیار ہے۔ ان وارد شدہ سزاوں کی حکمت پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات

---

۱) النور:۴

۲) النور:۲۳

واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بے گناہ پر بدکاری کی تہمت لگانااور اس کے دامن عصمت کو داغدار کرنااللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے۔ایک ذی شعور شخص کے لیے یہ کوئی معمولی سزا نہیں کہ معاشرہ میں وہ مردود الشھادہ ہو اور سرے سے اس کا اعتبار ہی ختم ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حد قذف اور اس کے ساتھ ملحقہ وعیدیں فقط انسداد قذف کی خاطر ہیں تاکہ ایسے ذرائع کو مسدود کیا جاسکے جو حفظ آبرو کی مصلحتوں کو پائمال کرے۔

سید طنطاوی حد قذف کی حکمت کے حوالے سے اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"أن الله تعالى– قد عاقب هؤلاء القاذفين للمحصنات بثلاث عقوبات-

أولاها: حسية، وتتمثل في جلدهم ثمانين جلدة، وهي عقوبة قريبة من عقوبة الزنا-

وثانيتها: معنوية، وتتمثل في عدم قبول شهادتهم، بأن تهدر أقوالهم، ويصيرون في المجتمع أشبه ما يكونون بالمنبوذين، الذين إن قالوا لا يصدق الناس أقوالهم، وإن شهدوا لا تقبل شهادتهم، لأنهم انسلخت عنهم صفة الثقة من الناس فيهم-

وثالثتها: دينية، وتتمثل في وصف الله– تعالى– لهم بالفسق. أى: بالخروج عن طاعته– سبحانه– وعن آداب دينه وشريعته-

وما عاقب الله– تعالى– هؤلاء القاذفين في أعراض الناس، بتلك العقوبات الرادعة، إلا لحكم من أهمها: حماية أعراض المسلمين من ألسنة السوء، وصيانتهم من كل ما يخدش كرامتهم، ويجرح عفافهم. وأقسى شيء على النفوس الحرة الشريفة الطاهرة، أن تلصق بهم التهم الباطلة. وعلى رأس الرذائل التي تؤدى إلى فساد المجتمع، ترك ألسنة السوء. تنهش أعراض الشرفاء، دون أن تجد هذه الألسنة من يخرسها أو يردعها"-(١)

"اللہ نے پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے والوں کو تین طرح کی سزائیں دی ہیں۔ان میں پہلی سزا حسی ہے جو اسی کوڑوں پر مشتمل ہے، یہ زنا کی سزا سے قریب تر ہے۔اور دوسری سزا معنوی ہے: جس میں ان کی گواہی کو قبول نہیں کیا جاتا، وہ اس طرح سے کہ ان کی باتیں غیر معتبر ہو جاتی ہیں۔معاشرے میں گویا یہ اچھوتوں کی طرح ہو جاتے ہیں، پھر لوگ ان کی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔اور اگر یہ گواہی دیتے ہیں تو ان کی گواہی کو قبول نہیں کیا جاتا، کیونکہ لوگوں میں ان کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔تیسری سزا مذہبی ہے: جس میں خدا کی طرف سے ان کو فسق سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔یعنی یہ لوگ خدا کی اطاعت اور اس کے دین اور شریعت کے آداب سے ہی نکل جاتے

---

١) التفسیر الوسیط للقرآن الکریم محمد سید طنطاوی، ٨٦/١٠

ہیں۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان قاذفین کو جو لوگوں کی عزتوں کو پائمال کرتے ہیں عبرتناک سزائیں دی، حکم میں اس اہمیت کے پیش نظر: کہ مسلمانوں کی عزت کو بری زبانوں سے بچایا جائے اور انہیں ہر اس چیز سے محفوظ کیا جائے جو ان کی عزت کو مجروح کرے اور ان کی پاک دامنی کو داغ دار کرے۔اور آزاد، شریف اور پاکیزہ نفوس کے لیے سب سے اذیت ناک بات یہ ہے کہ ان پر جھوٹے الزامات لگائے جائیں۔لہذا وہ رذائل جو معاشرتی بگاڑ کا باعث بنتے ہیں، ان میں سر فہرست یہ برائی ہے کہ وہاں بری زبانوں کو بے لگام چھوڑا جائے یہاں تک کہ وہ شرفاء کی عزتوں کو تار تار کردے، جبکہ (ستم بالائے ستم یہ ہے کہ) ایسے حالات میں کوئی ان زبانوں کو خاموش کرانے والا یا روکنے والا بھی نہ ہو"۔

علامہ کاسانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا حَدُّ الْقَذْفِ فَسَبَبُ وُجُوبِهِ الْقَذْفُ بِالزِّنَا؛ لِأَنَّهُ نَسَبَهُ إلَى الزِّنَا، وَفِيهَا إلْحَاقُ الْعَارِ بِالْمَقْذُوفِ فَيَجِبُ الْحَدُّ دَفْعًا لِلْعَارِ"-(١)

"حد قذف کی سزا کی وجہ زنا کی تہمت لگانا ہے کیونکہ تہمت لگانے والے نے اسے زنا سے منسوب کیا، جبکہ تہمت لگانے میں مقذوف کی رسوائی ہے۔اسی وجہ سے رسوائی سے بچانے کے لئے اس پر حد لگائی جاتی ہے"۔

الفقه الميسر میں حد قذف کی حکمت اس طرح سے درج ہے:

"الحكمة منه: يهدف الإسلام من إقامة حد القذف إلى صيانة المجتمع، والمحافظة على أعراض الناس، وقطع ألسنة السوء، وسد باب إشاعة الفاحشة بين المؤمنين"-(٢)

"حد قذف کے قیام سے اسلام کا مقصد معاشرے کو اور لوگوں کی عزت و ناموس کو محفوظ بنانا اور بری زبانوں کو بند کرنا ہے، اور مومنوں میں بے حیائی پھیلانے کا سد باب کرنا ہے"۔

بالفاظ دیگر تہمت کی سزا میں قاذف پر حد قذف کا نفاذ بطور سد ذرائع کیا جاتا ہے تاکہ مقذوف کی رسوائی اور جگ ہنسائی کا سد باب کیا جاسکے۔معاشرے میں لوگوں کی عزت و ناموس کو محفوظ بنایا جاسکے اور بے لگام زبانوں کو کنٹرول کیا جاسکے۔

معاصر سکالر عبد القادر عودہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

---

١) بدائع الصنائع الکاسانی، ۷/۴۰۔

٢) الفقه الميسر في ضوء الكتاب والسنة ،مجموعة من المؤلفين،مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف طبع : ١٤٢٤ھ/٣٧٠

"وقد وقعت عقوبة القذف في الشريعة على أساس محاربة هذا الغرض، فالقاذف يرمي إلى إيلام المقذوف إيلاماً نفسياً فكان جزاؤه الجلد ليؤلمه إيلاماً بدنياً؛ لأن الإيلام البدني هو الذي يقابل الإيلام النفسي؛ لأنه أشد منه وقعاً على النفس والحس معاً، إذ أن الإيلام النفسي هو بعض ما ينطوي عليه الإيلام البدني-----وهكذا حاربت الشريعة الإسلامية الدوافع النفسية الداعية إلى الجريمة بالعوامل النفسية المضادة التي تستطيع وحدها التغلب على الدوافع الداعية للجريمة وصرف الإنسان عن الجريمة،فإذا فكر شخص أن يقذف آخر ليؤلم نفسه ويحقر شخصه ذكر العقوبة التي تؤلم النفس والبدن، وذكر التحقير الذي تفرضه عليه الجماعة، فصرفه ذلك عن الجريمة"-(۱)

قذف کی سزا شریعت میں اسی مقصد کی بنا پر مقرر ہے پس قاذف کا مقصد مقذوف کو نفسیاتی طور پر تکلیف پہنچانا ہے،اس لئے قاذف کی سزا کوڑے مارنا مقرر ہے تاکہ اسے جسمانی تکلیف پہنچے۔کیونکہ جسمانی درد نفسیاتی درد کے برعکس ہے۔کیونکہ یہ نفس اور حواس کو ایک ساتھ متاثر کرنے میں اس سے کہیں زیادہ شدید ہے،کیونکہ نفسیاتی درد جسمانی درد میں شامل ہے۔اس طرح،اسلامی شریعت نے جرائم کی دعوت دینے والے نفسیاتی محرکات کا مقابلہ نفسیاتی عوامل کے ساتھ کیا جو صرف جرم کی دعوت دینے والے محرکات پر قابو پا سکتے ہیں اور جرم سے انسان کی توجہ ہٹا سکتے ہیں۔لہذا اگر کوئی شخص دوسروں پر الزام لگا کر اسے نفسیاتی نقصان پہنچانے اور اس کو حقیر دکھانے کے لیے سوچتا ہے،تو ایسا مجرم جب حد کی اس سزا کو یاد کرے گا جس سے روح اور بدن کو تکلیف ہوتی ہے،اور ساتھ میں اس حقارت کو یاد کرے گا جو ایک جماعت کی طرف سے اس پر عائد ہو گی،تو یہ امور اس کو جرم سے ضرور دور کر دیں گے۔

مذکورہ تصریحات بتاتی ہیں کی حد قذف کی سزا سے شارع کا مقصود کسی پر ظلم و زیادتی کرنا نہیں بلکہ یہ تو اس کی طرف سے مخلوق کے حق میں رحمت اور عدل کے مترادف ہے،کیونکہ اس حد کے سبب لوگوں کی عزت کو جھوٹ کے شر سے محفوظ بنایا جاتا ہے،اور یہ سزا بے لگام زبانوں کو لگام دے کر انہیں بے حیائی پر مبنی خرافات سے روکتی ہے۔زجر و توبیخ پر مشتمل حد قذف کی سزا سے نہ صرف مجرموں کی اصلاح ہوتی ہے بلکہ بطور سد الذرائع ایسے عوامل کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جو معاشرے کا امن و سکون غارت کرے۔اسلامی معاشرے میں اخلاقی سطح پر اس حد کی حیثیت پہرے دار کی سی ہے جو عدم اطمینان، بے سکونی اور بغاوت و فساد کے ذرائع کو مسدود کرتا ہے اور ایک ایسے اعتدال پسندانہ طرز عمل پر مجبور کرتا ہے جو خدا

۱) التشریع الجنائی الاسلامی،عبد القادر عودۃ،۶۴۶/۱

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قذف کو مہلک اعمال میں شمار کیا جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

« اجتنبوا السبع الموبقات قالوا يا رسول الله وما هن قال الشرك باالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق وأكل الرباء وأكل مال اليتيم والتولى يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات»۔(۱)

ان ساتھ کاموں سے بچو جو انسان کو ہلاک اور برباد کرنے والے ہیں، صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔

ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ قَذْفَ الْمُحْصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِائَةِ سَنَةٍ»۔(۲)

"کسی پاک دامن عورت پر زِنا کی تہمت لگانا سو سال کی نیکیوں کو برباد کرتا ہے"۔

"یعنی اگر بالفرض وہ شخص سو سال تک زندہ رہ کر عبادت کرے تو بھی یہ بُہتان اس کے ان اعمال کو ضائع کر دے گا"۔(۳)

قاذف شخص قیامت کے دن مفلس ہو گا۔

جیسے کہ سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ » (۴)

مفلس میری امت میں قیامت کے دن وہ ہو گا جو نماز لائے گا، روزہ اور زکوۃ لیکن اس نے دنیا میں ایک کو گالی دی ہو گی، دوسرے کو بدکاری کی تہمت لگائی ہو گی، تیسرے کا مال کھا لیا ہو گا، چوتھے کا خون کیا ہو گا، پانچویں کو مارا ہو

۱) صحیح البخاری, حدیث نمبر ۲۷۶۶، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۵۔

۲) المعجم الکبیر، سلیمان بن اِحمد الطبرانی، حدیث: ۳۰۲۳، محقق: حمدی بن عبد المجید السّلفی دار النشر: مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ، طبع دوم ۱۹۹۴م، ۱۶۸/۳

۳) فیض القدیر، تحت الحدیث: ۲۳۴۰, ج ۶۰۱/۲۔

۴) صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، حدیث نمبر ۲۵۸۱، محقق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحیاء التراث العربی - بیروت، ۹۹۷/۴

گا، پھر ان لوگوں کو (یعنی جن کو اس نے دنیا میں ستایا) اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور جو اس کی نیکیاں اس کے گناہ ادا ہونے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈالی جائیں گی آخر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

مذکورہ بالا احادیث میں قذف کی مذمت سے معلوم ہوتا ہے کہ قذف کا جرم نہ صرف ہلاک کرنے والا ہے بلکہ یہ سو سال کی عبادت کو برباد کرتا ہے۔ قیامت میں قاذف شخص کا شمار مفلسوں میں ہوگا جس کی تمام نیکیاں تہمت کے عوض دوسروں کے نامہ اعمال میں چلی جائے گی کیونکہ الزام تراشی اور بے بنیاد تہمت کسی بھی معاشرے اور خاندان کے امن وسکون برباد کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہتک عزت کی وجہ سے معاشرے میں بڑے فسادات وقوع پزیر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بے بنیاد الزامات خاندان میں قتل وغارت کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سزائیں بطور سد الذرائع فتنہ وفساد اور بے راہ روی کا خاتمہ کرتی ہیں۔ حد قذف کے نفاذ سے نہ صرف معاشرہ بہت سی برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے لوگوں کی عزت وآبرو اور ان کی ساکھ محفوظ ہو جاتی ہے اور باہمی منافرت وعداوت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

تہمت کے جرم شنیع پر حد کی سزا مقرر کرنے کے پیچھے حکمت بھی یہی ہے کہ ایک طرف قاذفین کو سزا دے کر کیفر کردار تک پہنچایا جائے تو دوسری طرف سزا کا خوف طاری کر کے مرتکبین کو روکا جائے اور انسداد قذف کو یقینی بنایا جائے جو کہ حقیقت میں اصول سد الذرائع کی عملی تطبیق ہے۔

## زنا کے لغوی معنی

زنا کا لفظ زَنیٰ یَزْنِي زِناً وزِناءً کے فعل سے مصدر ہے۔

اس کے متعلق جوہری لکھتے ہیں:

"الزِنىَ يمدُّ ويقصر، فالقصر لأهل الحجازوالمدُّ لأهل نجد"-(۱)

"زنا مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے قصر اہل حجاز کا طریقہ ہے اور مد اہل نجد کا"۔

قصر کی صورت میں اسے یوں ( الزِنی ) لکھا جائے گا اور الف ممدودہ کی صورت میں اسے یوں (الزِّنا) لکھا جائے گا۔

زنا سے اسم فاعل (زان) مرد کے لیے اور (زانية ) عورت کے لیے آتا ہے۔

جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً ﴾-(۲)

"زنا کرنے والا مرد زناکار عورت سے ہی نکاح کرے گا"۔

سید مرتضیٰ حسین زبیدی لکھتے ہیں:

"الزِنا لُغَةُ الرُّقِيِّ على الشيءِ"-(۳)

"لغت میں زنا کا معنیٰ کسی چیز پر چڑھنا ہے"۔

ابن منظور لکھتے ہیں:

"أَصل الزَّناء الضيقُ"-(۴)

"زناء کی اصل تنگی ہے"۔

راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"والزّناء: الحاقن بوله"-(۵)

---

۱) الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیہ، اسماعیل بن حماد الجوہری دار العلم للملایین—بیروت، طبع چہارم، ۱۹۸۷م، ۳۶۸/۶

۲) النور: ۳

۳) تاج العروس، مطبوعہ المطبعة الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ ۱۶۵/۱۰۔

۴) لسان العرب، ابن منظور، ۳۶۰/۱۴

۵) تاج العروس، مطبوعہ المطبعة الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ ۱۶۵/۱۰۔

"جس کا پیشاب بند ہو، تو یہ زنا ہے"۔ (ایسی کیفیت جس میں پیشاب رکتا ہو)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"الزِّنَاءُ:وطء المرأة من غير عقد شرعيّ"-(۱)

"کسی عورت کے ساتھ بغیر شرعی نکاح کے وطی کرنا زنا ہے"۔

زنا کی لغوی تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن بحث کی مناسبت سے امام راغب اصفہانی کی تعریف زیادہ مناسب ہے کیونکہ قرآن پاک اور احادیث میں زنا سے یہی معنی مراد لیا گیا ہے۔

## زنا کی اصطلاحی تعریف

زنا شرعی طور پر ایک حرام فعل اور معاشرتی جرم ہے جس کی حرمت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ زنا کا شمار گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے۔ زنا نکاح سے پہلے ہو یا بعد میں، دونوں صورتوں میں گناہ ہے۔

خطیب الشربینی الشافعی زناء کی تعریف میں لکھتے ہیں:

" إِيلَاجُ الذَّكَرِ بِفَرْجٍ مُحَرَّمٍ لِعَيْنِهِ خَالٍ عَنْ الشُّبْهَةِ مُشْتَهًى يُوجِبُ الْحَدَّ"-(۲)

"اس سے مراد ذکر (آلہ تناسل) کا کسی ایسی شرمگاہ میں داخل کرنا، جو حرام لعینہ ہو، ملکیت کے شبہ سے خالی ہو اور ایسی شہوت انگیز ہو جو حد کو واجب کرتی ہو"۔

ابن رشد المالکی اس کی متفق علیہ تعریف یوں کرتے ہیں:

" فَأَمَّا الزِّنَى فَهُوَ كُلُّ وَطْءٍ وَقَعَ عَلَى غَيْرِ نِكَاحٍ، وَلَا شُبْهَةِ نِكَاحٍ، وَلَا مِلْكِ يَمِينٍ. وَهَذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بِالْجُمْلَةِ مِنْ عُلَمَاءِ الْإِسْلَامِ"-(۳)

"جہاں تک زنا کا تعلق ہے تو یہ ہر وہ جماع ہے جو بغیر نکاح کے واقع ہو اور اس میں شبہ نکاح نہ ہو اور نہ ہی ملک یمین ہو۔ اس پر عام طور پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے"۔

کمال ابن ھمام حنفی اس کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"فَالْأَوْلَى فِي تَعْرِيفِهِ أَنَّهُ وَطْءٌ مُكَلَّفٌ طَائِعٌ مُشْتَهَاةٌ حَالًا أَوْ مَاضِيًا فِي الْقُبُلِ بِلَا شُبْهَةِ مِلْكٍ

---

۱) المفردات، راغب اصفہانی، دار القلم، الدار الشامیہ - دمشق بیروت، ص ۳۸۴۔

۲) مغنی المحتاج، الخطیب الشربینی، ۴۴۲/۵

۳) بدایۃ المجتهد، ابن رشد، ۲۱۵/۴

فِي دَارِ الْإِسْلَامِ""-(۱)

"اس کی بہترین تعریف یہ ہے کہ زنا سے مراد کسی مکلف کا اپنی مرضی سے اسلامی سلطنت کے حدود میں ایسی شہوت انگیز عورت کی شرمگاہ میں وطی کرنا ہے، جو حال یا ماضی میں کسی ملکیت کے شبہ سے خالی ہو"۔

مزید لکھتے ہیں:

"فَخَرَجَ زِنَا الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ وَالْمُكْرَهِ وَبِالصَّبِيَّةِ الَّتِي تُشْتَهَى وَالْمَيِّتَةِ وَالْبَهِيمَةِ"-(۲)

پس اس قید سے بچے، دیوانے مجبور قابل اشتہاء بچی مردہ اور حیوان کے ساتھ زنا کرنا خارج ہو جائے گا۔

بعض فقہاء نے زنا کی تعریف میں ان افعال کو بھی شامل کیا ہے جن سے جنسی تسکین حاصل ہوتی ہے جیسے: بوسہ لینا، چھونا، دیکھنا یا جنسی خیالات رکھتے ہوئے کسی کے قریب ہونا وغیرہ۔

اسلام انسانی معاشرے کو زناء کے شر سے بچانے کے لیے وسیع پیمانے پر انسدادی تدابیر وحکمت عملی کرتا ہے۔اس سلسلے میں اسلامی نظریہ حیات سب سے پہلے نفس کی اصلاح پر زور دیتا ہے۔انسان کے دل میں خوف خدا کا جذبہ اجاگر کرتا ہے۔اس میں آخرت کی باز پرس کا احساس اور اطاعت کا شوق پیدا کرتا ہے۔ پھر نفسانی حاجات کی تسکین اور نسل انسانی کی بقاء کی مصلحت کے پیش نظر اسے شادی کی صورت میں صالح معاشرت کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے بلکہ اس کے لئے تعدد ازواج کو مشروع کرتا ہے تاکہ حفظ نسل کی مصلحت کو یقینی بنایا جائے اور ناجائز ذرائع کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ان اہداف کے حصول کے لئے اسلام اپنے ماننے والوں کو کچھ معاشرتی آداب اور ضوابط کا پابند بناتا ہے تاکہ ایسی فضاء پیدا ہو جہاں اخلاق حسنہ کی پرورش ہو سکے اور رزائل اخلاق کا ازالہ ہو سکے۔قرآن مجید میں ایسی بے شمار آیات وارد ہیں جو معاشرتی آداب کی اہمیت پر زور دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام ان عوامل ومحرکات سے بھی روکتا ہے جو کسی بھی طرح سے شہوانی وجنسی جرائم کے ارتکاب میں معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد الہی ہے؛

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ﴾ -(۳)

"اور زنا کے قریب نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے"۔

---

۱) فتح القدیر، ابن الھمام، ۵/۲۴۷

۲) ایضا

۳) الاسراء: ۳۲

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسداد جرم سے پہلے اسباب جرم کی روک تھام ضروری ہے۔ شارع نے جب زنا کو قابل حد جرم قرار دیا تو ساتھ ہی زنا کے مقدمات اور اس کے قریبی اسباب کو بھی منع کر دیا۔ جیسے کہ مذکورہ آیت میں زنا کی ممانعت کا اسلوب براہ راست نہیں ہے بلکہ بالواسطہ ہے یعنی یہ نہیں کہا گیا کہ زنامت کرو بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ زنا کے قریب نہ جانا۔ نہی جرم زنا کے بجائے قرب زنا سے ہے۔ جرم زنا پر قرب زنا کی ممانعت کو اس لئے مقدم کیا گیا کیونکہ قرب زنا ہی فعل زنا کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح کا اسلوب ہے جس طرح ایک مربی اپنی اولاد کو کسی خطرناک چیز سے منع کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے مثلا وہ اپنی اولاد کو آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے عموما یوں کہتا ہے کہ خبردار آگ کے قریب نہ جانا۔ ایسے اسلوب کلام میں دراصل مقصود قربت نہیں ہوتا بلکہ ممنوعہ چیز ہوتی ہے چونکہ قربت ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے ذریعہ کو پہلے مسدود کر کے جرم کے امکان کو وقوع پزیر ہونے سے روکا جاتا ہے۔ فحاشی پر مبنی پر کشش ماحول کا قرب ہی اکثر زنا کے فعل شنیع کی طرف راہ ہموار کرتا ہے۔ جیسے کہ قربت اور صحبت کے اچھے برے اثرات سے متعلق حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً »۔(۱)

"اچھے ہم نشیں اور برے ہم نشیں کی مثال بعینہ ایسی ہی ہے، جیسے کہ عطر فروش اور بھٹی پھونکنے والا۔ عطر فروش یا تو تمھیں عطر تحفے میں دے دے گا یا پھر تم اس سے خرید لو گے یا (کم از کم) تمھیں اس سے خوش بو تو آئے گی ہی۔ جب کہ بھٹی میں پھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا ڈالے گا یا پھر تمھیں اس سے بد بو آئے گی"۔

فقہ الجنایات میں انسداد جرائم سے قبل اسباب جرائم کی روک تھام کا یہ فلسفہ درحقیقت میں نہ صرف اصول سد ذرائع کے عملی تطبیق کی طرف اشارہ کرتا ہے بلکہ جنایات میں سد ذرائع کے اطلاقی پہلو کی توثیق بھی کرتا ہے۔ بعینہ ممانعت کا یہی اسلوب آدم علیہ السلام کے قصہ میں بھی وارد ہے جہاں شجرہ ممنوعہ کے معاملے میں اکل شجرہ سے پہلے قرب شجرہ کی ممانعت کو مقدم کیا گیا ہے جو اس بات پر صراحتا دلالت کرتا ہے کہ کسی شے کا قرب عموما میلان طبع کا باعث ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے محرمات ممنوعات محظورات اور جنایات کے باب میں قرب، صحبت، ماحول اور مقدمات سے پہلے منع کیا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں عقوبات شرعیہ کے نفاذ سے مقصود جہاں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں وہاں ان سزاوں کی پیچھے یہ

۱) صحیح بخاری حدیث نمبر (۵۵۳۴)، صحیح مسلم حدیث نمبر (٦٦٩٢)

مصلحت بھی کارفرماں ہوتی ہے کہ انسداد جرائم سے قبل ان اسباب کا خاتمہ کیا جائے جو جرائم کی تحریک میں عمل انگیز کا کردارادا کرتے ہیں کیونکہ سوشیالوجی سب سے پہلے فزیالوجی پر اثرانداز ہوتی ہے اور پھر فزیالوجی سائیکالوجی کوآمادہ اور متحرک کرتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو جرم زنا میں قرب زنا کی نہی کا یہ اسلوب حکیم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسداد جرم سے قبل اسباب جرم کو روکنا دراصل فروغ جرم کو ہی روکنا ہے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

« كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرك ذلك لا محالة، فالعينان زناهما النظر، والأذنان زناهما الاستماع، واللسان زناه الكلام، واليد زناها البطش، والرجل زناها الخطا، والقلب يهوى ويتمنى، ويصدق ذلك الفرج ويكذبه»-(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کے بیٹے پر اس کا زنا میں حصہ واجب کر دیا گیا ہے۔ وہ اسے ہر حال میں پانے والا ہے۔ دونوں آنکھیں،ان کا زنا (صنف مخالف کو بری نظر سے) دیکھنا ہے۔ دونوں کان،ان کا زنا (فحش باتیں) سننا ہے۔ ہاتھ،اس کا زنا (برے ارادے سے) پکڑنا ہے۔ پاؤں،اس کا زنا (اس راہ میں) قدم رکھنا ہے۔ دل خواہش کرتا اور تمنا زور کرتی ہے۔ بعد ازاں شرم گاہ (محض) اس (ارادے کے وجود) کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔"

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان بہر صورت زنا کرتا ہے، سوائے اس کے جسے اللہ بچائے، پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کئی مثالیں ذکر کیں: "فالعين زناها النظر "یعنی جب کوئی مرد کسی عورت کو دیکھے، اگرچہ بغیر شہوت کے ہو اور وہ عورت اس کی محرمات میں سے نہ ہو، تو یہ بھی زنا کی ایک قسم ہے۔ یہ آنکھوں کا زنا ہے۔"والأُذنان زِناهما الاستماع"یعنی انسان کا کسی اجنبی عورت کی گفتگو سن کر اس کی آواز سے لطف اندوز ہونا۔ یہ کانوں کا زنا ہے۔ اسی طرح" اليد زناها البَطْش "ہاتھ سے چھونا وغیرہ۔ یہ ہاتھ کا زنا ہے۔"والرِجل زناها الخُطا"یعنی انسان کا فُحش کاموں والی جگہ کی طرف جانا یا عورت کی آواز سننے جانا یا کسی عورت کو دیکھ کر اس کا پیچھا کرنا، یہ سب زنا کی قسمیں ہیں۔" والقلب يَهْوَى ويتمنى "یعنی دل کا عورتوں کی طرف میلان۔ یہ بھی دل کا زنا ہے۔"والفرج يصدِّق ذلك أو يُكذِّبه"یعنی جب انسان شرم گاہ کے ذریعے زنا کرتا ہے- اللہ کی پناہ- تو یہ ان اعضا کے زنا کی تصدیق ہے۔ اگر وہ شرم گاہ کے ذریعے زنا نہ کرے، بلکہ محفوظ رہے، تو یہ ان

---

۱) (مسلم (۲۶۵۷) ورواہ احمد (۱۰۹۲۰)

اعضا کی تکذیب ہے۔ حدیث میں مذکور یہ سب امور حقیقی طور پر زنا کے زمرے میں تو نہیں آتے لیکن زنا کے اسباب ومقدمات ضرور ہیں۔ شریعت مطہرہ ایسی تمام ترغیبات نفس سے بطور سدّ ذرائع اجتناب کا حکم دیتی ہے جو کسی بھی طرح سے ناجائز تعلق کا سبب بنے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اسباب کو اسلام زنا سے تعبیر کر کے ان کی حرمت کا حکم دیتا ہے۔ اسلام نے جس کام کو گناہ کا سبب قرار دے کر ایک بار حرام کر لیا تو وہ پھر تمام مسلمانوں کے لئے یکساں حرام ہوتا ہے، اس بات سے قطع نظر ہو کر کہ وہ کام کسی کے لئے گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بن رہا ہے یا نہ نہیں۔ چونکہ یہ افعال زنا اور جنسی جرائم کے اسباب ہیں، اس لئے ان سے منع کیا گیا۔ اسی طرح جو عوامل زنا کی رغبت دلائے، اس کی تحریک میں مدد فراہم کرے اور اس کے لیے مواقع پیدا کرے، تو ایسے تمام عناصر و محرکات بطور سدّ ذرائع حرام ہوں گے کیونکہ یہ فحاشی کے ذرائع ہیں۔

پیر محمد کرم شاہؒ لکھتے ہیں:

"شریعت اسلامیہ فقط گناہوں سے نہیں روکتی اور ان کے ارتکاب پر سزا نہیں دیتی بلکہ ان تمام وسائل اور ذرائع پر پابندی عائد کرتی ہے اور انہیں ممنوع قرار دیتی ہے جو انسانوں کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں، تاکہ جب گناہوں کی طرف لے جانے والا راستہ ہی بند ہو گا تو گناہوں کا ارتکاب آسان نہیں ہو گا۔ طبیعت میں ہیجان پیدا کرنے والے اور جذبات شہوت کو مشتعل کرنے والے اسباب سے نہ روکنا اور ان کو کھلی چھٹی دے دینا اور پھر یہ توقع کرنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچالیں گے بڑی نادانی اور ابلہی ہے۔ اگر کوئی نظام ان عوامل اور محرکات کا قلع قمع نہیں کرتا جو انسان کو بدکاری کی طرف دھکیل کر لے جاتے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس برائی کو برائی نہیں سمجھتا اور نہ اس سے لوگوں کو بچانے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔ اس کی زبان پر جو کچھ ہے وہ اس کے دل کی صدا نہیں بلکہ محض ریاکاری اور ملمع سازی ہے"۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ اسلام عورتوں اور مردوں کو بطور سدّ ذرائع، غضِّ بصر کا حکم دے کر ان کی نگاہوں کو محفوظ بناتا ہے کیونکہ نفس کا شیطان اندر ہمہ وقت موجود ہے جو خواہشات کی طرف ابھارتا ہے۔ اس بنا پر نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ ﴾-(۲)

---

۱) تفسیر ضیاء القرآن، سورہ النور، ۳/۳۱۲، ۳۱۱

۲) النور: ۳۰

"مومنین سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں"۔

اسی طرح اجنبی عورت اور غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت اور سفر سے بھی منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ فسق وفجور اور شر وفساد کا باعث ہے، جس سے معاشرے میں برائیاں جنم لے سکتی ہیں۔اس حوالے سے متعدد احادیث مذکور ہیں:

جیسے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

" لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ, وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ " فَقَامَ رَجُلٌ, فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ, إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً, وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا, قَالَ: " انْطَلِقْ, فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ "۔(١)

"کوئی مرد کسی عورت سے خلوت ہرگز نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ہو اور عورت اپنے محرم کے علاوہ سفر نہ کرے۔ایک آدمی کھڑا ہوا، اس نے کہا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی حج کرنے نکلی ہے اور میں فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو واپس چلا جا۔اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔"

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کے سلسلے میں امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وحرم الخلوة بالأجنبيّة حَذَراً مِن الذريعة إلى الفساد"۔(٢)

اور کسی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت کرنے سے منع کیا گیا ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ فساد کا ذریعہ بن جائے۔"

اگر غور کیا جائے تو اسلام کا ہر حکم مبنی بر مصلحت ہوتا ہے۔ بہت سارے کام ایسے ہوتے ہیں جس میں فی نفسہ کوئی خرابی نظر نہیں آتی مگر وہ درحقیقت خرابی کا باعث اور ذریعہ بن رہے ہوتے ہیں۔اس لئے اسلام ایسے عمل کو بھی سد الذرائع کے طور پر روک دینے کا حکم دیتا ہے۔ مثلاً مرد اور عورت کے اختلاط میں بظاہر کوئی خرابی یا فساد نظر نہیں آتا مگر یہی اختلاط اکثر اوقات خاص خرابی کا باعث بن جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں فتنہ اور حرام میں پڑنے کا اندیشہ غالب ہوتا ہے۔ شریعت ایسے تعلق سے منع کرتی ہے کیونکہ اس کے ذریعے معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے، رشتوں کا تقدس پائمال ہو جاتا ہے اور معاشرے کے بنیادی ادارے خاندان کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔اسلام ایسے عوامل کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تاکہ بڑی خرابی سے بچا جا سکے۔

---

١) صحیح مسلم ٢/٩٧٨(١٣٤١)، بخاری فتح الباری، ٩/٥٢٣٣، ٢٤٢، طبرانی کبیر، ١١/٣٣٥، مسند احمد (٣٢٣٢،٣٢٣١، ١٩٣٤)

٢) الأشباه والنظائر ١/٣٢٤-

## انسداد زنا میں حد بطور سد الذرائع

زنا کا شمار گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے اوراس کے بہت سے معاشرتی نقصانات ہیں۔ جہاں ایک طرف اس سے حفظ النسل کی مصلحت تباہ ہوجاتی ہے تو دوسری طرف اس سے خاندان اور صالح معاشرت کی مضبوط بنیادیں ہل جاتی ہے۔ اس سے نہ صرف نسب مخلوط ہوجاتا ہے بلکہ اس کے ذریعے سے بہت سے حقدار لوگ وراثت میں اپنے جائز حقوق سے محروم ہوجاتے ہیں۔ یہ خاندان کے ٹوٹنے، اور حمل کے ضائع ہونے کا باعث ہے۔ چنانچہ اسلام نے اس پر سخت ترین تنبیہ کی، اوراس کے ارتکاب پر غیر شادی شدہ زانی کے لئے سو کوڑے اور شادی شدہ کے لئے رجم کی سزا مقرر کی۔ حد کے نفاذ کا مقصد انسداد زنا اور جنایت بر نسل کی روک تھام ہے۔ زنا کے مقدمات کو قبل از زنا ختم کرنے اوراس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس کے اسباب وعوامل روکنے کے لیے جیسے غض بصر، اختلاط مرد وزن، خلوت وسفر مع اجنبیہ، زیب وزینت، بے حیائی، بے پردگی اور گھروں میں بلا اجازت آمد سے متعلق نہی کے احکامات بطور سد ذرائع وارد ہیں بعینہ انسداد زنا میں یہی فعال کردار حد زنا کا بھی ہے جو بعد از وقوع جرم زنا بطور سد ذرائع زنا کا قصد کرنے والوں کو عبرت ناک انجام سے متنبہ کرتا ہے جیسے کہ اس جرم کی مقرر کردہ سخت سزا سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجْلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِاْئَةَ جَلْدَةٍ ﴾ -(۱)

"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد جب ان کی بدکاری ثابت ہوجائے) دونوں میں سے ہر ایک کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو"۔

اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا: الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَمْيٌ بِالْحِجَارَةِ، وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ»-(۲)

"(دین کے احکام) مجھ سے سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے (جنہیں زنا کے جرم میں گھروں میں قید رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور اللہ کے حکم کا انتظار کرنے کے لیے کہا گیا تھا) راہ نکال دی ہے: غیر کنوارہ مرد غیر کنواری عورت کے

۱) النور: ۲۔

۲) سنن ابی داود، کتاب الحدود، حدیث نمبر: ۴۴۱۵، سنن ابن ماجہ، کِتَابُ الْحُدُودِ، بَابُ حَدِّ الزِّنَا، حدیث نمبر ۲۵۵۰۔

ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور رجم ہے اور کنوارہ مرد کنواری عورت کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے"۔

زنا کی حد میں حکمت یہ ہے کہ تمام داخلی و خارجی تدابیر واصلاح کے باوجود بھی جو لوگ حرام ذرائع سے اپنی خواہش نفس پوری کرنے پر اصرار کرتے ہیں ان کو نشان عبرت بنایا جائے تاکہ معاشرے کے بہت سے لوگ جو اس طرح کے جنسی رجحانات رکھتے ہیں نہ صرف اس عمل قبیح سے باز آجائیں بلکہ اس کے ارتکاب کی جرات بھی نہ کریں۔ یہ سخت عبرت ناک سزا اس بات کا بالفعل اعلان ہے کہ مسلم معاشرہ بدکاروں کی چراگاہ نہیں ہے۔ جرم زنا پر مرتب شدہ سزا میں ترہیب کا عبرت ناک پہلو اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ حد زنا سے مقصود انسداد زنا اور جنسی جرائم پر قابو پانا ہے جیسے کہ مفسرین کرام نے حسب ذیل آیت کے ضمن اس طرف اشارہ کیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ -(۱)

"اور تو خدا کے حکم میں ان پر ترس نہ کھاؤ، اگر تم خدا پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہو"۔

علامہ قرطبی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"وأن ذلك يدع المحدود ومن شهده وحضره يتعظ به ويزدجر لأجله ، ويشيع حديثه فيعتبر به من بعده"-(۲)

" لوگوں کی موجودگی میں سرزنش سے مقصود مجرم کو جھڑکنا ہے اور جو لوگ اس کا مشاہدہ کر رہے ہو اور پاس موجود ہو وہ اس سے نصیحت پکڑ سکے اور اس فعل شنیع سے باز رہے، اور یہ بھی ہے کہ اس کی بات آس پاس پھیل جاے اور اس کے بعد اسی حوالے سے اس کا اعتبار کیا جاے"۔

علامہ ابن کثیر (ولا تَأْخُذْكُمْ بِهِما رَأْفَةٌ) کے تحت لکھتے ہیں:

" فَلَا تُقِيمُوا الْحَدَّ كَمَا يَنْبَغِي مِنْ شِدَّةِ الضَّرْبِ الزَّاجِرِ عَنِ الْمَأْثَمِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ الضَّرْبَ الْمُبَرِّحَ

---

۱) النور: ۲۔

۲) الجامع لأحکام القرآن، شمس الدین القرطبی، ۱۲/۱۶۷۔

يَعْنِي فِي إِقَامَةِ الْحَدِّ وَفِي شِدَّةِ الضَّرْبِ"-(۱)

"حد کی سزا میں نرمی کا پہلو نہ ہو بلکہ سزا مار کی شدت کے مطابق ایسی ہونی چاہیے، جو گناہ سے روکتی ہو، اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ محبت بھری مار ہو"۔

اور پھر (وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين) کے تحت لکھتے ہیں:

"هذا فيه تنكيل للزانيين إذا جلدا بحضرة الناس ، فإن ذلك يكون أبلغ في زجرهما ، وأنجع في ردعهما ، فإن في ذلك تقريعا وتوبيخا وفضيحة إذا كان الناس حضورا "-(۲)

"اس سزا میں بدکاروں کے لیے عبرت ہے اگر انہیں لوگوں کے سامنے کوڑے مارے جائیں، یہ ان کی سرزنش میں زیادہ کارگر ثابت ہوگا اور ان کو روکنے میں زیادہ کارآمد ہوگا، کیونکہ اس میں زناکاروں کے لئے ملامت ڈانٹ ڈپٹ اور ذلت ہے خاص کر جب لوگ سزا کے دوران ہو"۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"المراد النهي عن التخفيف في الجلد بأن يجلدوهما جلدا غير مؤلم ---أن المراد بالطائفة هنا، جماعة يحصل بهم التشهير والزجر---أي: وليشهد إقامة الحد على الزانية والزاني، عدد من المؤمنين، ليكون زيادة في التنكيل بمن يرتكب هذه الفاحشة، وأدعى إلى الاعتبار والاتعاظ وأزجر لمن تسول له نفسه الإقدام على تلك الجريمة النكراء"-(۳)

"اس آیت میں کوڑے کی تخفیف سے نہی مراد ہے یعنی ایسے کوڑے مارنا جو دردناک نہ ہو۔ اور یہاں جماعت سے مراد ایک گروہ ہے جس سے بدکار کی تشہیر اور زجر و توبیخ مقصود ہے۔ یعنی بہت سے مومنین زانیہ اور زانی پر حد کی سزا کے وقت موجود ہوں اور اس سزا پر چشم دید گواہ ہوں، تاکہ اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرنے والے بدکار کی ذلت و رسوائی مزید بڑھ جائے نیز اس انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت و نصیحت پکڑے"۔

---

۱) تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، ۶/۶

۲) ایضا

۳) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم شهاب الدین محمود بن عبد الله الآلوسی، تحقیق: علی عبد الباری، دار الکتب العلمیہ - بیروت، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۹/۲۸۲، ۲۸۱۔

عبدالرحمن السعدی اس کے تحت لکھتے ہیں:

"وأمر تعالى أن يحضر عذاب الزانيين طائفة، أي: جماعة من المؤمنين، ليشتهر ويحصل بذلك الخزي والارتداع، وليشاهدوا الحد فعلا، فإن مشاهدة أحكام الشرع بالفعل، مما يقوى بها العلم، ويستقر به الفهم، ويكون أقرب لإصابة الصواب، فلا يزاد فيه ولا ينقص"-(۱)

"اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زناکاروں کی سزامیں ایک گروہ کو شریک کریں، یعنی: مومنوں کا ایک گروہ، تاکہ بدکار کی بدنامی مشہور ہو جائے، وہ ذلیل ہو اور اپنے عمل سے باز آجائے۔ حد زناء کے عملی مشاہدہ سے علم پختہ ہوتا ہے، فہم مستحکم ہوتی ہے اور انسان درستی کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس میں اضافہ یا کمی نہ کی جاے"۔

محمد سید طنطاوی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"نهى منه- سبحانه- عن التهاون في تنفيذ حدوده، وحض على إقامتها بحزم وقوة،

أى: أقيموا- أيها الحكام- حدود الله- تعالى- على الزانية والزاني بأن تجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة، دون أن تأخذكم شفقة أو رحمة في تنفيذ هذه الحدود، ودون أن تقبلوا في التخفيف عنهما شفاعة شفيع، أو وساطة وسيط، فإن الله- تعالى- الذي شرع هذه الحدود وأمر بتنفيذها بكل شدة وقوة، أرحم بعباده وبخلقه منكم والرحمة والرأفة في تنفيذ أحكامه، لا في تعطيلها ولا في إجرائها على غير وجهها"-(۲)

"اس آیت میں اللہ کے اس ارشاد گرامی یعنی "خدا کے دین میں ان پر ترس نہ کھاؤ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اپنی حدود کو نافذ کرنے میں کوتاہی سے منع فرمایا اور انہیں مضبوطی اور قوت کے ساتھ قائم کرنے کی تلقین فرمائی۔

یعنی: اے حکمرانو، زانیہ اور زانی پر خدا کی حدود قائم کرو، ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو، ان حدود کے نفاذ میں رحم و کرم کیے بغیر، کسی سفارشی کی شفاعت قبول کیے بغیر اور کسی ثالث کے ثالثی کے بغیر، کیونکہ اللہ تعالیٰ- جس نے ان حدود کو مشروع کیا۔ اور پوری شدت اور طاقت کے ساتھ اس کے نفاذ کا حکم دیا وہ اپنے بندوں اور مخلوق کے ساتھ تمہاری نسبت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اس لئے رحمت و شفقت اس کے احکام کے نفاذ میں ہے، نہ کہ اس کے تعطیل میں۔ نہ ہی بغیر وجہ کے اجراء میں"۔

---

۱) تیسیر الکریم الرحمن، عبدالرحمن السعدی، ص ٥٦١۔

۲) التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، محمد سید طنطاوی، ۷۹/۱۰۔

ایک اور جگہ زنا کے مفاسد یوں لکھتے ہیں:

"أن الزنا من المرأة أقبح، فإنه يترتب عليه فساد الأنساب، وإلحاق الدنس والعار بزوجها وأهلها، وافتضاح أمرها عن طريق الحمل"-(١)

"عورت کی طرف سے زنا ایک بد تر عمل ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ نسب کی خرابی، اس کے شوہر اور اس کے گھر والوں کی بے عزتی اور حمل کے ذریعے اس کے معاملہ کی رسوائی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے"۔

مذکورہ تفاسیر سے یہ امر بالکل واضح ہوتا ہے کہ حد زناء میں سزا کی شدت اور سختی کے پیچھے پوشیدہ حکمت بھی یہ ہے کہ زنا کے جرائم پر قابو پایا جاسکے اور سزا کا خوف دیکھ کر لوگ اس جرم کے ارتکاب سے باز آجائے۔ حد زنا کے اندر ترہیب کا یہ پہلو دراصل انسداد زنا کی خاطر ہے جو کہ اصول سد الذرائع کی عملی تطبیق ہے۔

اس پہلو کی طرف علامہ خطیب الشربینی یوں اشارہ کرتے ہیں:

"وَاتَّفَقَ أَهْلُ الْمِلَلِ عَلَى تَحْرِيمِهِ، وَهُوَ مِنْ أَفْحَشِ الْكَبَائِرِ، وَلَمْ يَحِلَّ فِي مِلَّةٍ قَطُّ، وَلِهَذَا كَانَ حَدُّهُ أَشَدَّ الْحُدُودِ، لِأَنَّهُ جِنَايَةٌ عَلَى الْأَعْرَاضِ وَالْأَنْسَابِ"-(٢)

"تمام مذاہب کا زنا کی حرمت پر اتفاق ہے کیونکہ یہ گناہ کبیرہ میں فحش ترین گناہ ہے۔ کسی بھی دین میں اس کی قطعاً کوئی اجازت نہیں۔ اسی لئے حدود میں اس کی سزا انتہائی سخت ہے کیونکہ یہ اعراض اور انساب پر جنایت ہے"۔

دوسرے لفظوں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ زنا کے جرم سے حفظ آبرو اور حفظ نسل کی مصلحت بیک وقت پائمال ہو جاتی ہے۔ اس لئے حدود میں زنا کی سزا انتہائی سخت مقرر ہے تاکہ عزت و آبرو اور نسل و نسب کی جنایت کا سد باب ہو سکے۔ حد زنا کے اندر انسداد کا یہ مخفی پہلو دراصل سد ذرائع کے مفہوم کو نہ صرف تقویت دیتا ہے بلکہ اس بات کی وضاحت بھی کرتا ہے کہ حدود کے اندر زجر و توبیخ اور عبرت و ملامت کا مقصد بھی درحقیقت انسداد جرائم ہیں۔ حد زنا میں زجر و توبیخ کے ذریعے سے انسداد فواحش کا یہ غالب پہلو درحقیقت میں نہ صرف اصول سد ذرائع سے مماثلت رکھتا ہے بلکہ اس میں اصول سد ذرائع کی عملی تطبیق کی صورت واضح نظر آتی ہے کیونکہ سد ذرائع بھی جنایت کی واقع اور متوقع دونوں صورتوں کا خاتمہ کرتا ہے۔

---

١) التفسير الوسيط للقرآن الكريم، محمد سيد طنطاوی، ٧٩/١٠۔

٢) مغنی المحتاج، الخطیب الشربینی، ۴۴۲/۵

# فصل چہارم

# حد شرب خمر، قصاص اور سد الذرائع

## شرب خمر

شرب خمر کی اصطلاحی تعریف سے پہلے "شرب" اور "خمر" کو الگ الگ جاننا ضروری ہے۔اس لئے ان دونوں کے لغوی معنی پہلے ذکر کیے جاتے ہیں۔

### شرب کا لغوی معنی

لفظ شرب کے متعلق ابن منظور لکھتے ہیں:

" الشَّرْبُ الْمَصْدَرُ، والشِّرْبُ الِاسْمُ والشِّرْبُ:الْمَاءُ، وَالْجَمْعُ أَشرابٌ،والشَّرْبةُ مِنَ الماءِ:مَا يُشْرَبُ مَرَّةً، والشِّرْبُ:الحَظُّ مِنَ الماءِ، بِالْكَسْرِ--- وَقِيلَ:الشِّرْبُ هُوَ وقتُ الشُّرْبِ:والمِشْرَبُ الْمَاءُ نَفسُه والشَّرابُ: مَا شُرِب مِنْ أَيِّ نوْعٍ كَانَ، وَعَلَى أَيِّ حَالٍ كَانَ"-(۱)

"لفظ شرب مصدر ہے اور شِرْبُ اسم ہے۔شِرْبُ کا معنی پانی ہے اور اس کی جمع اَشرابٌ ہے اور الشَّرْبةُ پانی کا پینا ہے: جس کو ایک بار پیا جائے۔اور الشِرْبُ: پانی کے ایک حصہ کو کہتے ہیں، جو کسرہ کے سے آتا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ: الشِرْبُ پینے کا وقت ہے۔اور کہا گیا ہے کہ: مَشْرَبُ بذات خود پانی ہے۔اور شراب: کسی بھی مشروب کو کہتے ہیں، جس کو پیا جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی نوعیت اور کسی بھی حالت میں ہو"۔

لفظ شَرَب کے متعلق ابن فارس لکھتے ہیں:

"(شَرَبَ) الشِّينُ وَالرَّاءُ وَالْبَاءُ أَصْلٌ وَاحِدٌ مُنْقَاسٌ مُطَّرِدٌ، وَهُوَ الشُّرْبُ الْمَعْرُوفُ---تَقُولُ: شَرِبْتُ الْمَاءَ أَشْرَبُهُ شَرْبًا، وَهُوَ الْمَصْدَرُ"-(۲)

"(شَرَبَ) میں شین، را اور با ایک ہی اصل سے ہیں اور اس سے الشُّرْبُ (پینا) قیاس کیا گیا ہے جو کہ عام اور معروف ہے۔جب کوئی کہتا ہے کہ: میں نے پانی پیا تو شَرِبْتُ الْمَاءَ کہا جاتا ہے۔اس کا مصدر شَرْبًا ہے"۔

---

۱) لسان العرب، ابن منظور، ۴۸۸/۱۔

۲) کتاب مقاییس اللغہ، ابن فارس، ۲۶۷/۳

**الزبیدی شین کے اعراب سے متعلق لکھتے ہیں:**

" قَالَ: الفَرَّاءُ: وسَائِر القُرّاء يَرْفَعُون الشِّينَ. وَفِي حَدِيثِ أَيَّام، التَّشرِيقِ (أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْل وشُرَب) يُرْوَى بالضَّمِّ والفَتْح، وهُمَا بمَعْنًى، والفَتْحُ أَقَلُّ اللُّغَتَيْن وَبِهَا قَرَأَ أَبو عَمْرو"-(۱)

**"الفراء کہتے ہیں: تمام قراء شین کے رفع کے ساتھ اسے پڑھتے ہیں۔ جیسے کہ ایام تشریق کی حدیث میں یہ رفع کے ساتھ آیا ہے (أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْل وشُرَب) اور ایک روایت میں یہ ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ آیا ہے، اور دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور رفتح کے ساتھ لغت میں یہ کم آیا ہے۔ ابو عمرو نے فتح کے ساتھ اسے پڑھا ہے"۔**

## خمر کا لغوی معنی

**لفظ خمر کے متعلق ابن فارس لکھتے ہیں:**

"(خَمَرَ) الْخَاءُ وَالْمِيمُ وَالرَّاءُ أَصْلٌ وَاحِدٌ يَدُلُّ عَلَى التَّغْطِيَةِ، وَالْمُخَالَطَةِ فِي سَتْرٍ فَالْخَمْرُ: الشَّرَابُ الْمَعْرُوفُ"-(۲)

**"(خمر) میں حاء، میم اور را اصل ہیں جو ڈھانپنے اور پردہ میں حفاظت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پس خمر: ایک معروف مشروب ہے"۔**

**راغب اصفہانی لکھتے ہیں:**

" أصل الخمر: ستر الشيء، ويقال لما يستر به: خِمَار، لكن الخمار صار في التعارف اسما لما تغطّي به المرأة رأسها، وجمعه خُمُر"-(۳)

**"خمر کی اصل: کسی چیز کو ڈھانپنے کے لیے آتا ہے، اور جب کسی چیز کو ڈھانپ لیا جائے تو کہا جاتا ہے: خمار، لیکن خمار اپنے تعارف میں اس چیز کا نام بن گیا ہے جس سے عورت اپنے سر کو ڈھانپتی ہے، اور اس کی جمع خمر ہے"۔**

**ابن منظور خمر کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں:**

" سِمّيت الخَمْرُ خَمْراً لأَنَّها تُرِكَتْ فاختمرت، واختِمارها: تغيُّر ريحِها. ويقال: سُمِّيَتْ بذلك لمخامرتها العقل" (۴)

---

۱) کتاب تاج العروس، الزبیدی، مرتضی، ۱۱۰/۳

۲) معجم مقاییس اللغۃ، أحمد بن فارس، ۲۱۵/۲

۳) کتاب المفردات فی غریب القرآن، الراغب الأصفہانی، ص ۲۹۸

۴) لسان العرب، ابن منظور، ۵۴۹/۲

"خمر کو اس لئے خمر کہا جاتا ہے کیونکہ اسے چھوڑا جاتا ہے یہاں تک اس میں ابال آجاتا ہے، اور اس کا ابال: اس کی بو کو تبدیل کر دیتا ہے: چونکہ یہ عقل انسانی کو ماوف کرتی ہے تو اسی مناسبت سے اسے خمر کا نام دیا گیا ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

"والخَمْرُ: مَا أَسْكَرَ مِنْ عَصِيرِ الْعِنَبِ لأَنَّها خَامَرَتِ الْعَقْلَ-- والتَّخْمِيرُ: التَّغْطِيَةُ--وَالْعَرَبُ تُسَمِّي الْعِنَبَ خَمْرًا؛ قَالَ: وأَظن ذَلِكَ لِكَوْنِهَا مِنْهُ؛ وَقَالَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: إِنِّي أَرانِي أَعْصِرُ خَمْراً:أَي أَستخرج الْخَمْرَ، وإِذا عُصِرَ الْعِنَبُ فإِنما يُسْتَخْرَجُ بِهِ الْخَمْرُ، فَلِذَلِكَ قَالَ: أَعْصِرُ خَمْراً--والخَمْرُ: مَا خَمَر العَقْلَ، وَهُوَ الْمُسْكِرُ مِنَ الشَّرَابِ، وَهِيَ خَمْرَةٌ وخَمْرٌ وخُمُورٌ مِثْلُ تَمْرَةٍ وَتَمْرٍ وَتُمُورٍ"-(۱)

"شراب: وہ نشہ آور مشروب ہے جس کو انگور کے رس سے بنایا جاتا ہے۔ اس کو خمر اس وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ یہ دماغ کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اسی سے لفظ تخمیر ہے جس کا معنی ڈھانپنا ہے۔ عرب انگور کو خمر کہتے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالی میں ہے: میں شراب کو نچوڑتے ہوئے دیکھتا ہوں: یعنی میں شراب نکالتا ہوں۔ انگور کو جب نچوڑا جائے تو اس سے شراب ہی نکالی جاتی ہے۔ اسی لیے کہا کہ: میں شراب کو نچوڑتا ہوں۔ خمر: وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانپ لے اور یہ شراب کی نشہ آور صورت ہے۔ اس کے اوازن خَمْرَةٌ وخَمْرٌ وخُمُورٌ آتے ہیں جیسے کہ کھجور کے اوزان تَمْرَةٍ وَتَمْرٍ وَتُمُورٍ آتے ہیں"۔

## خمر کی اصطلاحی تعریف

امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس سے مراد:

"إن الْخَمْرإسم للنِّيءِمِنْ مَاءِ الْعِنَبِ إذَا غَلَى وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ"-(۲)

"خمر انگور کے پانی سے حاصل ہونے والے اس خام شے کا نام ہے، جو ابل کر پک جائے اور جھاگ کے ساتھ ظاہر ہو"۔

جمہور فقہاء میں مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ کے نزدیک ہر شراب مسکر (نشہ آور) ہے اور ہر مسکر خمر ہے خواہ وہ انگور سے ہو، کھجور سے ہو گیہوں سے ہو جو سے ہو، شہد سے ہو یا اس جیسی شے سے بنی ہو۔(۳)

---

۱) لسان العرب، ابن منظور، ۲۵۵/۴۔

۲) رد المحتار علی الدر المختار، ابن عابدین، ۴۴۵/۶۔

۳) حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، محمد الدسوقی ۳۱۳/۴، مکتبہ التجاریہ، حاشیۃ العدوی، علی العدوی، طبع دوم، بولاق، ۱۳۱۷ھ ۱۰۸/۸

اگر دیکھا جائے تو بحث کی مناسبت سے جمہور کی تعریف زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس تعریف میں نہ صرف وسعت نظر آتی ہے بلکہ اس معنی کی تائید سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے منقول آثار سے بھی ہوتی ہے۔ اسی بناء پر ہر بہنے والی مسکر (نشہ آور) چیز خمر شمار ہو گی، چاہے وہ انگور سے لی جائے یا گندم و کشمش یا کھجور سے بلکہ آج کے دور میں ہر قسم کا الکحل مشروب اس کے مفہوم میں داخل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کے استعمال کو حرام قرار دیا اور یہ حرمت بتدریج آئی ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِين آمَنُوا لا تَقْرَبُوا الصَّلاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾-(١)

"اے ایمان والوں، نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، حتی کہ تم جان لو جو تم کہہ رہے ہو"

پھر فرمایا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا﴾-(٢)

"وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے ہیں اور ان کا گناہ اس نفع سے بھی بڑا ہے"

اور جب وقت گزرنے کے ساتھ لوگ شراب چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تو حرمت کا قطعی حکم نازل ہوا۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾-(٣)

"اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو"۔

---

١) النساء: ٤٣

٢) البقرہ: ٢١٩

٣) المائدہ: ٩١،٩٠۔

احادیثِ مبارکہ میں اس کی حرمت کے حوالے سے آتا ہے کہ :

« كل مسكر خمر وكل مسكرحرام ومن شرب الخمر في الدنيا فمات وهو هو يدمنها لم يتب لم يشربها في الاخره»۔(۱)

"ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور شے حرام ہے۔اور جس شخص نے دنیا میں شراب پی لی اور وہ شراب کا عادی توبہ کیے بغیر مر گیا تو وہ آخرت میں شراب نہیں پیئے گا یعنی جنت کی شراب سے محروم رہے گا"۔

اسلام میں شراب پینے کی حرمت کے ساتھ اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ :

« ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزيروالاصنام»۔(۲)

"اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے"۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شراب نوشی کا ایک مجرم لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تقریباً چالیس کوڑوں کی سزا دی۔ (۳) حضرت ابو بکر صدیق کے دور خلافت میں چالیس کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی اور عہد فاروقی میں جب اسے کم سمجھا گیا، تو اسی ( ۸۰ ) کوڑوں کی سزا کا تعین ہوا، اور اس پر اجماع امت ہے۔(۴)

علامہ کاسانی اس کی شرائط سے متعلق لکھتے ہیں :

" وَأَمَّا شَرَائِطُ وُجُوبِهَا فَمِنْهَا الْعَقْلُ، وَمِنْهَا الْبُلُوغُ، فَلَاحَدَّ عَلَى الْمَجْنُونِ وَالصَّبِيِّ الَّذِي لَا يَعْقِلُ، وَمِنْهَا الْإِسْلَامُ فَلَا حَدَّ عَلَى الذِّمِّيِّ وَالْحَرْبِيِّ--- فَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ أُكْرِهَ عَلَى شُرْبِ خَمْرٍ وَلَا عَلَى مَنْ أَصَابَتْهُ مَخْمَصَةٌ" -(۵)

---

۱) مسلم، الصحیح، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی ۳: ۱۵۸۷، رقم: ۲۰۰۳۔

۲) بخاری، الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام، بیروت، لبنان: دار ابن کثیر الیمامہ، ۲: ۷۷۹، رقم: ۲۱۲۱۔
مسلم، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والأصنام، ۳: ۱۲۰۷، رقم: ۱۵۸۱۔

۳) سنن ابی داؤد: ۴۴۷۹۔

۴) جامع ترمذی کتاب الحدود، حدیث نمبر ۱۴۴۲۔

۵) بدائع الصنائع، الکاسانی، ۳۹/۷۔

"شرب خمر کی حد کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں کہ: پینے والا عقلمند ہو بالغ ہو۔ دیوانے اور نا سمجھ بچے پر حد جاری نہیں ہوگی۔ اسی طرح مسلمان ہو، ذمی اور حربی پر بھی حد نہیں ہوگی، شراب پینے پر مجبور ہونے والے شخص پر کوئی حد نہیں ہے اور نہ ہی اس پر جس کو ہلاکت خیز بھوک لگی ہو"۔

## انسداد خمر میں حد شرب اور سد الذرائع

اسلام نے شرب خمر کو جب حرام قرار دیا تو اس کے تدارک کے لئے حد شرب کی سزا کا تعین بھی کیا۔
جیسے علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"وفي حد الشرب و السكر و القذف ثمانون في الحر و أربعون في العبد"-(۱)

"شراب، نشے جھوٹی تہمت پر آزاد کے لئے اسی (۸۰) اور غلام کے لئے چالیس کوڑے ہیں"۔

پھر اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

"وَأَمَّا حَدُّ الشُّرْبِ فَسَبَبُ وُجُوبِهِ الشُّرْبُ؛ وَهُوَ شُرْبُ الْخَمْرِ خَاصَّةً، حَتَّى يَجِبَ الْحَدُّ بِشُرْبِ قَلِيلِهَا وَكَثِيرِهَا"-(۲)

"جہاں تک شرب خمر کی حد کا تعلق ہے تو اس کے وجوب کا سبب شرب ہے۔ اور وہ خاص طور پر شراب پینا ہے حتی اگر اس کی مقدار تھوڑی ہو یا زیادہ اس کے پینے سے بھی حد کا اجرا ضروری ہو جاتا ہے"۔

یعنی شرب خمر کو وجوب حد مستلزم ہے۔ حد کا واحد سبب ہی شراب نوشی ہے۔ حد شرب کے نفاذ کی حکمت یہ ہے کہ سزا کے خوف سے معاشرے کے دیگر افراد شراب نوشی سے منع ہو جائے اور اس جرم شنیع کے ارتکاب کی ہمت نہ کرے۔ شارب خمر کو نہ صرف نشان عبرت بنایا جائے بلکہ نفاذ حد کے خوف سے مرتکبین کو اس کے مفاسد سے قبل از وقت روکا جائے کیونکہ شراب کے دینی اور دنیاوی دونوں نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ اس سے نہ صرف عقل انسانی مختل ہوتی ہے بلکہ فکر انسانی کی ساری صلاحیتیں بھی معطل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے حد کی سزا کے اجرء سے مقصود مصالح العباد کی حفاظت ہے تاکہ حفظ عقل کے ضمن میں حفظ دین، حفظ جان اور حفظ مال کی بقیہ مصلحتوں کو بھی جنایت سے بچایا جا سکے۔

---

۱) بدائع الصنائع للکاسانی، ۲۴۹/۹۔

۲) ایضا، ۷۳۹۔

جیسے کہ علامہ قرطبیؒ اس طرف اشارہ کرتے ہیں:

"إن السکرحرام في کل شریعة، لأن الشرائع مصالح العباد لا مفاسدهم، وأصل المصالح العقل، کما أن أصل المفاسد ذهابه،فیجب المنع من کل ما یذهبه أو یشوشه"-(۱)

"نشہ ہر شریعت میں حرام ہے، کیونکہ شریعت لوگوں کے مفاد کا نام ہے، نہ کہ ان کے نقصان کا۔ مصالح کی اصل حفظ عقل ہے جس طرح مفاسد کی اصل عقل کا ماوف ہونا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہر اس چیز سے روکا جائے جو عقل کو زائل یا خراب کرتی ہے"۔

حد شرب کا نفاذ بھی اس لئے ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے عقل کو خراب کرنے والی چیزوں سے روکا جاتا ہے۔ حد شرب کے ضمن میں انسداد شرب اوراس کے تدارک کی یہ شرعی حکمت عملی دراصل اصول سد ذرائع سے مماثلت رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«لاتشرب الخمر،فانها مفتاح کل شر»-(۲)

"کہ شراب نہ پینا، کیونکہ یہ ہر فساد کی چابی ہے"۔

اگر غور کیا جائے تو شراب کا سب سے بڑا فساد ہی لڑائی قتل وغارت اور بغض وعداوت ہے۔ شراب نوشی کے حد میں ترہیب کا انسدادی پہلو دراصل سد ذرائع کی عملی تطبیق ہے۔ حد شرب سے جہاں شارب خمر کی سزا مقصود ہوتی ہے تو دوسری طرف اس سے متوقع فساد کے جملہ ذرائع بھی قبل از وقت مسدود ہو جاتے ہیں۔ حد شرب کی عبرت آمیز سزا معاشرے کے دیگر افراد کو خوف زدہ کرتی ہے جس سے نہ صرف انسداد شرب یقینی ہو جاتا ہے بلکہ اس کے عقب میں انسداد منشیات کی دیگر ذرائع کا خاتمہ اوران اہداف کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ حد شرب کے اس پہلو کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

"وَأَنَّهُ سُبْحَانَهُ أَمَرَ بِاجْتِنَابِ الْخَمْرِ،وَلِهَذَا يُؤْمَرُ بِإِرَاقَتِهَا؛وَيَحْرُمُ اقْتِنَاؤُهَا،وَحُكِمَ بِنَجَاسَتِهَا؛ وَأُمِرَ بِجَلْدِ شَارِبِهَا، كُلُّ ذَلِكَ حَسْمًا لِمَادَّةِ الْفَسَادِ؛ فَكَيْفَ يُبِيحُ الْقَلِيلَ مِنْ الْأَشْرِبَةِ الْمُسْكِرَةِ"-(۳)

"اور شارع نے نے شراب سے پرہیز کا حکم دیا، اوراسی وجہ سے اس کے بہانے (ضائع کرنے) کا حکم دیا جاتا ہے،اس کے حصول کو حرام گردانا جاتا ہے، اوراسے ناپاک سمجھا جاتا ہے اور شراب پینے والے کو کوڑے مارے

۱) تفسیر القرطبیؒ، علامہ قرطبیؒ، ۲۸۷/۶

۲) ابن ماجہ: ۳۳۷۰۔

۳) الفتاوی الکبری، ابن تیمیہ، ۴۱۸/۳

جاتے ہیں، اور یہ سب فساد کے ذرائع کو روکنے کی غرض سے ہی کیا جاتا ہے ۔(اگر معاملہ ایسا ہے) تو پھر نشہ آور مشروبات کی تھوڑی مقدار کیسے مباح ہو سکتی ہے؟"۔

انسداد شراب نوشی میں حد شرب سے متعلق مذکورہ عبارت یعنی (حَسْمًا لِمَادَّةِ الْفَسَادِ) بعینہ وہی مفہوم ہے جو علامہ ابن تیمیہ اور علامہ قرافی کے ہاں سد ذرائع کی تعریف میں مستعمل ہوتا ہے جس سے اس موقف کو مزید تقویت ملتی ہے کہ حد شرب اور اصول سد ذرائع انسداد جرائم میں ہم معنی کردار ادا کرتے ہیں۔دونوں جرائم کے وقوع پزیر ہونے سے پہلے ان کے ذرائع کا خاتمہ کرتے ہیں۔دونوں کا قریب المعنی کردار ارتکاب جرم سے قبل اسباب جرم کا قلع قمع کرنا ہے اور ایسے محرکات کا سد باب کرنا ہے جو جرم میں مددگار ہو۔

## انسداد منشیات میں سد الذرائع کا کردار

اسلام جہاں اپنے ماننے والوں کو مفید مشاغل صحت مند سرگرمیوں اور بامقصد کاموں کا حکم دیتا ہے اور ایک قوی مومن کو کمزور مومن پر ترجیح دیتا ہے تو دوسری طرف یہ ایسے امور سے اجتناب کا حکم دیتا ہے جو جسمانی حوالے سے مضر ہوں اور صحت کو نقصان پہنچاتے ہوں۔یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں ہر وہ چیز جو انسانی عقل کو ضرر پہنچاتی ہو اور زوال صحت کا باعث ہو تو اسلام اس کو نہ صرف منع کرتا ہے بلکہ اس تک جانے والے تمام وسائل کو بھی مسدود کرتا ہے۔

طبّی نقطہ نظر سے جہاں شراب نوشی عقل اور گردوں کو نقصان پہنچاتی ہے تو معاشرتی طور یہ قبیح عمل اخلاق کو بھی تباہ کرتی ہے۔یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جس کی وجہ سے انسانی رویوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔مقدس اور خونی رشتوں میں لا متناہی دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں۔آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں، فرائض میں کوتاہیاں آجاتی ہیں اور حقوق العباد کی حق تلفی عام ہو جاتی ہے۔نشہ میں مبتلا افراد میں جہاں حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہیں، تو دوسری طرف ان میں جرائم کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔نتیجتاً معاشرتی و معاشی مسائل معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور معاشرہ جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ان تمام اسباب کی وجہ سے اسلام جہاں نشہ آور اشیاء کے استعمال سے روکتا ہے تو دوسری طرف اس کے مقدمات و ذرائع کو بھی مسدود کر کے اس کے عوامل کا خاتمہ کرتا ہے کیونکہ ایسے ذرائع شریعت میں موصل الی الحرام کے درجہ میں آتے ہیں۔جیسے شراب پلانا، بیچنا، خریدنا، بنانا، بنوانا، لانا، منگوانا وغیرہ یہ سب کام چونکہ حرام کے ذرائع ہیں لہذا بطور سد الذرائع اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔اسی بناء پر ایک مسلمان کے حق میں جب شراب حرام ہے تو اسے بیچ کر اس کی قیمت، نفع، ٹیکس اور اس کے ذریعے زرمبادلہ حاصل کرنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ سب حرام کے اسباب ہیں۔

اسی طرح نشہ آور اشیاء کی تھوڑی سی مقدار بھی سدذرائع کے طور پر حرام ہے کیونکہ تھوڑی مقدار کثرت مقدار کا ذریعہ بنتی ہے۔ لہٰذا شراب کے ایک قطرے کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ یہ گھونٹ گھونٹ پینے کا ذریعہ نہ بن جائے۔(۱)

جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں:

"حرمت الخمر قليلها و كثيرها والسكر من كل شراب حرام"۔(۲)

"شراب کی تھوڑی اور زیادہ مقدار حرام کر دی گئی ہے اور ہر وہ مشروب جس سے نشہ آئے حرام ہے"۔

اگر حرام کی طرف جانے والے وسائل اور ذرائع مباح ہو جائے تو یہ بات نہ صرف حرمت کے منافی ہوگی بلکہ اس سے حرج بھی لازم آئے گا، اس لئے حرمتِ خمر کے سلسلے میں اللہ نے ان تمام اسباب کو مسدود کر دیا جو وقوع فی الحرام کا سبب بنتے ہیں۔ جیسے وہ محفل جس کے دستر خوان پر شراب اور دیگر منشیات موجود ہوں، وہاں شرکت بھی حرام ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يقعد علي مائدة يشرب عليها الخمر»(۳)

"جو بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دستر خوان پر مت بیٹھے جہاں شراب پی جاتی ہو۔"

اگر غور کیا جائے تو شرع میں حرمت شرب خمر کی ہے لہذا نہی کا مصداق حدیث میں نفس شراب ہونا چاہیے تھا جبکہ حدیث میں ممانعت دستر خوان کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سبب کو مسبب کی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ دستر خوان پر ایسی ممنوعہ اشیا میلان طبع کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح محرمات کی محفلیں اور بری قربتیں اکثر انسان کو ارتکاب جرم پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی حکمت کے پیش نظر دستر خوان پر بیٹھنے کی ممانعت بطور سدالذرائع وارد ہے تاکہ کہیں حرام اشیاء پر مبنی دستر خوان شراب نوشی کا باعث اور محرک نہ بن جائے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے سدذرائع کے طور پر اس سے منع کیا۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لعن الله الخمر و شاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه»۔(۴)

---

۱) الوجیز فی اصول الفقہ، سید عبدالکریم، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ص ۲۹۰۔

۲) نسائی، السنن، کتاب الاشربۃ، ذکر الأخبار التی اعتل بہا من إباح شراب المسکر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۳: ۲۳۳، رقم: ۵۱۹۳۔

۳) جامع ترمذی حدیث نمبر ۲۸۰۱

۴) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۶۵۷، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۳۸۰

"اللہ تعالیٰ شراب پر لعنت فرمائے، اسی طرح شراب پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے اسے تیار کروانے والے، منتقل کرنے والے اور جس کی طرف منتقل کی جارہی ہے، ان سب پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے۔"

اس حدیث میں بھی ممانعت سدذرائع کے طور پر وارد ہے۔ اسلام میں سدذرائع کے طور پر ایسے تمام مجرمانہ راستے مسدود کیے جاتے ہیں جو انسان کے لئے کسی بھی طرح سے مضر ہو۔ مذکورہ حدیث میں شرب خمر کو فروغ دینے والے تمام ذرائع پر لعنت کی وجہ بھی یہ ہے کہ یہ عوامل مصلحتوں کی پائمالی کا باعث ہوتے ہیں بالخصوص شراب جس کا گناہ اس کی منفعت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اگر عقل ہی مختل ہو جائے تو کاروبار حیات لامحالہ جمود کا شکار ہو جائے گا اور معاشرے میں فساد برپا ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے جہاں اس کی سزا مقرر کر کے اس سے منع کیا تو اس کے ساتھ بطور سدذرائع ایسے تمام کام بھی منع کیے جو اس نجاست کو مزید فروغ دے۔ مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ شراب نوشی وشراب فروشی اسلام کی نظر میں دونوں حرام ہے۔ ایک عمل کی حرمت لذاتہ ہے، دوسرے عمل کی حرمت لغیرہ ہے۔ شراب نوشی بذات خود حرام ہے جبکہ شراب فروشی بطور سدذرائع حرام ہے کیونکہ یہ اس کے فروغ کا ذریعہ ہے۔

## قصاص کا مفہوم

قصاص کی لغوی توضیح میں ابن فارس لکھتے ہیں:

"(قص) القاف والصاد أصل صحيح يدل على تتبع الشيءمن ذلك قولهم:اقتصصت الأثر، إذا تتبعته ومن ذلك اشتقاق القصاص في الجراح، وذلك أنه يفعل به مثل فعله بالأول، فكأنه اقتص أثره. ومن الباب القصة والقصص، كل ذلك يتتبع فيذكر"-(۱)

فعل (قص) میں قاف اور صاد صحیح اصل ہے جس کے معنی کسی چیز کا پیچھا کرنا اور جستجو کرنے کے ہوتے ہیں۔ اہل عرب جب کسی چیز کی پیروی اور تعاقب کرتے ہیں تو کہتے ہیں: (اقتصصت الأثر) تم نے اس اثر (نقش قدم) کی پیروی کی یا اس کے پیچھے چلے اور اسی سے قصاص کا لفظ مشتق ہے جو زخموں میں بدلہ لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ کہ وہ اس کے ساتھ وہی کرتا ہے جیسا کہ اس نے پہلے کے ساتھ کیا، گویا اس نے اس کے اثر کا بدلہ لیا۔ یعنی قصاص کے معنی مجرم کا اس طرح پیچھا کرنا کہ اسے اس کے جرم کی سزا مل کر رہے۔ اسی مادہ سے قصہ اور قصص آتا ہے، جیسے کہ کہانی میں تتبع اور تسلسل کا بیان ہوتا ہے۔

علامہ الزبیدی اس کا معنی لکھتے ہیں:

"القصاص،بالكسر:القود،وهوالقتل بالقتل، أوالجرح بالجرح"-(۲)

"قصاص (کسرہ کے ساتھ): سے مراد بدلہ ہے، یعنی قتل کے بدلے قتل کرنا یا زخم کے بدلے زخم ہے"۔

وھبہ الزحیلی اس کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"القصاص لغة: تتبع الأثر،واستعمل في معنى العقوبة؛ لأن المقتص يتبع أثر جناية الجاني، فيجرحه مثلها. وهوأيضا المماثلة، ومن هذا المعنى أخذت عقوبة «القصاص» شرعا، أي مجازاة الجاني بمثل فعله، وهو القتل"-(۳)

"لغت میں قصاص سے مراد نشانات کی پیروی کرنا ہے، اور اسے سزا کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ بدلہ لینے والا مجرم کے جرم کے نشانات کی پیروی کرتا ہے، تاکہ اسے اس کی مثل زخم پہنچائے۔ اس کا معنی مماثلت بھی ہے اور اسی معنی سے شریعت کے مطابق ''قصاص'' کی سزا لی گئی ہے، یعنی مجرم کو اسی فعل کی سزا دینا، جو اس نے قتل کیا"۔

---

۱) مقاییس اللغہ، ابن فارس، ۱۱/۵

۲) تاج العروس، الزبیدی، ۱۸/۱۰۴

۳) الفقہ الاسلامی و أدلتہ، وھبہ الزحیلی، ۷/۵۶۱

اسلام میں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا یا کسی شخص کو بدنی طور پر نقصان پہنچانا حرام ہے اور اس کی سزا قصاص یا دیت اور کفارہ ہے۔ اس کی دلیل کتاب و سنت میں موجود ہے اور اس کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾(۱)

"اور جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے قتل مت کرو ہاں! مگر حق کے ساتھ۔"

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

« الثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ المفَارِقُ للجمَاعَةِ»(۲)

"کسی مسلمان آدمی کا خون بہانا حلال نہیں سوائے تین قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے شادی شدہ زنا کرے یا کوئی کسی کو قتل کر دے۔ یا دین کو چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔"

جس شخص نے کسی مسلمان کو ناجائز قتل کیا اس کے بارے بڑی سخت وعید ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ (۳)

"جس نے مومن کو عمداً قتل کیا تو اسکی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر غضب خداوندی اور لعنت ہے اور اُسکے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے"۔

حفظ جان کی مصلحت تمام الہامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾(۴)

"اور ہم نے تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان ہے۔"

---

۱) الإسراء: ۳۳۔
۲) صحیح مسلم، باب ما یباح بہ دم المسلم، حدیث نمبر: ۱۶۷۶
۳) النساء: ۹۳۔
۴) المائدۃ: ۴۵

قرآن مجید کا یہ حکم بائبل میں بھی ہے جیسے

"تم ایک زندگی کے بدلے دوسری زندگی لو۔ تم آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پیر کے بدلے پیر۔ جلے کے بدلے جلاؤ، کھرنچ کے بدلے کھرچ کرو اور زخم کے بدلے زخم"۔(۱)

قصاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾(۲)

"اے مومنو تم پر قتل میں قصاص فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام۔

یہ آیت قتلِ عمد کی صورت میں قاتل سے قصاص کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو، مرد کو قتل کیا ہو یا عورت کو۔

اس آیت سے متعلق ابن الھمام فرماتے ہیں:

إنما يدل على وجوب القصاص في القتل وأما كون وجوب القصاص في القتل العمد خاصة فلا تدل عليه الآية المذكورة وحدها لإطلاقها، وإنما يدل عليه الحديث المشهور وهو قوله عليه الصلاة والسلام – «العمد قود» (۳)

"یہ آیت قتل میں قصاص کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جہاں تک قتل عمد میں قصاص کے وجوب کا تعلق ہے تو صرف مذکورہ آیت اکیلے اس پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس پر مشہور حدیث دلالت کرتی ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ قتل عمد میں قصاص ہے"۔

## قتل عمد کی شرائط

۱۔ قاتل نے قتل ارادے کے ساتھ کیا ہو۔

۲۔ قاتل کو معلوم ہو کہ اس نے جسے قتل کیا ہے وہ انسان ہے اور (فی الحقیقت) قصوروار نہ تھا بلکہ معصوم تھا۔

۳۔ قتل میں جو آلہ استعمال کیا گیا وہ ایسا ہو جس سے عام طور پر آدمی قتل ہو سکتا ہو۔ وہ آلہ دھار والا ہو یا بغیر دھار کے۔ اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو قتل عمد نہ ہو گا کیونکہ عدم ارادہ سے قصاص لازم نہیں آتا۔ اگر کوئی ایسے ہتھیار کے

۱) عہد نامہ قدیم، باب خروج ۲۱، آیت ۲۳تا۲۵۔

۲) البقرۃ:۱۷۸

۳) کتاب فتح القدیر للکمال ابن الھمام، ۲۱۶/۱۰، ۲۱۵

سبب قتل ہوا جس سے عام طور پر کوئی قتل نہیں ہو سکتا تو اسے اتفاقی قتل قرار دیا جائے گا یعنی قتل خطا قرار پائے گا قتل عمد نہیں۔

## قصاص کے شرائط

۱۔ مقتول کو بلا وجہ ناجائز قتل کیا گیا ہو۔ اگر اسے قتل کرنا جائز ہو تو اس میں قصاص نہیں مثلاً: کسی مسلمان نے کسی حربی کافر کو یا مرتد کو (جب کہ اس نے توبہ نہ کی) یا کسی زانی کو قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائے گا۔

۲۔ قاتل عاقل اور بالغ ہو کیونکہ قصاص ایک اہم اور سخت سزا ہے جس کا نفاذ بچے اور پاگل پر نہ ہو گا کیونکہ دونوں کے کاموں میں قصد و ارادہ شامل نہیں ہوتا نیز ان کے پیش نظر کوئی واضح اور صحیح مقصد نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

« رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يحتلم ، وعن المجنون حتى يعقل»(۱)

"تین اشخاص سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو اور مجنون سے جب تک وہ ہوش و عقل میں نہ آئے۔"

۳۔ جنایت (ارتکاب جرم) کے وقت مقتول اور قاتل برابر درجے کے ہوں یعنی مسلمان ہونے آزاد یا غلام ہونے میں مساوی ہوں۔ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہں کیا جا سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«لا يقتل مُسْلِمٌ بكافر»(۲)

"کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔"

اسی طرح آزاد شخص کو مقتول غلام کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

«مِنْ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُقْتَلَ حُرٌّ بِعَبْدٍ »(۳)

"یہ سنت میں سے ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔"

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب مقتول قاتل کے برابر کا نہیں تو مقتول کے ورثاء کا قاتل کو قتل کرنا حق سے زیادہ لینے کے مترادف ہے۔

---

۱) سنن ابی داؤد، باب فی المجنون یسرق اویصب حداً، حدیث: ۴۴۰۳

۲) صحیح البخاری، باب فی کتابہ العلم، حدیث: ۱۱۱

۳) سنن الدارقطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی البغدادی الدارقطنی، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۶۶۔

۴۔ قاتل والد نہ ہو۔ یعنی مقتول قاتل کا بیٹا، پوتا یا بیٹی پوتی وغیرہ نہ ہو۔ اگر والدین یا دادا، نانا وغیرہ اپنے کسی بچے کو قتل کر دیں گے تو انھیں قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«لَا يُقْتَلُ وَالِدٌ بِوَلَدِهِ»(۱)

"اولاد کے بدلے والد کو قتل نہ کیا جائے۔"

اس حدیث سے اور اسی مفہوم کی دوسری احادیث سے ان نصوص کے عموم میں تخصیص ہو جاتی ہے جن میں وجوب قصاص کا حکم وارد ہوا ہے اور یہ جمہور اہل علم کا مسلک ہے۔

یاد رہے اگر باپ اولاد قتل کر دے تو قصاص میں اسے قتل نہ کرنے کی دلیل موجود ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا ہے۔ اس لیے والد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جب یہ چار شرائط موجود ہوں تو مقتول کے وارث قصاص لینے کا حق رکھتے ہیں۔

اہل علم کے ہاں قتل کی تین قسمیں ہیں: قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطاء۔

قتل عمد اور قتل خطا کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ﴾(۲)

"کسی مومن کو دوسرے مومن کا قتل کر دینا زیبا نہیں مگر غلطی سے ہو جائے (تو اور بات ہے)، جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے، اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے۔

البتہ قتل شبہ عمد سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ, وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ, وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الشَّيْطَانُ, فَتَكُونُ دِمَاءٌ بَيْنَ النَّاسِ فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ, وَلَا حَمْلِ سلاح»(۳)

---

۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنہ یقاد منہ ام لا، حدیث: ۱۴۰۱

۲) النساء: ۹۲،۹۳۔

۳) سنن ابی داؤد، باب دیات الارضاء، حدیث: ۴۵۶۵۔

"قتل شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی طرح سخت ہے البتہ اس میں قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔اس کی وجہ ہے کہ شیطان دو آدمیوں کے درمیان کودپڑتا ہے جس کے نتیجے میں قتل کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔حالانکہ ان دونوں (قاتل اور مقتول) کے درمیان پہلے سے دشمنی نہیں تھی اور ہتھیار بھی نہیں اٹھائے گئے۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«قَتِيلُ الْخَطَأِ شِبْهِ الْعَمْدِ، قَتِيلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا، مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، أَرْبَعُونَ مِنْهَا خَلِفَةً، فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا» (۱)

"(بعض صورتوں میں) غلطی سے ہو جانے والا قتل جو قتل عمد سے مشابہ ہو اسے شبہ عمد کہتے ہیں مثلاً: جو کوڑا یا عصا لگنے سے قتل ہو جاتا ہے۔اس میں دیت سو اونٹ ہیں جن میں سے چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی"۔

قتل عمد یہ ہے کہ مجرم کسی بے گناہ شخص کو یہ جانتے ہوئے قتل کر دے کہ وہ انسان ہے اور وہ ایسی شے (آلہ) استعمال کرے جس سے قتل ہو جانے کا گمان غالب ہو۔

## انسداد قتل میں قصاص بطور سد الذرائع

دور جاہلیت میں اگر کوئی شخص مارا جاتا تو عرب میں اس کے قصاص کا کوئی قانون نہ تھا۔اس کے بدلے دونوں اطراف سے خون کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا اور پھر یہ فساد ختم لینے کا نام ہی نہ لیتا۔عرب میں تمام خانہ جنگیاں اکثر طویل عرصہ تک جاری رہتی جس کی وجہ سے معاشرے کا امن وسکون تباہ ہو جاتا تھا۔عہد جاہلیت میں انتقام لینے میں مبالغے سے کام لیا جاتا تھا۔اس کی ایک صورت یہ تھی کہ زیادہ تر مجرم کے ساتھ غیر مجرم سے بھی بدلہ لیا جاتا۔یہ ایسا ظلم تھا جس سے مقصد حاصل نہ ہوتا تھا بلکہ اس سے فتنہ اور خونریزی مزید بڑھتی تھی۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَفَحُكْمَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (۲)

"کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔"

جب عرب میں اسلام آیا تو اس نے دیگر احکام کے ساتھ نظام قصاص دیا۔قصاص کے عادلانہ قانون نے دنیا بھر کے لوگوں کی زندگیوں کو نہ صرف محفوظ بنا دیا بلکہ تحفظ جان کے اصول کے ذریعے ان کو جینے کا حق عطا فرما دیا اور بتایا کہ قصاص صرف

---

۱) سنن ابن ماجہ، باب دیہ شبہ العمد مغلظہ، حدیث: ۲۶۲۷۔

۲) المائدۃ: ۵۰

قصور وار سے لیا جائے۔ان اسلامی احکام کے قیام سے نہ صرف خونریزی کا تسلسل رکا بلکہ معاشرے میں امن وسکون بھی قائم ہوا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے قصاص کی مشروعیت کا مقصد لوگوں کے ساتھ رحمت وشفقت کرنا اور ان کی جانوں کو محفوظ رکھنا ہے۔قصاص میں مجرم سے اس کے کیے ہوئے مجرم کی مثل یا اس کے مشابہ بدلہ لیا جاتا ہے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ قصاص لینے سے مظلوم یا اس کے ورثاء کا جوش وجذبہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ان کے دل کو تشفی ہو جاتی ہے، ظلم کا سدباب ہو جاتا ہے، دل ودماغ میں اٹھنے والے طوفان کا تدارک ہو جاتا ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

"قَضَاءُ الشَّرْعِ بِقَتْلِ الْكَافِرِ الْمُضِلِّ وَعُقُوبَةِ الْمُبْتَدِعِ الدَّاعِي إِلَى بِدْعَتِهِ، فَإِنَّ هَذَا يُفَوِّتُ عَلَى الْخَلْقِ دِينَهُمْ، وَقَضَاؤُهُ بِإِيجَابِ الْقِصَاصِ أَدَبُهُ حِفْظُ النُّفُوسِ، وَإِيجَابُ حَدِّ الشُّرْبِ إِذْ بِهِ حِفْظُ الْعُقُولِ الَّتِي هِيَ مِلَاكُ التَّكْلِيفِ وَإِيجَابُ حَدِّ الزِّنَا إِذْ بِهِ حِفْظُ النَّسْلِ وَالْأَنْسَابِ، وَإِيجَابُ زَجْرِ الْغُصَّابِ وَالسُّرَّاقِ إِذْ بِهِ يَحْصُلُ حِفْظُ الْأَمْوَالِ الَّتِي هِيَ مَعَاشُ الْخَلْقِ وَهُمْ مُضْطَرُّونَ إِلَيْهَاوَتَحْرِيمُ تَفْوِيتِ هَذِهِ الْأُصُولِ الْخَمْسَةِ وَالزَّجْرِ عَنْهَا يَسْتَحِيلُ أَنْ لَا تَشْتَمِلَ عَلَيْهِ مِلَّةٌ مِنَ الْمِلَلِ وَشَرِيعَةٌ مِنَ الشَّرَائِعِ الَّتِي أُرِيدَ بِهَا إِصْلَاحُ الْخَلْقِ،وَلِذَلِكَ لَمْ تَخْتَلِفْ الشَّرَائِعُ فِي تَحْرِيمِ الْكُفْرِ وَالْقَتْلِ وَالزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَشُرْبِ الْمُسْكِرِأَمَّا مَا يَجْرِي مَجْرَى التَّكْمِلَةِ وَالتَّتِمَّةِ لِهَذِهِ الْمَرْتَبَةِ فَكَقَوْلِنَا:الْمُمَاثَلَةُ مَرْعِيَّةٌ فِي اسْتِيفَاءِ الْقِصَاصِ؛ لِأَنَّهُ مَشْرُوعٌ لِلزَّجْرِ وَالتَّشَفِّي وَلَا يَحْصُلُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْمِثْلِ"-(۱)

"شریعت نے ایسے کافر کے قتل کا حکم دیا ہے جس کا کفر متعدی ہو؛اسی طرح ایسے بدعتی کی سرزنش کا حکم دیا ہے جو اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے؛ کیونکہ اس سے خلق پر دین کی حفاظت کا مقصد فوت ہوتا ہے اور شریعت نے قصاص کا حکم دیا ہے؛ کیونکہ اس کے ذریعہ جان کی حفاظت ممکن ہے اور شراب پینے کی حد متعین کی ہے کہ عقول کی حفاظت کی جاسکے، جو انسان کی تکلیف کا مدار ہے اور حدزنا متعین کی تاکہ اس کے ذریعہ نسل اور نسب کی حفاظت کی جاسکے اور چوروں اور غاصبوں کی سزا متعین کی ہے؛تاکہ لوگوں کے مال کی حفاظت کی جاسکے، جس سے خلق کا معاش وابستہ ہے اور لوگوں کو اس کی احتیاج ہے، یہ پانچوں ایسے امور ہیں جن کی حفاظت کا خیال نہ رکھنا کسی ایسی ملت وشریعت میں ممکن نہیں جو خلق کی اصلاح کے لیے نازل کی گئی ہو۔اسی وجہ سے کفر قتل، زنا، چوری اور شراب نوشی کی تحریم میں شرائع کا اختلاف نہیں تھا۔اس وجہ سے جو امور اس مرتبہ کے مصلحت کے

---

۱) المستصفی، غزالی، ص ۱۷۴

لئے تکملہ اور تتمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تو اس حوالے سے ہم کہتے ہیں کہ: قصاص کی تکمیل میں مماثلت دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ قصاص زجر و توبیخ اور تشفی کے لئے جائز ہوا ہے، اور یہ صرف مماثلت کے ساتھ ہو سکتا ہے"۔

اسی لئے اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الأَلْبَابِ لَعَلَّكُم تَتَّقونَ ﴾(۱)

**"عقل مندو! قصاص میں تمھارے لیے زندگی ہے شاید تم پرہیز گار بن جاؤ۔"**

علامہ ابن قیم اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"فَلَوْلَا الْقِصَاصُ لَفَسَدَ الْعَالَمُ، وَأَهْلَكَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ابْتِدَاءً وَاسْتِيفَاءً، فَكَانَ فِي الْقِصَاصِ دَفْعًا لِمَفْسَدَةِ التَّجَرُّؤِ عَلَى الدِّمَاءِ بِالْجِنَايَةِ وَبِالِاسْتِيفَاءِ وَقَدْ قَالَتْ الْعَرَبُ فِي جَاهِلِيَّتِهَا:"الْقَتْلُ أَنْفَى لِلْقَتْلِ وَبِسَفْكِ الدِّمَاءِ تُحْقَنُ الدِّمَاءُ"؛فَلَمْ تُغْسَلْ النَّجَاسَةُ بِالنَّجَاسَةِ، بَلْ الْجِنَايَةُ نَجَاسَةٌ وَالْقِصَاصُ طُهْرَةٌ، وَإِذَا لَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْ مَوْتِ الْقَاتِلِ وَمَنْ اسْتَحَقَّ الْقَتْلَ فَمَوْتُهُ بِالسَّيْفِ أَنْفَعُ لَهُ فِي عَاجِلَتِهِ وَآجِلَتِهِ، وَالْمَوْتُ بِهِ أَسْرَعُ الْمَوْتَاتِ وَأَوْحَاهَا وَأَقَلُّهَا أَلَمًا، فَمَوْتُهُ بِهِ مَصْلَحَةٌ لَهُ وَلِأَوْلِيَاءِ الْقَتِيلِ وَلِعُمُومِ النَّاسِ، وَجَرَى ذَلِكَ مَجْرَى إتْلَافِ الْحَيَوَانِ بِذَبْحِهِ لِمَصْلَحَةِ الْآدَمِيِّ، فَإِنَّهُ حَسَنٌ، وَإِنْ كَانَ فِي ذَبْحِهِ إضْرَارٌ بِالْحَيَوَانِ؛ فَالْمَصَالِحُ الْمُرَتَّبَةُ عَلَى ذَبْحِهِ أَضْعَافُ أَضْعَافِ مَفْسَدَةِ إتْلَافِهِ،إذَا كَانَ فِيهِ طُهْرَةٌ لِلْمَقْتُولِ، وَحَيَاةٌ لِلنَّوْعِ الْإِنْسَانِيِّ، وَتَشَفٍّ لِلْمَظْلُومِ، وَعَدْلٌ بَيْنَ الْقَاتِلِ وَالْمَقْتُولِ"۔(۲)

**"اگر قصاص کا حکم نہ ہوتا تو دنیا فساد کا شکار ہو جاتی اور لوگ ایک دوسرے کو پہلے ہی مکمل طور پر ہلاک کر دیتے۔ اس لئے قصاص اس جرات کے مفسدہ کو مکمل طور پر ختم کرتا ہے جو کہ خون پر جنایت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جاہلیت کے دور میں عرب کا مقولہ ہے کہ قتل کو قتل ختم کرتا ہے اور خون بہانے سے خون بہنا بند ہوتا ہے۔ پس معترض کا یہ کہنا (غلط ہے) کہ یہ نجاست سے نجاست کو دور کرنا ہے بلکہ اصل میں جنایت نجاست ہے اور قصاص طہارت ہے۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو قاتل کی جان تلوار سے لینا اس کے دنیا اور آخرت کے لئے بہت بہتر ہے کیونکہ یہ تیز ترین موت ہے اور اس میں تکلیف کم ہے۔ پس تلوار کی موت میں ہی اس کے لئے مقتول کے اولیاء کے لئے اور عام لوگوں کے لئے مصلحت تھی۔ اور یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جیسے انسانی مصلحت میں خوراک کے لیے کسی حیوان کو ذبح کرنا جو کہ مستحسن عمل ہے اگرچہ اس حیوان کو تکلیف تو ہوتی ہے لیکن اس سے جو فوائد حاصل ہوئے وہ اس نقصان سے بہت زیادہ اور بہت بڑھے ہوئے**

---

۱) البقرۃ:۱۷۹

۲) إعلام الموقعين، ابن القيم، ۷۹،۸۰/۲

ہیں۔۔۔ جیسے کہ قصاص قاتل کوگناہ سے پاک کر دیتا ہے، پھر اس میں نوع انسانی کے لئے زندگی ہے۔اس میں مظلوم کی تشفی اور اشک شوئی ہو جاتی ہے۔ یہ قاتل و مقتول کے لئے عدل ہے"۔

علامہ شوکانی اس کے تحت لکھتے ہیں:

"لَكُمْ فِي هَذَا الْحُكْمِ الَّذِي شَرَعَهُ اللَّهُ لَكُمْ حَيَاةٌ، لِأَنَّ الرَّجُلَ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ يُقْتَلُ قِصَاصًا إِذَا قَتَلَ آخَرَ كَفَّ عَنِ الْقَتْلِ، وَانْزَجَرَعَنِ التَّسَرُّعِ إِلَيْهِ وَالْوُقُوعِ فِيهِ،فَيَكُونُ ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحَيَاةِ لِلنُّفُوسِ الْإِنْسَانِيَّةِ وَهَذَا نَوْعٌ مِنَ الْبَلَاغَةِ بَلِيغٌ،وَجِنْسٌ مِنَ الْفَصَاحَةِ رَفِيعٌ، فَإِنَّهُ جعل القصاص الذي هو مات حياة باعتبار ما يؤول إِلَيْهِ مِنَ ارْتِدَاعِ النَّاسِ عَنْ قَتْلِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا، إِبْقَاءً عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَاسْتِدَامَةً لِحَيَاتِهِمْ"۔(۱)

"یعنی اس فیصلے (قصاص) میں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زندگی رکھی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی کو یہ علم ہوگا کہ کسی آدمی کو قتل کی صورت میں قصاص کے طور پر اسے بھی قتل کیا جاسکتا ہے تو وہ قتل کرنے سے رک جائے گا نیز وہ اس میں جلدی کرنے اور اس میں ملوث ہونے سے باز آجائے گا۔ گویا یہ انسانی نفوس کے لیے زندگی کی مانند ہے۔ یہ فصاحت وبلاغت کی ایک اعلی قسم ہے۔ خدا نے قاتل سے قصاص کو زندگی قرار دیا،اس اعتبار سے کہ یہ اس صورت تک پہنچاتی ہے کہ لوگ اس کے ذریعے ایک دوسرے کے قتل سے باز آجاتے ہیں ان کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہے اور ان کی زندگی کو دوام مل جاتا ہے"۔

یعنی جب مجرم کو قرار واقعی سزا مل جائے گی تو معاشرہ کے افراد بہت سے جرائم بالخصوص قتل اور اقدام قتل سے باز آجائیں گے گویا کہ قصاص کی سزا انسداد قتل میں بمنزلہ سد الذرائع کے ہیں۔ قصاص کی سزا نہ صرف مقتول کے ورثاء کو انصاف فراہم کرتی ہے بلکہ یہ قتل اور اقدام قتل کے جملہ ذرائع کو بھی روکتی ہے۔

"یعنی ایک مجرم کے قصاص سے، آپ نے سماج کے افراد کی حیات کو محفوظ کر دیا، اگر آپ قاتل کو نہیں روکیں گے تو کل وہ ایک اور آدمی کو مار ڈالے گا، کل ایسے دسیوں آدمی نکلیں گے جو دسیوں آدمیوں کو مار ڈالیں گے، اس کو آپ سماج کے افراد کا کم ہونا مت جانیں، یعنی قصاص کے معنی انسان کے ساتھ دشمنی کا نہیں ہے، یہ انسان کے ساتھ دوستی کرنے کا نام ہے"۔(۲)

---

۱) البقرۃ:۱۷۹

۲) مجموعہ آثار، مطہری مرتضی، تھران انتشارات صدرا، ۷۴۹/۲۲۔

"یہ اصول جو امام غزالیؒ کے بعد ہمارے علماء اور فقہاء کی توجہ کا مرکز بنا واقعی طور پر ایک صحت مند سماج کی بنیادوں کو تشکیل دیتا ہے اور جو اجزاء اور مجموعے اس کے ذیل میں موجود ہیں وہ سماج کی سبھی معتبر اور اہم مصلحتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں"۔(۱)

اسی طرح ایک شخص کے بدلے پوری جماعت کو قتل کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سات لوگوں نے مل کر ایک شخص کو قتل کیا، تو اس قتل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سات افراد کو قصاصاً قتل کیا، پھر فرمایا:

"لواشترك فيها أهل صنعاء لقتلتهم"۔(۲)

"اہل صنعاء کے لوگ اگر اس ایک جان کو مل کر بھی قتل کرتے تو میں ان سب کو قصاصاً قتل کر دیتا"۔

ابن القیم اس میں بارے لکھتے ہیں:

علامہ ابن قیم ایک شخص کے بدلے پوری جماعت سے قصاص کی توجیہ سد الذرائع سے کرتے ہیں۔ وہ سد الذرائع کے فصل میں الْوَجْهُ الثَّامِنُ وَالْعِشْرُونَ کے تحت لکھتے ہیں:

" أَنَّ الصَّحَابَةَ وَعَامَّةَ الْفُقَهَاءِ اتَّفَقُوا عَلَى قَتْلِ الْجَمِيعِ بِالْوَاحِدِ وَإِنْ كَانَ أَصْلُ الْقِصَاصِ يَمْنَعُ ذَلِكَ؛ لِئَلَّا يَكُونَ عَدَمُ الْقِصَاصِ ذَرِيعَةً إلَى التَّعَاوُنِ عَلَى سَفْكِ الدِّمَاءِ"۔(۳)

صحابہ کرام اور عام فقہاء سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک شخص کے بدلے پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا اگرچہ اصل قصاص میں یہ منع ہے لیکن یہ بطور سد الذرائع ہے اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدم قصاص خونریزی میں تعاون کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

وھبہ الزحیلی اس میں بارے لکھتے ہیں:

"يجب شرعاً باتفاق الأئمة الأربعة قتل الجماعة بالواحد، سداً للذرائع، فلولم يقتلوا لما أمكن تطبيق القصاص أصلاً، إذ يتخذ الاشتراك في القتل سبباً للتخلص من القصاص. ثم إن أكثر حالات القتل تتم على هذا النحو، فلا يوجد القتل عادة إلا على سبيل التعاون والاجتماع وقد بادر الصحابة إلى تقدير هذا الأمر، فأفتوا بالقصاص الشامل. وأول حادثة حدثت هي في عهد عمر، وهي أن امرأة

---

۱) فلسفہ قصاص از دیدگاہ اسلام، خسرو شاھی، قدرت اللہ، قم بوستان کتاب، طبع اول ۱۳۸۰، ص ۱۹۸۔

۲) صحیح بخاری، کتاب الدیات، ۸/۹؛ فتح الباری شرح صحیح بخاری (۲۲۷/۱۲)، مبسوط، سرخسی، کتاب الدیات، باب القصاص ۱۲۷/۲٦۔

۳) اِعلام الموقعین، ابن القیم، ۱۱۴/۳۔

بمدينة صنعاء، غاب عنها زوجها، وترك عندها ابناً له من غيرها، فاتخذت لنفسها خليلاً، فقالت له: إن هذا الغلام يفضحنا فاقتله، فأبى، فامتنعت منه فطاوعها، فاجتمع على قتل الغلام خليل المرأة، ورجل آخر، والمرأة وخادمها، فقطعوه أعضاء، وألقوا به في بئر. ثم ظهر الحادث وفشا بين الناس، فأخذ أمير اليمن خليل المرأة فاعترف، ثم اعترف الباقون، فكتب إلى عمر بن الخطاب، فكتب إليه عمر: أن اقتلهم جميعاً، وقال: «والله لو تمالأ عليه أهل صنعاء لقتلتهم جميعاً»" [۱]

"آئمہ اربعہ کے ہاں بالاتفاق اگر کوئی جماعت مل کر ایک کو قتل کرے، تو اس جماعت کو اس ایک کے بدلے قتل کرنا تو بطور سد ذرائع واجب ہے۔ اگر ان سب کو قتل نہ کیا گیا تو قصاص لینا ممکن نہ ہوگا۔ اس لیے کہ قتل میں اجتماعی شرکت کو قصاص سے چھٹکارا حاصل کرنے کا سبب بنایا جاتا ہے۔ مزید برآں، قتل کے زیادہ تر واقعات اسی طرح ہوتے ہیں، کیونکہ عام طور پر قتل تعاون اور اجتماع کی صورت ہی میں ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا ہے اور انہوں نے سب کے قصاص کا فتوی دیا ہے، اور سب سے پہلا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ ایک عورت تھی صنعاء شہر ملک یمن کی اس کا شوہر اس سے غائب ہوگیا اور اس کا ایک بچہ بھی تھا جو اس کے پاس چھوڑ گیا۔ اس عورت نے اپنا ایک آشنا بنا لیا۔ اس نے اسے کہا یہ غلام (بچہ) ہمیں رسوا کرتا ہے، اسے قتل کر دو۔ دوست نے انکار کیا اور اس سے رک گیا۔ اس نے دوست کو بھلا پھسلا لیا۔ پھر اس بچے کے قتل میں عورت کا دوست اور ایک آدمی دوسرا شامل ہو گیا۔ لہذا اس عورت اور اس کی خادمہ نے بچے کے اعضاء کاٹ ڈالے اور ایک کنویں میں اسے ڈال دیا، پھر واقعہ ظاہر ہوا اور لوگوں کے درمیان پھیل گیا۔ یمن کے امیر نے اس عورت کے دوست کو پکڑا۔ اس نے اعتراف کر لیا۔ پھر باقیوں نے بھی اعتراف کر لیا۔ امیر یمن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، تو حضرت عمر نے انہیں جواب لکھا کہ ان سب کو قتل کر دو اور نیز فرمایا اگر اہل صنعا سارے اس کے قتل میں شامل ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا"۔

قانون قصاص اگرچہ مماثلت پر مبنی ہے جیسے کہ قصاص کی تعریف میں مذکور ہے، لیکن اگر دیکھا جاے، تو اس معاملے میں بظاہر قصاص کے اندر کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ وہ اسطرح سے کہ ایک کے بدلے پوری جماعت سے قصاص لینا، بذات خود قانون قصاص کی مخالفت ہے۔ لیکن غور کرنے پر اس کی حکمت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے: وہ اس طرح سے کہ مقتول جسے عمداً قتل کیا گیا، اگر اس کے خون کو رائیگاں کیا جائے اور قاتلوں سے قصاص نہ لیا جائے، تو یہ دراصل قصاص کی بنیاد ہی

۱) الفقہ الإسلامی وأدلتہ، وھبہ الزحیلی، ۷/۵۳۳

کو ختم کرتا ہے۔اس لئے سد الذرائع کے طور پر پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا،تاکہ عدم قصاص کہیں مزید فساد وخون ریزی کی راہ ہموار نہ کرے۔یعنی قاتل گروہ سے بوجہ مماثلت قصاص کا نہ لینا کسی مفسد کو قتل کرنے کا عذر فراہم کر سکتا ہے۔جیسے کہ اگر کچھ افراد ایک شخص کے قتل پر اتفاق کر لیں، بالخصوص جب ان کے درمیان دشمنی ہو، یہ جانتے ہوئے کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، تو اس طرح قتل وغارت کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا اور یوں فسادات کا لا متناہی سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا اور پھر نتیجتاً حفظ جان کی عظیم مصلحت اور قانون قصاص کی اصل روح ختم ہو جائے گی۔لہذا اس فاسد امکان کے سد باب کے لئے پوری جماعت کو قتل کیا جاتا ہے۔قصاص کو قرآن مجید نے سد الذرائع کے طور پر سماج کیلئے حیات جانا ہے۔ قانون قصاص جہاں قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچاتا ہے، تو دوسری طرف یہ مظلوم و کمزور طبقہ کو انصاف بھی فراہم کرتا ہے۔یہ قانون حیات نہ صرف انسداد قتل کو یقینی بناتا ہے بلکہ یہ اقدام قتل کے ذرائع کو بھی مسدود کرتا ہے اور مفسدین کو معصوم لوگوں کے قتل کی جرات سے باز رکھتا ہے۔ قانون قصاص کے اندر انسداد قتل اور ارتکاب قتل کی روک تھام کا یہ مفہوم دراصل سد الذرائع کے اطلاقی پہلو کی عملی صورت ہی ہے۔ قانون قصاص اور اصول سد الذرائع کے اندر انسداد جرائم کی یہ خوبی نہ صرف دونوں کو معنوی لحاظ سے ہم آہنگ کرتی ہے بلکہ ان کے اندر پوشیدہ انسدادی پہلو کی حکمت کو سمجھنے میں مدد بھی دیتی ہے۔

## موجبات قتل اور سد الذرائع

شریعت اسلامیہ میں حفظ جان کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے اور ایک انسان کے ناجائز قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔قرآن میں جہاں ایک طرف قاتل کی اخروی سزا میں سخت وابدی عذاب کا ذکر ہے تو دوسری طرف حفظ جان کی مصلحت کے پیش نظر اس کی دنیاوی سزا قصاص مقرر ہے۔اسلام نے قتل کی ممانعت کے ساتھ بطور سد ذرائع ایسے محرکات و موجبات قتل سے بھی روکا ہے جو کسی بھی طرح سے قتل کی راہ ہموار کرتے ہیں اور بالواسطہ اس میں معاونت وسہولت فراہم کرتے ہیں: جیسے کہ بغض حسد کینہ نفرت عداوت اور عصبیت بسا اوقات اقدام قتل کا باعث بنتے ہیں۔اسی طرح وہ غیر سنجیدہ رویے جو فساد کا باعث ہو: مثلاً کسی مسلمان کی طرف مذاقاً ہتھیار اٹھانا منع ہے۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

« لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ »۔(۱)

۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النھی عن الاشارۃ بالسلاح، حدیث نمبر: ۲۶۱۷،ص ۱۲۱۲۔

"تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کی طرف اسلحہ کے ساتھ اشارہ نہ کرے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید کہ شیطان اس کے ہاتھ سے اسلحہ چلوادے اور پھر وہ دوزخ کے گڑھے میں جا گرے"۔

حدیث میں سلاح سے مراد ہر قسم کا ہتھیار ہے جو جنگی مقصد اور قتل کے لئے استعمال ہوتا ہو جیسے نیزہ، خنجر، تیر، تلوار، بندوق، پستول، کلاشنکوف وغیرہ۔ لہٰذا ان ہتھیاروں سے کسی مسلمان کو خوف زدہ کرنا، اس پر رعب جمانا، معاشرے میں خوف وہراس پیدا کرنا سد الذرائع کے طور پر حرام ہے چاہے وہ بالقصد ہو یا بلا قصد ہو کیونکہ ان مذکورہ ہتھیاروں کے ساتھ کسی بھی قسم کا غیر سنجیدہ رویہ اکثر اوقات بھیانک انجام سے دوچار کرتا ہے۔ اس لئے اس کے ذریعے کسی کی طرف اشارہ کرنا بھی انتہائی خطرناک ہے، ممکن ہے کہ شیطان وہ ہتھیار اس سے غیر ارادی طور پر چلوادے اور سامنے والا شخص قتل ہو جائے اور یہ شخص اس وجہ سے جہنمی بن جائے۔

امام ابن حجر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"المراد من حمل عليهم السلاح لقتالهم لما فيه من إدخال الرعب عليهم لا من حمله لحراستهم مثلا فأنه يحمله لهم لا عليهم"۔(۱)

"من حمل علیهم السلاح" سے مراد آدمی پر اس کو قتل کرنے یا اس پر رعب ڈالنے کی غرض سے اسلحہ اٹھانا ہے جبکہ اپنے یا دوسروں کے دفاع میں اسلحہ اٹھانے والا اس وعید میں شامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ان کیلئے اسلحہ اٹھا رہا ہے نہ کہ ان پر اسلحہ اٹھا رہا ہے"۔

اسی طرح ایک اور جگہ پر نبی ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

«مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ، فَلَيْسَ مِنَّا»(۲)

"جو شخص ہم پر تلوار کھینچے وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

اسلحہ اٹھانے والوں پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ اس حوالے سے حدیث میں آتا ہے:

«مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهُ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ»(۳)

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی پر اسلحہ اٹھاتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں، اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو"۔

---

۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن حجر عسقلانی دار المعرفة- بیروت، ۱۲/۱۹۷۔

۲) صحیح مسلم، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا إله إلا الله، حدیث نمبر: ۹۹ ص ۵۸۔

۳) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۱۶ ص ۱۲۱۱۔

حدیث میں ''وإن كان اخاه لأبيه وأمه''(اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی ہو) کے الفاظ سے مقصود یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی منع ہے، جس کے ساتھ گھریلو یا قریبی تعلقات ہوں اور اس کے ساتھ مذاق میں بے تکلفی بھی ہو۔ فرشتوں کی لعنت سے اس بات پر دلالت ہے کہ ایسا اشارہ کرنا حرام ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں مذکورہ بالا دونوں حدیثوں پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

"باب النهي عن الإشارة إلى مسلم بسلاح سواء كان جاداً أو مازحاً، والنهي عن تعاطي السيف مسلولاً"(١)

"مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنے کی ممانعت، اشارہ خواہ مذاق سے ہو یا سنجیدگی سے، نیز بے نیام تلوار کو ہاتھ میں لینے کی ممانعت"۔

اسی طرح نبی ﷺ نے صرف کسی دوسرے پر اسلحہ اٹھانے سے ہی نہیں بلکہ عمومی حالات میں بھی اسلحہ کی نمائش کو ممنوع قرار دیا۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

« نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا »(٢)

"آپ ﷺ نے ننگی تلوار لینے اور پکڑانے سے منع فرمایا ہے"۔

ننگی تلوار لینے اور پکڑانے سے نہ صرف کسی کو نقصان پہنچ سکتا ہے بلکہ زخمی ہونے کے امکانات بھی موجود ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے جنگ کے موقع پر کافروں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے سے منع فرمایا۔(٣) حالانکہ یہ عمل فی نفسہٖ مباح اور جائز ہے؛ لیکن جنگ کی مناسبت سے فروخت کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان واضح ہے؛ کیونکہ یہ ہتھیار مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے کے امکانات موجود ہیں، اس لئے "بطور سد الذرائع" ایسے امور سے روکا گیا ہے، جس میں کافروں کے ہاتھ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔

مذکورہ احادیث میں موجبات قتل کی متوقع تصویر کشی اور اعتبار مایکون کے لحاظ سے ان کی تمثیلات اور تصریحات بتاتی ہے کہ حمل السلاح کی جملہ صورتیں قابل مذمت ہیں۔

---

١) ریاض الصالحین، ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی تحقیق: شعیب الأرنؤوط مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان طبع سوم،١٩٨١م ص ٤٩٣

٢) سنن ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی النہی عن تعاطی السیف مسلولا، حدیث نمبر: ٢١٦٣۔

٣) سنن الکبریٰ للبیہقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ٣٢٧/٥۔

ابن حجر حمل السلاح کے مفہوم کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"وَمَعْنَى الْحَدِيثِ حَمْلُ السِّلَاحِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ لِقِتَالِهِمْ بِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنْ تَخْوِيفِهِمْ وَإِدْخَالِ الرُّعْبِ عَلَيْهِمْ وَكَأَنَّهُ كَنَّى بِالْحَمْلِ عَنِ الْمُقَاتَلَةِ أَوِ الْقَتْلِ لِلْمُلَازَمَةِ الْغَالِبَةِ"-(۱)

"حدیث میں مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کا معنی یہ ہے کہ ان سے بغیر شرعی وجہ کے لڑنا اور جنگ کرنا کیونکہ یہ فعل ان کے خوف وہراس اور رعب کا سبب ہے۔ گویا ہتھیار اٹھانے کا فعل مقاتلہ سے کنایہ ہے یا قتل کو مستلزم ہے جو اس اقدام کا غالب پہلو ہے"

جیسے کہ علامہ ابن قیم سد الذرائع کے فصل میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

"أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا،وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنَّهُ ذَرِيعَةٌ إِلَى الْإِصَابَةِ بِمَكْرُوهٍ،وَلَعَلَّ الشَّيْطَانَ يُعِينُهُ وَيَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقَعُ الْمَحْذُورُ وَيَقْرُبُ مِنْهُ"-(۲)

بیشک اس (شارع علیہ السلام) نے تلوار کو بے نیام استعمال کرنے، اور اس جیسی دیگر صورتوں سے منع کیا، کیونکہ یہ مکروہ (برائی) کا ذریعہ ہے اور شاید شیطان اس کی مدد کرے اور اس کے ہاتھ سے وہ چیز چھین لے تاکہ وہ ممنوعہ فعل میں گر جائے اور اس کے قریب ہو جائے۔

آج کے دور میں اگر دیکھا جائے تو اس طرح کے افعال سے اکثر جانی نقصانات ہو جاتے ہیں۔ جہاں ایک طرف اسلحہ کی نمائش سے بہت سے فسادات وقوع پزیر ہوتے ہیں، تو دوسری طرف مختلف تقریبات میں ہوائی فائرنگ کے نتیجہ میں کئی ناقابل فراموش اور دلخراش واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔ یہ سب مذموم افعال حمل السلاح کے مفہوم میں داخل ہیں۔ ایسے موجبات اسلام میں بطور سد الذرائع حرام ہیں کیونکہ اس سے ایک طرف معاشرے میں دہشت پھیلتی ہے تو دوسری طرف حفظ جان کی عظیم مصلحت کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس لئے ایسے محرکات سے منع کیا گیا ہے جو قتل انسانی میں واسطہ یا بلا واسطہ مددگار ثابت ہوتے ہوں۔

---

۱) فتح الباری شرح، ابن حجر، ۲۴/۱۳۔

۲) إعلام الموقعين، ابن القیم، ۱۲۱/۳۔

# خلاصہ بحث

## حد کا مفہوم

شریعت میں حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے اس لئے تعزیر کو حد سے موسوم نہیں کرتے کہ وہ غیر مقرر کردہ سزا ہے اور نہ ہی قصاص کو حد کا نام دیا جاتا ہے کہ وہ حق اللہ نہیں حق العبد ہے۔

فقہاء کے نزدیک حدود کے جرائم کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہ حنفی میں قابل حد پانچ جرائم ہیں، اس تحقیق میں حدود کے ان پانچ جرائم کو زیر بحث لایا جائے گا: حدِ سرقہ، حد قذف، حدِ زنا، حدِ شرب خمر حدِ حرابہ۔ اسلام نے جرائم کی بیخ کنی اور مفاسد کے خاتمہ کے لئے حدود و تعزیرات کا منظم نظام دیا جو جرائم کی انسداد میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حدود کا نفاذ، بہت سے ایسے افراد کے حوصلہ پست کرنے کا موجب ہوتا ہے جو کسی جرم کے ارتکاب کا ارادہ کر رہے ہوتے ہیں۔ فقہ الجنایات میں حدود کا نظام جرائم کے خاتمے کے لیے ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ معاشرتی جرائم کے خاتمے کے لیے فقہ جنائی میں حدود کا قیام بذات خود ترہیبی کردار ادا کرتا ہے، جو نہ صرف بطور سد الذرائع جرائم کے اسباب و محرکات کا خاتمہ کرتا ہے بلکہ صالح معاشرہ کا قیام بھی یقینی بناتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے فتنہ وفساد، ظلم وزیادتی، قتل وغارت گری اور جرائم ومظالم کے سد باب کے لئے حدود پر مبنی سخت سزائیں اس لیے مقرر ہیں تاکہ جرائم کے وقوع سے قبل سزاوں کا خوف اور ان کی شدت مجرمین کو ارتکاب جرم سے منع کرے۔ حدود کے اندر انسداد جرائم کا یہ ضمنی پہلو دراصل سد ذرائع کی عملی تطبیق ہے۔ حدود کے نفاذ سے نہ صرف مجرم کو قرار واقعی سزا مل جاتی ہے بلکہ بعد از نفاذ معاشرے میں اس کا خوف جرم کا قصد کرنے والوں کے حوصلے پست کر دیتا ہے اور مرتکبین عبرت ناک سزا کا انجام دیکھ کر اپنی اصلاح کر لیتے ہیں اور جرم سے باز آجاتے ہیں۔

## حد سرقہ

جب کوئی عاقل بالغ شخص کسی دوسرے کی ملکیت سے خفیہ طور پر ایسا محفوظ مال چرائے جو نصاب یا اس سے زائد ہو، تو وہ شخص سارق کہلائے گا اور ایسے شخص پر حد سرقہ جاری ہوگی۔ سرقہ میں جب مذکورہ شرائط پوری نہ ہو یعنی سارق عاقل و بالغ نہ ہو، مال متقوم محفوظ نہ ہو، چوری خفیہ طور پر نہ ہو، سرقہ نصاب سے کم ہو توان صورتوں میں تعزیری سزا لاگو ہوگی ۔ چوری کی سزا میں بالخصوص قطع ید کی قید در حقیقت وہ نکتہ ہے جس سے حد سرقہ کے نفاذ کی حکمت واضح ہوتی ہے۔ ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ہاتھ چوری کا آلہ ہے لیکن زنا کی سزا میں آلہ زنا کاٹنے کا حکم نہیں دیا تاکہ قطع نسل نہ ہو۔ حد سرقہ میں قطع ید کا مقصد اور اس کی حکمت انسداد سرقہ ہے کیونکہ اگر دیکھا جائے تو چوری کے ارتکاب میں فعال کردار ہاتھ

کا ہوتا ہے۔اس میں یہ نہ صرف ایک اہم ذریعہ ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک مرکزی کردار کی مانند ہے۔اس لئے سرقہ میں قطع ید کی سزا گویا بطور سدذرائع ہے۔حد سرقہ کے ضمن میں عبرت اور ترہیب کا یہ حکیمانہ پہلو دراصل سد الذرائع کے عملی تطبیق کی صورت ہے جس میں ایسے عناصر کا خاتمہ اولین حیثیت رکھتا ہے جو جرم میں کسی بھی طرح معاونت فراہم کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر چوری کی سزا بطور سد الذرائع قطع ید اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کو اس شر سے محفوظ رکھا جائے اور سرقہ کے اسباب کو مسدود کیا جائے۔شریعت نے معاشرے میں امن وامان اور سکون واطمینان کی خاطر مالی جرائم سے متعلق محض خوف آخرت اور اخلاقی پند ونصیحت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قطع ید کی عبرتناک سزا مقرر کرکے لوگوں کو اس سے ڈرایا تاکہ وہ انجام دیکھ کر اس عمل سے باز آجائے۔حد سرقہ کے قیام سے نہ صرف مالی جرائم کے ارتکاب میں چوروں کے حوصلے پست ہوتے ہیں بلکہ معاشی جرائم کے وقوع پزیر ہونے کے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ سزا دیکھ کر ہی چور نصیحت پکڑ سکتے ہیں۔لوگوں کے اموال ظالموں کی دست برد سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور اسی کے سبب حفظ مال کی عظیم مصلحت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔انسداد سرقہ میں قطع ید کی سزا لازم وضروری ہے تاکہ چوری کا سدباب کیا جاسکے۔حد سرقہ کے نفاذ میں قطع ید کے اس مفہوم سے اصول سدذرائع کو اس لئے تقویت ملتی ہے کیونکہ اصول سدذرائع بھی جرائم کے خاتمہ کے لئے اسباب جرم کا خاتمہ اہم سمجھتا ہے۔حد سرقہ اور اصول سدذرائع میں یہی چیز قدر مشترک ہے۔اگر دیکھا جائے تو حفظان صحت کی مصلحت کے پیش نظر طبّی قوانین میں بھی یہ اصول رائج ہے کہ انسداد امراض سے پہلے اسباب امراض کا خاتمہ ہوتا ہے جیسے کینسر کے موذی ومہلک مرض میں جب کوئی عضو مبتلا ہوتا ہے تو بسا اوقات ایسے متاثرہ عضو کو بطور سد الذرائع کاٹا جاتا ہے تاکہ کینسر زدہ عضو کے جراثیم جسم کے باقی اعضاء میں سرایت نہ کر جائے اور کہیں یہ صحت مند جسم میں مرض کے فروغ کا سبب وذریعہ ثابت نہ ہو۔

## حد حرابہ

المحاربة اور الحرابة باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی ڈکیتی راہزنی اور ڈاکہ کے ہیں۔محاربین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی تاویل کے بغیر طاقت کی بنیاد پر یا اس کے بغیر بغاوت کرنے والے ہیں، جو لوگوں کے مال چھین لیتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور راستوں میں خوف وہراس پیدا کرتے ہیں۔فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے قتل کا اور مال لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی مقتول کے معاف کر دینے اور لوٹا ہوا مال واپس کر دینے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوگی۔اسلام میں سب سے سنگین سزا "حِرابَہ" کی ہے۔قرآن حکیم نے اسے "فَسادٌ فِی الْاَرض" قرار دے کر اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ سے تعبیر کیا۔حد حرابہ میں مختلف سزاوں کی ترتیب وار دفعات اور ان سزاؤں میں اہانت، ذلت اور عبرت کا ترہیبی پہلو انسداد حرابہ میں بطور سد الذرائع وارد ہے کیونکہ جرم کے کم وکیف سے سزا کی شدت بڑھتی ہے چونکہ حرابہ

سرقہ کبری ہے۔اسی مناسبت سے حد حرابہ کی سزائیں حد سرقہ سے بڑھ کر ہیں تاکہ دوسرے لوگ ارتکاب جرم سے باز آجائیں۔فقہ جنائی میں انسداد حرابہ کی خاطر یہ سخت سزائیں اس لئے مقرر ہیں تاکہ سد الذرائع کے طور پر ایسے عوامل واسباب کا خاتمہ کیا جاسکے جو مقاصد شریعہ کو نقصان پہنچاتے ہیں اور مصالح العباد کو معطل کرتے ہیں۔جنایت بر مال کے درجات میں حرابہ کا جرم سرقہ کے جرم سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔اسی وجہ سے حرابہ میں یہ تجویز کردہ سزائیں قطع ید کی نسبت زیادہ سخت اور باعث عبرت ہیں کیونکہ اس میں متعدد جرائم کی بیک وقت شمولیت ہیں جس سے نہ صرف حفظ جان، حفظ مال اور حفظ آبرو کی مصلحتیں پائمال ہو جاتی ہیں بلکہ اس سے ایک صالح معاشرت کا امن بھی تباہ ہو جاتا ہے۔
دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں حرابہ کی سزا کے لئے حد حرابہ بطور سد الذرائع ہے کیونکہ اگر حد حرابہ میں عبرت ورسوائی کا یہ عنصر شامل نہ ہو تو نہ صرف جرم توانا و قوی ہو سکتا ہے بلکہ مال پر تعدی کے ساتھ بہت سے مصالح بھی ضائع ہو سکتے ہیں۔ اس لئے حد حرابہ میں ترہیب کا یہ عبرتناک پہلو ایسے ذرائع کا سد باب یقینی بناتا ہے جو مالی جرائم اور معاشی مفاسد کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

## حد قذف

اسلام میں بدکاری کی تہمت کے لیے قذف کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے یعنی کسی پاک دامن مرد یا عورت کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ بدکار ہے۔قذف کی حرمت کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع سے ثابت ہے۔اس جرم پر اسلام میں حد قذف جاری ہوتا ہے کیونکہ قاذف نے کسی سازش کے ذریعے نہ صرف یہ کہ ایک معصوم، بے گناہ اور پاک دامن عورت اور مرد کی عفت کو داغدار کیا بلکہ اس نے مقذوف پر تہمت بدکاری لگا کر ہتک عزت کی کوشش کی حتی کہ پورے خاندان کو ذلت ورسوائی میں مبتلا کیا۔قذف کا ارتکاب کرنے والوں کے حق میں کتاب وسنت میں کئی عبرتناک دنیاوی اور اخروی سزائیں بطور سد الذرائع ذکر ہیں تاکہ مسلمانوں کی عزت کو پائمال ہونے سے بچایا جاسکے اور اسلامی معاشرے میں حفظ آبرو کی مصلحت کو یقینی بنایا جاسکے۔تہمت کے جرم پر سزا کا مقصد اور حد قذف کے اجراء میں مخفی حکمت ہی انسداد قذف اور تدارک تہمت ہے جو کہ دراصل اصول سد الذرائع کی عملی تطبیق ہے۔قرآن مجید کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قذف کے مجرم کو اسی (۸۰) درے لگائے جائیں۔اسکی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے۔اسکا شمار فاسقوں، مجرموں اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں میں کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاذف ایک جھوٹا شخص ہے۔روز محشر اسکے اپنے اعضاء اسکے خلاف شہادت دیں گے۔وہ نہ صرف دنیا وآخرت میں لعنت کا مستحق ہے بلکہ آخرت میں اس کے لئے عذاب عظیم تیار ہے۔ان وارد شدہ سزاوں کی حکمت پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بے گناہ پر بدکاری کی تہمت لگانا اور اس کے دامن عصمت کو داغدار کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے۔ایک ذی شعور

شخص کے لیے یہ کوئی معمولی سزا نہیں کہ معاشرہ میں وہ مردود الشھادہ ہو اور سرے سے اس کا اعتبار ہی ختم ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حد قذف اور اس کے ساتھ ملحقہ وعیدیں فقط انسداد قذف کی خاطر ہیں تاکہ ایسے ذرائع کو مسدود کیا جاسکے جو حفظ آبرو کی مصلحتوں کو پائمال کرے۔ حد قذف کے قیام سے اسلام کا مقصد معاشرے کو اور لوگوں کی عزت و ناموس کو محفوظ بنانا اور بری زبانوں کو بند کرنا ہے، اور مومنوں میں بے حیائی پھیلانے کا سد باب کرنا ہے۔

بالفاظ دیگر تہمت کی سزا میں قاذف پر حد قذف کا نفاذ بطور سد ذرائع کیا جاتا ہے تاکہ مقذوف کی رسوائی اور جگ ہنسائی کا سد باب کیا جاسکے۔ معاشرے میں لوگوں کی عزت و ناموس کو محفوظ بنایا جاسکے اور بے لگام زبانوں کو کنٹرول کیا جاسکے۔۔ زجر و توبیخ پر مشتمل حد قذف کی سزا سے نہ صرف مجرموں کی اصلاح ہوتی ہے بلکہ بطور سد الذرائع ایسے عوامل کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جو معاشرے کا امن و سکون غارت کرے۔ اسلامی معاشرے میں اخلاقی سطح پر اس حد کی حیثیت پہرے دار کی سی ہے جو عدم اطمینان، بے سکونی اور بغاوت و فساد کے ذرائع کو مسدود کرتا ہے اور ایک ایسے اعتدال پسندانہ طرز عمل پر مجبور کرتا ہے جو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قذف کو مہلک اعمال میں شمار کیا جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ حد قذف کے نفاذ سے نہ صرف معاشرہ بہت سی برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے لوگوں کی عزت و آبرو اور ان کی ساکھ محفوظ ہو جاتی ہے اور باہمی منافرت و عداوت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تہمت کے جرم شنیع پر حد کی سزا مقرر کرنے کے پیچھے حکمت بھی یہی ہے کہ ایک طرف قاذفین کو سزا دے کر کیفر کردار تک پہنچایا جائے تو دوسری طرف سزا کا خوف طاری کر کے مرتکبین کو روکا جائے اور انسداد قذف کو یقینی بنایا جائے جو کہ حقیقت میں اصول سد الذرائع کی عملی تطبیق ہے۔

## حد زنا

زنا شرعی طور پر ایک حرام فعل اور معاشرتی جرم ہے جس کی حرمت قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ زنا کا شمار گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے۔ شارع نے جب زنا کو قابل حد جرم قرار دیا تو ساتھ ہی زنا کے مقدمات اور اس کے قریبی اسباب کو بھی منع کر دیا۔ شریعت اسلامیہ فقط گناہوں سے نہیں روکتی اور ان کے ارتکاب پر سزا نہیں دیتی بلکہ ان تمام وسائل اور ذرائع پر پابندی عائد کرتی ہے اور انہیں ممنوع قرار دیتی ہے جو انسانوں کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں، تاکہ جب گناہوں کی طرف لے جانے والا راستہ ہی بند ہو گا تو گناہوں کا ارتکاب آسان نہیں ہو گا۔ طبیعت میں ہیجان پیدا کرنے والے اور جذبات شہوت کو مشتعل کرنے والے اسباب سے نہ روکنا اور ان کو کھلی چھٹی دے دینا اور پھر یہ توقع کرنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچالیں گے بڑی نادانی اور ابلہی ہے۔ اگر کوئی نظام ان عوامل اور محرکات کا قلع قمع نہیں کرتا جو انسان کو بدکاری کی طرف دھکیل کر لے جاتے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس برائی کو برائی نہیں سمجھتا اور نہ اس سے

لوگوں کو بچانے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔اس کی زبان پر جو کچھ ہے وہ اس کے دل کی صدا نہیں بلکہ محض ریاکاری اور ملمع سازی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام عورتوں اور مردوں کو بطور سدّ ذرائع، غضِّ بصر کا حکم دے کر ان کی نگاہوں کو محفوظ بناتا ہے۔چنانچہ اسلام نے زنا پر سخت ترین تنبیہ کی، اور اس کے ارتکاب پر غیر شادی شدہ زانی کے لئے سو کوڑے اور شادی شدہ کے لئے رجم کی سزا مقرر کی۔حد کے نفاذ کا مقصد انسداد زنا اور جنایت بر نسل کی روک تھام ہے۔

زنا کی حد میں حکمت یہ ہے کہ تمام داخلی و خارجی تدابیر واصلاح کے باوجود بھی جو لوگ حرام ذرائع سے اپنی خواہش نفس پوری کرنے پر اصرار کرتے ہیں ان کو نشان عبرت بنایا جائے تاکہ معاشرے کے بہت سے لوگ جو اس طرح کے جنسی رجحانات رکھتے ہیں نہ صرف اس عمل قبیح سے باز آجائیں بلکہ اس کے ارتکاب کی جرات بھی نہ کریں۔یہ سخت عبرت ناک سزا اس بات کا بالفعل اعلان ہے کہ مسلم معاشرہ بدکاروں کی چراگاہ نہیں ہے۔ جرم زنا پر مرتب شدہ سزا میں ترہیب کا عبرت ناک پہلو اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ حد زنا سے مقصود انسداد زنا اور جنسی جرائم پر قابو پانا ہے۔دوسرے لفظوں یوں بھی کہا جاسکتا ہے زنا کے جرم سے حفظ آبرو اور حفظ نسل کی مصلحت بیک وقت پائمال ہو جاتی ہے۔اس لئے حدود میں زنا کی سزا انتہائی سخت مقرر ہے تاکہ عزت وآبرو اور نسل و نسب کی جنایت کا سد باب ہو سکے۔حد زنا کے اندر انسداد کا یہ مخفی پہلو دراصل سد ذرائع کے مفہوم کو نہ صرف تقویت دیتا ہے بلکہ اس بات کی وضاحت بھی کرتا ہے کہ حدود کے اندر زجر و توبیخ اور عبرت وملامت کا مقصد بھی درحقیقت انسداد جرائم ہیں۔ حد زنا میں زجر و توبیخ کے ذریعے سے انسداد فواحش کا یہ غالب پہلو درحقیقت میں نہ صرف اصول سد ذرائع سے مماثلت رکھتا ہے بلکہ اس میں اصول سد ذرائع کی عملی تطبیق کی صورت واضح نظر آتی ہے کیونکہ سد ذرائع بھی جنایت کی واقع اور متوقع دونوں صورتوں کا خاتمہ کرتا ہے۔

## حد شرب خمر

خمر انگور کے پانی سے حاصل ہونے والے اس خام شے کا نام ہے، جو ابل کر پک جائے اور جھاگ کے ساتھ ظاہر ہو۔ اسلام نے شرب خمر کو جب حرام قرار دیا تو اس کے تدارک کے لئے حد شرب کی سزا کا تعین بھی کیا۔یعنی شرب خمر کو وجوب حد مستلزم ہے۔حد کا واحد سبب ہی شراب نوشی ہے۔حد شرب کے نفاذ کی حکمت یہ ہے کہ سزا کے خوف سے معاشرے کے دیگر افراد شراب نوشی سے منع ہو جائے اور اس جرم شنیع کے ارتکاب کی ہمت نہ کرے۔شارب خمر کو نہ صرف نشان عبرت بنایا جائے بلکہ نفاذ حد کے خوف سے مرتکبین کو اس کے مفاسد سے قبل از وقت روکا جائے کیونکہ شراب کے دینی اور دنیاوی دونوں نقصانات بہت زیادہ ہیں۔اس سے نہ صرف عقل انسانی مختل ہوتی ہے بلکہ فکر انسانی کی ساری صلاحیتیں بھی معطل ہو جاتی ہیں۔اس لئے حد کی سزا کے اجرء سے مقصود مصالح العباد کی حفاظت ہے تاکہ حفظ عقل کے ضمن میں حفظ دین، حفظ جان اور حفظ مال کی بقیہ مصلحتوں کو بھی جنایت سے بچایا جاسکے۔اگر غور کیا جائے تو شراب کا سب سے بڑا فساد ہی

لڑائی قتل وغارت اور بغض وعداوت ہے۔ شراب نوشی کے حد میں ترہیب کا انسدادی پہلو دراصل سد ذرائع کی عملی تطبیق ہے۔ حد شرب سے جہاں شارب خمر کی سزا مقصود ہوتی ہے تو دوسری طرف اس سے متوقع فساد کے جملہ ذرائع بھی قبل از وقت مسدود ہو جاتے ہیں۔ حد شرب کی عبرت آمیز سزا معاشرے کے دیگر افراد کو خوف زدہ کرتی ہے جس سے نہ صرف انسداد شرب یقینی ہو جاتا ہے بلکہ اس کے عقب میں انسداد منشیات کی دیگر ذرائع کا خاتمہ اور ان اہداف کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ طبّی نقطہ نظر سے جہاں شراب نوشی عقل اور گردوں کو نقصان پہنچاتی ہے تو معاشرتی طور یہ قبیح عمل اخلاق کو بھی تباہ کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جس کی وجہ سے انسانی رویوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مقدس اور خونی رشتوں میں لامتناہی دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں، فرائض میں کوتاہیاں آجاتی ہیں اور حقوق العباد کی حق تلفی عام ہو جاتی ہے۔ نشہ میں مبتلا افراد میں جہاں حلال وحرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہیں، تو دوسری طرف ان میں جرائم کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ نتیجتاً معاشرتی ومعاشی مسائل معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور معاشرہ جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے اسلام جہاں نشہ آور اشیاء کے استعمال سے روکتا ہے تو دوسری طرف اس کے مقدمات وذرائع کو بھی مسدود کر کے اس کے عوامل کا خاتمہ کرتا ہے کیونکہ ایسے ذرائع شریعت میں موصل الی الحرام کے درجہ میں آتے ہیں۔ جیسے شراب پلانا، بیچنا، خریدنا، بنانا، بنوانا، لانا، منگوانا وغیرہ یہ سب کام چونکہ حرام کے ذرائع ہیں لہذا بطور سد الذرائع اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اسی بناء پر ایک مسلمان کے حق میں جب شراب حرام ہے تو اسے بیچ کر اس کی قیمت، نفع، ٹیکس اور اس کے ذریعے زر مبادلہ حاصل کرنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ سب حرام کے اسباب ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے جہاں اس کی سزا مقرر کر کے اس سے منع کیا تو اس کے ساتھ بطور سد ذرائع ایسے تمام کام بھی منع کیے جو اس نجاست کو مزید فروغ دے۔

## قصاص

اسلام میں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا یا کسی شخص کو بدنی طور پر نقصان پہنچانا حرام ہے اور اس کی سزا قصاص یا دیت اور کفارہ ہے۔ اس کی دلیل کتاب وسنت میں موجود ہے اور اس کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے۔ قانون قصاص اگرچہ مماثلت پر مبنی ہے، لیکن اگر دیکھا جائے، تو اس معاملے میں بظاہر قصاص کے اندر کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ وہ اسطرح سے کہ ایک کے بدلے پوری جماعت سے قصاص لینا، بذات خود قانون قصاص کی مخالفت ہے۔ لیکن غور کرنے پر اس کی حکمت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے: وہ اس طرح سے کہ مقتول جسے عمداً قتل کیا گیا، اگر اس کے خون کو رائیگاں کیا جائے اور قاتلوں سے قصاص نہ لیا جائے، تو یہ دراصل قصاص کی بنیاد ہی کو ختم کرتا ہے۔ اس لئے سد الذرائع کے طور پر پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا، تاکہ عدم قصاص کہیں مزید فساد وخون ریزی کی راہ ہموار نہ کرے۔ یعنی قاتل گروہ سے بوجہ مماثلت قصاص کا

نہ لینا کسی مفسد کو قتل کرنے کا عذر فراہم کر سکتا ہے۔ جیسے کہ اگر کچھ افراد ایک شخص کے قتل پر اتفاق کر لیں، بالخصوص جب ان کے درمیان دشمنی ہو، یہ جانتے ہوئے کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، تو اس طرح قتل و غارت کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا اور یوں فسادات کا لامتناہی سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا اور پھر نتیجتاً حفظ جان کی عظیم مصلحت اور قانون قصاص کی اصل روح ختم ہو جائے گی۔ لہذا اس فاسد امکان کے سد باب کے لئے پوری جماعت کو قتل کیا جاتا ہے۔ قصاص کو قرآن مجید نے سد الذرائع کے طور پر سماج کیلئے حیات جانا ہے۔ قانون قصاص جہاں قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچاتا ہے، تو دوسری طرف یہ مظلوم و کمزور طبقہ کو انصاف بھی فراہم کرتا ہے۔ یہ قانون حیات نہ صرف انسداد قتل کو یقینی بناتا ہے بلکہ یہ اقدام قتل کے ذرائع کو بھی مسدود کرتا ہے اور مفسدین کو معصوم لوگوں کے قتل کی جرات سے باز رکھتا ہے۔ قانون قصاص کے اندر انسداد قتل اور ارتکاب قتل کی روک تھام کا یہ مفہوم دراصل سد الذرائع کے اطلاقی پہلو کی عملی صورت ہی ہے۔ قانون قصاص اور اصول سد الذرائع کے اندر انسداد جرائم کی یہ خوبی نہ صرف دونوں کو معنوی لحاظ سے ہم آہنگ کرتی ہے بلکہ ان کے اندر پوشیدہ انسدادی پہلو کی حکمت کو سمجھنے میں مدد بھی دیتی ہے۔

# بابِ سوم

# تعزیرات میں سدالذرائع کااطلاق

فصلِ اوّل: سیاست شرعیہ میں تعزیری جرائم اور سدالذرائع

فصلِ دوم: معاشی و معاشرتی تناظر میں تعزیری جرائم اور سدالذرائع

فصلِ سوم: تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات اور سدالذرائع

## فصلِ اوّل

# سیاست شرعیہ میں تعزیری جرائم اور سد الذرائع

اسلام ایک ایسا نظام حیات ہے جو بیک وقت انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات کی رہ نمائی کرتا ہے، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو، معاشیات سے ہو، معاملات سے ہو، سماجیات سے ہو، یا پھر اس کا تعلق سیاسیات سے ہو۔ اسلامی سیاست کا آغاز مدنی دور سے شروع ہوتا ہے۔قرآن میں ایسی متعدد آیات موجود ہیں جو سیاست کے مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔ مثلا معاشرے کو ظلم وستم سے نجات دینا، عدل وانصاف کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مظلوموں کی مدد کرنا اور بد عنوانی کا خاتمہ کرنا وغیرہ۔اسلام کے سیاسی نظام میں اخوت، مساوات، عدل، مذہبی آزادی، امور خارجہ، تجارت،، صحت، صنعت ، تعلیم اور حقوق انسانی سے متعلق واضح نظائر ملتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی معاشرہ انسان کے تمام حقوق کی پاسداری کرتا ہے اور اس کی ترقی کا ضامن ہے۔ شرعی سیاست میں حفظ الدین، حفظ النفس، حفظ العقل، حفظ النسل اور حفظ المال کی نہ صرف اولی الامر کو تاکید کی گئی ہے بلکہ اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی باری ذمہ داری بھی عطا کی گئی ہے تاکہ سرکش لوگ اسلامی معاشرے کا حسن اعتدال خراب نہ کرے۔ شرعی قوانین اور اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اسلام نے جہاں گنہگار و مجرم قرار دیا ہے، تو دوسری طرف ایسے مجرموں کے لیے حدود وقصاص کی عبرت ناک سزائیں مقرر کیں اور مسلمان حکمران کو تعزیری سزاوں کے وسیع اختیارات دے کر ایسے جرائم کا سد باب کیا جو معاشرے کا امن وسکون تہ وبالا کرے جیسے، قید، جلاوطنی، بدنی سزا، دیت اور کفارہ وغیرہ۔اسلامی نظام حیات میں ایسے تمام ذرائع اور عوامل کا خاتمہ کیا جاتا ہے جو فساد فی الارض کے فروغ کا باعث ہو اور کسی بھی حوالے سے سیاسی نظام میں خلل پیدا کرے، جیسے کہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾-(۱)

’’اور گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو۔‘‘

کیونکہ ظلم اور گناہ میں تعاون ہی وہ ذرائع ہیں جو فروغ جرم کا باعث بنتے ہیں اور جہاں سے جرم کو پنپنے کا موقع ملتا ہے۔

---

۱) المائدۃ:۲

ایک اور جگہ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(۱)

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو"۔

اگر دیکھا جائے تو اس آیت مبارکہ میں بطور سد ذرائع صراحتا بدعنوانی کی ممانعت مذکور ہے، کہ باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام ہے خواہ لوٹ کر ہو یا چھین کر، چوری سے ہو یا جوئے سے، حرام تماشوں سے ہوں یا رشوت یا جھوٹی گواہی سے ہو یہ سب ذرائع ممنوع و حرام ہے۔اس لئے کہ مالی کرپشن ہمیشہ اخلاقی برائیوں اور جرائم میں اضافہ کا ذریعہ بنتی ہے۔ایسے معاشرے میں ہر فرد، ہر ضمیر اور ہر شے کی قیمت لگادی جاتی ہے۔جب دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں منتقل ہو جاتا ہے تو ایسا بااثر طبقہ اقتدار اور سیاست کا رخ کرتا ہے اور پھر اپنی ناجائز دولت انتخابات میں خرچ کر کے اپنی پسند کے امیدواروں کو جتواتا ہے تاکہ بعد میں ان سے ہر ناجائز کام کروایا جا سکے۔اس ناجائز دولت کی وجہ سے نہ صرف نااہل افراد ملک کی قسمت کے مالک بن جاتے ہیں بلکہ بہت سے نااہل افراد منتخب ہو کر سیاسی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں جس سے نظریاتی سیاست مفاداتی سیاست میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بالآخر ایک مثالی معاشرہ صالح حکمران سے محروم ہو جاتا ہے۔

معاشرے میں جرائم بڑھنے کا ایک اہم ذریعہ سیاسی اثر ورسوخ اور دباو بھی ہے۔"ہمارے ملک میں پروان چڑھنے والی بہت سی برائیوں کا بنیادی سبب سیاسی اثر ورسوخ ہے جس کے آگے قانون نافذ کرنے والے ادارے اکثر بے بس اور لاچار نظر آتے ہیں۔کون نہیں جانتا کہ غنڈے پالنا اور پھر ان کی پشت پناہی کرنا ہمارے بہت سے سیاست دانوں کا پرانا اور محبوب مشغلہ ہے، جس کے بل بوتے پر ان کی سیاست ہر دور میں چمکتی رہتی ہے"۔(۲)

سیاسی گروپ بالادستی کے چکر میں اصول، انصاف اور اخلاقیات کی تمام حدیں عبور کر جاتے ہیں۔ بعض سیاسی گروہ ڈرگ مافیا، لینڈ مافیا اور بھتہ مافیا کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ایسے گروہ نہ صرف اپنے ووٹر کے تحفظ کے نام پر قاتلوں اور ڈاکوئوں کی پشت پناہی کرتے ہیں بلکہ حکم عدولی کے مرتکب پولیس افسروں کو تبدیل کروادیتے ہیں جس سے نہ صرف مجرم سزا سے بچ جاتا ہے بلکہ اس قسم کی نظیروں اور مثالوں سے لوگوں میں جرائم کرنے کی ہمت اور دلیری پیدا ہوتی ہے، سیاسی

---

۱) البقرہ:۱۸۸

۲) کالم "سیاست اور جرائم"، شکیل فاروقی، ایکسپریس نیوز، منگل ۲۵ اگست ۲۰۱۵ء۔

لوگ سیاسی اور ذاتی مقاصد کے لیے پولیس پر دباؤ ڈال کر اسے غیر قانونی اقدامات پر مجبور کرتے ہیں۔ پولیس کو جب رشوت، سفارش، سیاسی اور گروہی مقاصد کے لیے بھرتی کیا جاتا ہے تو پولیس کی توجہ عوام کی حفاظت کے بجائے نوکری دلانے والوں کے مفادات کو پورا کرنے پر لگی ہوتی ہے۔ یہی عناصر کرپٹ پولیس افسروں اور اہلکاروں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ "دراصل پولیس کا محکمہ سیاست زدہ ہونے اور اصلاحات بشمول پولیس ٹریننگ نہ ہونے کی وجہ سے دہشت گردی اور دیگر سنگین جرائم کی روک تھام کے معاملے میں توقعات کے مطابق کام نہیں کر رہا۔ بلاشبہ محکمے کو سیاست سے پاک اور اسے بااختیار بنانے اور اس کی صلاحیت میں اضافہ کرنے سے دہشت گردی کی روک تھام کے سلسلے میں مثالی اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ پولیس اور اسپیشل برانچ کے اہلکار ملک بھر میں موجود ہیں۔ پولیس کو نظم وضبط، تربیت کے علاوہ بااختیار بنانا ضروری ہے تاکہ یہ موثر محکمہ ثابت ہو سکے۔"(۱)

دوسری طرف ظلم کا شکار طبقہ بھی مزاحمت کیلئے جرم کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے جیسے کہ "چند ماہ قبل معزز عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس میاں ثاقب نثار کے ریمارکس سامنے آئے تھے کہ پاکستان کے سیاستدانوں پر اگر آئین کی شق ۶۲ اور ۶۳ کا سختی سے اطلاق کیا جائے تو ایک آدھ کے سوا کوئی نااہلی سے نہیں بچ سکے گا۔ وطن عزیز میں سیاست کی نرسری وہ جماعتیں ہیں جو مختلف خاندانوں کی ملکیت تصور ہوتی ہیں۔ سیاسی جماعت اسی طرح وارث کا انتخاب کرتی ہے جس طرح جاگیردار کی موت کے بعد اس کے بیٹے کو نیا جاگیردار تسلیم کر لیا جاتا ہے، قومی مسائل کو حل کرنے کی تربیت قانونی انداز میں نہیں دی جاتی۔ یہ نہیں بتایا جاتا کہ اگر عوام کو کسی محکمے سے شکایت ہے تو اس شکایت کے ازالے کے لیے کس قانون سے مدد لی جائے اور کیا قانونی طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ جمہوری گورننس اور سیاسی تربیت کی بجائے سیاسی کارکن یا رہنما شارٹ کٹ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ سیاست دان مختلف محکموں میں اپنے ہم خیال لوگوں سے ہاتھ ملا لیتے ہیں۔ دونوں ریاستی اختیار کی دودھاری تلوار سے مستحق اور دیانت دار لوگوں کا سر کاٹتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس، محکمہ مال، محکمہ انہار، کسٹم، تعلیم اور صحت کے محکمے عوام کے مسائل حل نہیں کر پاتے۔ ان محکموں کے اکثر ذمہ دار سیاست دانوں کی ذاتی اغراض کی تکمیل میں مصروف رہتے ہیں۔ کئی عشروں سے یہ گٹھ جوڑ ملک کی انتظامی مشینری کی ساکھ تباہ کرنے کا باعث بنا ہے جو ایماندار لوگ ملک کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ان کے رستے میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ یوں انصاف کی فراہمی اور احتساب کا عمل فعال نہیں ہو پاتا۔ سیاست دانوں کی صفوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو سرکاری وغیر سرکاری زمینوں پر قبضے کرتے

۱) "پولیس کو سیاسی اثر رسوخ سے آزاد کرنا ہوگا" ظہیر الدین بابر، کالم، روزنامہ الاخبار، ستمبر ۸، ۲۰۱۷ء۔

ہیں۔ یہ لوگ دن دہاڑے اپنی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حالیہ دنوں ایسے بہت سے لوگ قانون کی گرفت میں آئے ہیں جو سیاسی اثرورسوخ کو بروئے کار لا کر اپنی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے"۔(۱)

لہٰذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ سد الذرائع کی روشنی میں ایسے تمام ذرائع وسائل کا سدِ باب کرے جو Depoliticization(سیاسی دباؤ سے آزاد کرنا) کی راہ میں رکاوٹ ہے اور ایسے اصول مرتب کرے جو سیاست میں تشدّد، دھونس دھاندلی، لاٹھی گولی، لینڈ مافیا، بھتہ مافیا، ہارس ٹریڈنگ اور پیسے کے بے جا استعمال جیسے قبیح عناصر کو روک سکے۔ حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہیے جو پولیس کو سیاسی مداخلت اور ہر قسم کے اثرورسوخ سے آزاد کردے۔ پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کیلئے پولیس کو آئیڈیل ماحول دیا جائے تاکہ پولیس پر عوام کا کھویا ہوا اعتماد بحال ہوسکے۔ اصلاحات اور بہتری لانے کی غرض سے بالخصوص جرائم میں ملوث افسران واہلکاروں سمیت تمام اہلکاروں کا گزشتہ ۵ سال کا ریکارڈ طلب کیا جائے اور ان کے خلاف درج مقدمات اور محکمانہ انکوائریوں کا جائزہ لیا جائے تاکہ ان تمام ذرائع کو مسدود کیا جاسکے جو معاشرے میں فساد کا باعث بنتی ہے۔

اسلام کا سیاسی نظام اتنا شفاف ہے کہ سزا کے معاملے میں بھی ناجائز سفارش کی سخت مذمت کرتا ہے، اس لئے کہ سفارش بذات خود عدل وانصاف کی فراہمی میں رکاوٹ ہے اور ایک ایسا ذریعہ ہے جو معاشرے میں فساد کا باعث ہے اگر ایسے ذرائع کا سدباب نہ کیا جائے تو معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے اور لوگوں کے حقوق غیر محفوظ ہو جاتے ہیں جیسے کہ قبیلہ بنی مخذوم کی ایک عورت فاطمہ کی چوری کا معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ یہ اونچا خاندان تھا' انہوں نے سوچا اگر اس پر حد جاری ہوگئی تو سخت بے عزتی ہوگی' لہٰذا انہوں نے اس عورت کی سفارش کے لیے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت اسامہؓ حضور کے متبنی زیدؓ کے بیٹے تھے اور آپ کو دونوں سے بڑی محبت تھی۔ جب اسامہؓ نے سفارش پیش کی تو غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا' آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کی مقررہ حدود میں سفارش کرتے ہو۔ فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میری جان ہے"« لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها»(۲)

"اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا"۔

اس پر وہ بڑے نادم ہوئے۔ حد جاری ہوگئی اس کے بعد فاطمہ نے حضور ﷺ سے توبہ کی قبولیت کی درخواست کی آپ ﷺ نے فرمایا: "تب الی اللہ" یعنی اللہ کے سامنے توبہ کرو۔ اس نے پھر توبہ کی تو فرمایا تمہاری توبہ قبول ہوگئی۔

---

۱) کالم "سیاست سے جرائم کا خاتمہ ضروری ہے" روزنامہ ۹۲ نیوز پیپر ۱۲۲ اکتوبر ۲۰۱۸ء۔

۲) صحیح مسلم۔ جلد دوم۔ حدود کا بیان۔ حدیث ۱۹۱۷۔

اسی طرح اسلام میں منافقت کسی مذہبی جرم سے کم نہیں جس طرح کہ سیاست میں غداری ایک سنگین جرم متصور ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور سد الذرائع، منافقین کو قتل نہیں کیا تا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اور نو مسلم شبہات وغلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں، یعنی کہیں یہ عمل اختلاف وانتشار کا ذریعہ نہ بنے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کی یہ بات پہنچی کہ مدینہ جا کر ہم عزیز، ان ذلیلوں کو نکال دیں گے، جس کا تذکرہ قرآن میں یوں ہے :

﴿ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾-(۱)

"وہ کہتے ہیں: اگر (اب) ہم مدینہ واپس ہوئے تو (ہم) عزّت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں (یعنی مسلمانوں) کو باہر نکال دیں گے، حالانکہ عزّت تو صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے مگر منافقین (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہیں"۔

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے ابی بن سلول کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپ صلی اللہ وسلم نے یہ کہہ کر روک دیا:

« دَعْهُ، لاَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ»-(۲)

"اسے چھوڑ دیجئے، تاکہ لوگ یہ نہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں"-

علامہ ابن قیم سد الذرائع کے ثبوت میں مذکورہ حدیث کو بطور شہادت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" إن النبي صلى الله عليه وسلم كان يكف عن قتل المنافقين مع كونه مصلحةً ، لئلا يكون ذريعةً إلى تنفير الناس عنه ، وقولهم : إن محمداً يقتل أصحابه ، فإن هذا القول يوجب النفور عن الإسلام ممن دخل فيه ، ومن لم يدخل ، ومفسدة التنفير أكبر من مفسدة ترك قتلهم ، ومصلحة التأليف أعظم من مصلحة القتل"-(۳)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کی وجہ سے، منافقین کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا کہ کہیں یہ (قتل) لوگوں میں اسلام کے خلاف نفرت کا ذریعہ نہ بن جائے، اور ان کا یہ قول کہ "محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں" پس

---

۱) المنافقون، ۸۔

۲) صحیح بخاری، باب: { سواء عليهم أستغفرت لهم أم لم } حدیث نمبر: ۴۹۰۵، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ۱۵۴/۶۔

۳) إعلام الموقعين، ۱۲۰/۳۔

اس بات سے اسلام کے خلاف مسلمانوں اور غیر مسلموں میں منافرت پھیلتی ہے اور منافرت کا مفسدہ، ان کو قتل نہ کرنے کے مفسدہ سے زیادہ ہے، اور حصول تالیف کی مصلحت قتل کی مصلحت سے زیادہ اہم ہے"۔

سیاست شرعیہ میں جہاں سیاسی استحکام کی خاطر بطور سد الذرائع منافقین کا قتل محض منافقت کی وجہ سے جائز نہیں تھا اسی طرح بطور سد الذرائع اسلام میں ارتداد کی سزا صرف قتل قرار پائی ہے جو حدیث، تعامل صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، تاکہ ایسے ذرائع کا جڑ سے خاتمہ کیا جائے جو اسلامی نظام کے حسن کو داغدار کرنے کی کوشش کرے۔ یہ اختیار حاکم وقت کو ہی حاصل ہے کہ وہ ایسے مفسدین پر حد نافذ کرے۔ آج دنیا میں کوئی بھی غیر اسلامی ملک ہو جو اپنا سیاسی آئین و دستور رکھتا ہو تو وہ لا محالہ اپنے آئین سے انحراف و بغاوت کو ہمیشہ غداری کے مترادف جرم قرار دیتا ہے۔ یہی حال اسلامی نظام اور سیاست شرعیہ میں ارتداد کے جرم کا ہے۔ بالفاظ دیگر مرتد وہ باغی و وٹر ہے جو نہ صرف آئین اسلام (قرآن) کا منکر ہو جاتا ہے بلکہ حزب اللہ (مسلمانوں کی جماعت) سے غداری کا ارتکاب بھی کرتا ہے۔ اس لئے منافق کی نسبت مرتد کی سزا سخت ہے کیونکہ منافق کی ظاہری حالت اقراری کی سی ہے جبکہ مرتد علی الاعلان آئین شکنی کرتا ہے اور اس کی ظاہری حالت انکاری کی سی ہے تو احکامات بھی منکر کے لاگو ہوں گے۔ ارتداد کلی طور پر اسلام سے نکلنے کا نام نہیں بلکہ اسلام کے کسی ایسے حکم کا منکر ہو جانا ہے جو ضروریات دین سے ہو۔ ائمہ اربعہ کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ اس شخص کا خون بہانا جائز ہے جو دین بدل دے۔ اگر دیکھا جائے تو اسلامی نظام حیات انسان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام اس کی ذاتی زندگی سے لے کر زمام اقتدار تک رہنمائی کرتا ہے اور اس کے تمام حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔ اسلام کا شفاف نظام عدل ظالم اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچاتا ہے اور مظلوم کو بلا تاخیر انصاف مہیا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بطور سد ذرائع مرتد کو اسلام کے منصفانہ نظام سے انحراف اور اس سے غداری کی پاداش میں قتل کیا جاتا ہے تاکہ وہ اسلام کی اہانت کا سبب نہ بنے۔ بسا اوقات منکرین اسلام اور منافقین اسلامی سزاؤں پر ہرزہ سرائی کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ اسلامی سزائیں غیر انسانی ہیں حالانکہ وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کے دنیا میں ہر قانون اور آئین کی خلاف ورزی ایک سنگین اور ناقابل معافی جرم تصور ہوتا ہے۔ آئین سے بغاوت غداری کے مترادف جرم ہے جس کی واحد سزا سزائے موت ہے۔ دنیا کی تمام حکومتیں اور ممالک اپنے شہری کو ملکی قوانین و ضوابط کا مذاق اڑانے، اور اس کا انکار کرنے کی اجازت نہیں دیتے، ایسا کرنے والے شہریوں کو بغاوت کے جرم میں قتل تک کر دیا جاتا ہے، لہٰذا اسلام نے مرتد کے لیے جو سزا تجویز کی ہے وہ بطور سد ذرائع ہے تاکہ ایسے غدار اسلام کی شفافیت اور حقانیت کو بدنام کرنے کا ذریعہ نہ ہو۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھیلی ہوئی دعوت کو روکنے کے لیے یہی حربہ اختیار کیا تھا۔ چند لوگوں نے بظاہر اسلام قبول کر کے مسلمانوں کا حلیہ اختیار کر لیا، پھر کچھ عرصے کے بعد دین اسلام سے برگشتہ ہو کر دین اسلام کی اہانت کرنے لگے، اس منصوبے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ جب دیکھیں گے کہ تعلیم یافتہ لوگ بھی دین اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں، یقیناً اس میں کچھ خرابیاں ہیں، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیزی سے پھیلتی ہوئی دعوت رک جائے گی اور نو مسلم مسلمان بھی شک وشبہ میں پڑ جائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منصوبے سے آگاہ فرمادیا، جس سے ان کا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔

جیسے کہ امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

"مرتد لوگوں کے دین و تباہ کرتا ہے، اس لئے شریعت نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور جرم قتل پر قصاص مقرر کیا ہے تاکہ تحفظ نفس کے مقصود کو حاصل کیا جاسکے۔ عقل انسان کے مکلف ہونے کی اساس ہے، اس تحفظ عقل کے لئے شراب نوشی کی سزا مقرر گئی ہے اسی طرح حد زنا کو لازم کیا ہے تاکہ انساب کا تحفظ کیا جائے۔ غاصبوں اور چوروں کے لئے سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگوں کے مال و اور ان کی معیشت کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شریعت ان پانچ اصولوں کی پامالی کو جائز قرار دے اور ان کی حفاظت کے لئے ان کو پامال کرنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کا سامان نہ کرے اس لئے کفر، قتل، زنا، سرقہ اور نشہ) آور آشیاء کا استعمال ہر شریعت میں حرام قرار دیا گیا"۔(۱)

اسی طرح جب اسلامی ملک میں سیاسی حالات اتنے غیر مستحکم ہوجائے کہ کفار کچھ مسلمانوں کو (یرغمال بناکر) انہیں بطور ڈھال استعمال کریں اور اکھٹے ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کریں جبکہ دوسری طرف یرغمال قلیل مسلمانوں کے ساتھ تعاون کثیر مسلمانوں کے قتل اور دین کے ضیاع کا باعث ہو تو ان پر لازم ہے کہ یرغمالیوں کا خیال نہ کریں ان کے قتل کی بھی پرواہ نہ کریں بالخصوص جب مشرکین کا قتل ایسی صورت میں ممکن ہو۔ کیونکہ بڑے مفساد سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان کو برداشت کر لیا جائے گا تاکہ ملک و ملکی نظام پر کفار کا تسلط نہ ہو جائے۔

---

۱) المستصفیٰ، امام الغزالی، ۲۸۷،۱(مصر: امیریہ، ۱۲۹۴ھ)۔

جیسے کہ عز بن عبد السلام لکھتے ہیں:

"قَتْلُ الْكُفَّارِ مِنْ النِّسَاءِ وَالْمَجَانِينِ وَالْأَطْفَالِ مَفْسَدَةٌ، لَكِنَّهُ يَجُوزُ إذَا تَتَرَّسَ بِهِمْ الْكُفَّارُ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ دَفْعُهُمْ إلَّا بِقَتْلِهِمْ"-(۱)

"کفار کا عورتوں دیوانوں اور بچوں کو قتل کرنا مفسدہ ہے، لیکن اگر ان کو کفار ڈھال کے طور پر استعمال کریں تو جائز ہے ایسی صورت میں، جب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو"۔

مزید لکھتے ہیں:

"لِأَنَّ قَتْلَ عَشَرَةٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ أَقَلُّ مَفْسَدَةً مِنْ قَتْلِ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ"-(۲)

"کیونکہ دس مسلمانوں کا قتل کرنا تمام مسلمانوں کے قتل سے کم فساد ہے"۔

مسلمانوں کی جانوں کا تحفظ اگرچہ نص سے ثابت ہے کہ بے گناہ آدمی کو نہ مارا جائے لیکن جب دو ضرور یہ مصلحتیں متعارض ہو تو اس صورت میں مصلحت عامہ کو خاصہ پر ترجیح حاصل ہو گی کیونکہ عام مسلمانوں کا تحفظ یہ زیادہ شمولیت والی مصلحت ہے بنسبت چند مسلمانوں کے تحفظ کے بشر طیکہ یر غمالیوں کو بچانے سے عام مسلمانوں کے قتل کا یقینی خطرہ ہو اور اگر یہ خطرہ یقینی نہ ہو تو یر غمالی مسلمانوں کا قتل جائز نہیں ہو گا۔

ڈاکٹر عبد اللہ بن ابراہیم الناصر(۳) اس حوالے سے "أثر سد الذرائع في سياسة الأمة" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"سد الذرائع من أعظم القواعد والأصول التي تساير بها السياسة الشرعية ما يجد من وقائع وحوادث لا نص فيها، فإن ولي الأمر في الأمة إذا رأى شيئاً من المباحات قد اتخذه الناس وسيلة إلى مفسدة، كان له أن يمنعه ويسد بابه،فله أن يمنع بيع السلاح أيام الفتن، لما تجر إليه من مفاسد الاعتداء على الأنفس والأموال، لما تجره من الفساد"-(۴)

۱) قواعد الأحکام فی مصالح الأنام أبو محمد عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام دار الکتب العلمیہ بیروت، ودار أم القری-القاہرۃ ۱۹۹۱م ۱/۱۱۱

۲) ایضا

۳) آپ کا پورا نام: عبد اللہ بن ابراہیم بن عبد اللہ الناصر ہے، سن ولادت: ۱/۷/۱۳۸۸ ہجری ہے۔آپ شرعی علوم کے ماہر ہیں اور کنگ سعود یونیورسٹی، ریاض کے شعبہ ثقافت اسلامی میں بطور پروفیسر تعینات ہیں۔
ویب سائٹ: (https://faculty.ksu.edu.sa/aalnaseer/cv)

۴) محاضرات فی السیاسہ الشرعیہ، د. عبد اللہ بن إبراہیم الناصر بقسم الثقافۃ الإسلامیہ کلیۃ التربیہ، ص ۶۳، ۶۲، جامعۃ الملک سعود۔

اصول سد الذرائع کا تعلق ان بڑے قواعد اور اصولوں سے ہے جس کی بدولت اسے سیاسہ شرعیہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے، خاص کر ایسے واقعات اور حوادث میں جس میں کوئی نص مذکور نہیں۔ اگر امت کا ولی الامر کسی چیز کو جائز دیکھتا ہے جس کو لوگوں نے مفسدہ کی طرف وسیلہ بنایا ہے، تو اس کا حق ہے کہ وہ اسے روکے اور اس کا سد باب کرے۔ لہذا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اسلحے کی خرید و فروخت پر پابندی لگائے تاکہ فتنہ و فساد کے دنوں میں دشمن اس کی وجہ سے جان و مال پر حملہ آور نہ ہو اور یہ کام کسی بڑے فساد کا ذریعہ نہ بنے۔

آج سیاسی امور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ خارجہ پالیسی داخلہ پالیسی اور بین الاقوامی تعلقات میں اصول سد الذرائع کو مد نظر رکھا جاے اور اس کی روشنی میں تمام شرائط و ضوابط کا جائزہ لیا جائے۔ امن اور جنگ کے معاہدات میں عائد کردہ شرائط کو دیکھا جائے کہ یہ مبنی بر مصلحت ہیں تو شرعا یہ معتبر ہوں گے اور اگر مبنی بر مفسدہ ہیں تو یہ نہ صرف غیر مشروع ہوں گے بلکہ ان کے اعتبار کو کالعدم قرار دیا جائے۔ ہر نمائندہ اسلامی جماعت اور پارٹی کو چاہیے کہ اس پر غور کرے اور اس سے حاصل ہونے والے مصالح اور مفاسد کے درمیان توازن پیدا کرے، اور نتائج کا جائزہ لے کر ان کی بنیاد پر عمل کرے کیونکہ اسلام میں سیاسی نظام کا مطلب ہی ایک اخلاقی نظام ہے، اور یہ نیک اخلاق اور انسانی حقوق کے احترام پر مبنی ہے، جیسا کہ اس میں معاہدوں اور وعدوں کی پاسداری ہے۔ اس میں تمام حقوق کو برقرار رکھنے، بغاوت، ظلم اور ناانصافی کی روک تھام کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ اسلام کا سیاسی نظام تو ایسے اخلاقیات پر استوار ہے جو دوست سے پہلے دشمن اور انسان سے پہلے جانور کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تلقین پہ زور دیتا ہے قرآن و احادیث میں اس حوالے سے متعدد احکام مذکور ہیں۔

اس لئے "شرعی سیاست کی بنیاد ہی مصلحت عامہ پر مبنی ہے۔ یہ شرعا سیاسی احکام کے لئے چکی کا پتھر ہے، ولی الامر یا اس کا نائب جو بھی تصرف سر انجام دیتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ وہ شارع علیہ السلام کے مقصود کو پائے جو کہ مصلحت عامہ اور اس کی دیکھ بھال ہے"۔(۱)

عصری تناظر میں دیکھا جائے تو ہمارے ملک میں جب کوئی خاص موقعہ ہو یا سیاسی اور مذہبی اجتماع ہو تو انسدادِ دہشت گردی کی مصلحت کے پیش نظر اس مخصوص علاقہ میں موبائل فون کی سروس بند کردی جاتی ہے۔ اگر دیکھا جاے تو بظاہر یہ اقدام عوامی مفاد کے خلاف ہے لیکن اس ضرر کو انسداد جرائم کی غرض سے محض اس لیے برداشت کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے مقصود ایسے ذرائع کا سد باب ہے جو حفظ جان کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اس لئے بھی کہ انفرادی مفاد کے مقابلے میں اجتماعی مفاد مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے دہشت گردی کی روک تھام کے لیے بطور سد ذرائع یہ حکم نافذ العمل ہو گا تاکہ بڑے

---

۱) خصائص التشریع الاسلامی فی السیاسة والحکم، دکتور فتحی الدرینی، ۱۷۳، ۱٦۸، مکتبۃ نور۔

نقصان سے بچاجائے لہذا مصلحت خاصہ پر مصلحت عامہ کو ترجیح حاصل ہو گی۔اگرچہ دہشت گردی کے سدباب کے لیے انٹیلی جنس اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ موبائل فون سروس بند کرنے کی لیکن موبائل فون سروس بند کرنے کا فیصلہ بھی اسی نوعیت کا ہے جو مجبوراً بطور سد ذرائع کیا جاتا ہے۔لہذا کسی بھی اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ دہشت گردی کے دور میں سدالذرائع کے طور پر جرائم کے ایسے ذرائع پر مکمل پابندی لگادے، جو ملک میں امن و امان کی صورتحال کو خراب کرنے، شہریوں کے جان ومال کو نقصان پہنچانے،اور خوف وہراس پیدا کرنے کا باعث ہوں۔

فصلِ دوم

# معاشی و معاشرتی تناظر میں تعزیری جرائم اور سد الذرائع

اسلامی معاشرہ فلاحی معیشت اور معاشرت کے قیام کا ضامن معاشرہ ہے جیسے کہ سیرت الرسول میں اس کی مثالیں اور نظائر بکثرت ملتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے معاشرتی نظام کی اصلاح کے لیے صالح بنیادیں فراہم کی اور ان عوامل کی بیخ کنی کی جس سے معاشرے میں فساد اور بدامنی پیدا ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف فلاحی معیشت کے قیام کے لئے اصول و ضوابط عطا کیے، بلکہ اسلامی معاشی نظام دے کر، اس حقیقت کو بھی واضح کیا، کہ اسلام زکوٰۃ عشر اور قانون وراثت کو نافذ کر کے اور سود خوری، ذخیرہ اندوزی اور تجارتی قمار بازی کو حرام ٹھہرا کر اس کے تمام ذرائع وسائل اور اسباب کا بطور سد الذرائع قلع قمع کرتا ہے اور ایک متوازن نظام معیشت قائم کرتا ہے، کیوں کہ معاشرے کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار کا قیام بھی عادلانہ نظام معیشت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

## معاشی جرائم میں سد الذرائع کا اطلاقی پہلو

اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات ہے جس میں معاشرتی اور معاشی مسائل کا حل موجود ہے۔اسلامی نظام معیشت میں سرمایہ معاشرے میں یوں گردش کرتا ہے جیسے خون رگوں میں گردش کرتا ہے، لہذا وہ نظام جس میں چند افراد معاشرے کا استحصال کرتے ہوں اسلام اسے باطل نظام قرار دیتا ہے، اور اسکی مذمت کرتا ہے جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ﴾ (۱)

ترجمہ: "ایسا نہ ہو کہ دولت صرف سرمایاداروں ہی میں گردش کرتی رہے"۔

اسلامی نقطہء نظر سے دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ آنا اور اس کا ارتکاز نہ صرف سنگین جرم ہے بلکہ وہ دولت جو جائز ذرائع سے کمائی گئی ہو اور معاشرہ کے افراد کے درمیان گردش نہیں کرتی تو اسلام اسے ذخیرہ اندوزی (hoarding) سے موسوم کرتا ہے اور اس پر دردناک عذاب کی وعید بھی سناتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾-(۲)

---

۱) الحشر: ۰۷

۲) التوبہ: ۳۴

"اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے پس ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو"۔

عبدالماجد دریاآبادی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"وعید انہی لوگوں کے حق میں ہے جو غایت حرص کی بنا پر مال کے حقوق واجب ادا نہیں کرتے اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے جس مال کو مذموم قرار دیا ہے وہ مطلق جمع نہیں بلکہ صرف وہ جمع ہے جس میں ضروری مصارف خیر کی گنجائش نہ رکھی جائے اور اس پر اکابر صحابہ کرام اور اکابر تابعین اور جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ اس آیت میں سونے اور چاندی کا نام بطور مثال اور نمونہ کے لیے دیا گیا کیونکہ مال و جائیداد کے بڑے ذریعے یہی ہیں۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کے حصول دولت و جمع دولت کا حصر انہیں دو چیزوں میں ہے اور اکتناز کرنے والوں کے لیے اتنی صریح شدید موکد وعید عذاب سے ظاہر ہے کہ بڑے بڑے کوٹھی وال مہاجنوں بینکاروں کی طرح سونے چاندی کے ڈھیر پر ڈھیر جمع کرتے رہنے کی گنجائش اسلام میں نہیں"۔(۱)

ذخیرہ اندوزی کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ خرید کر ذخیرہ کرلیتا ہے اور جب لوگ قحط اور قلت کا شکار ہو جائے تب بازار میں لاتا ہے تو یہ حرام ہے اور اگر اس جنس کی فراوانی ہے اور لوگوں کو تنگی کا سامنا نہیں ایسی حالت میں ذخیرہ اندوزی جائز ہے مگر گرانی کے انتظار میں غلے کو روک رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔

اسی وجہ سے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلّہ کی ذخیرہ اندوزی اور احتکار سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ:

«مَنْ احتكر فهو خاطئ»۔(۲)

''جو کوئی احتکار کرے وہ گنہگار ہے۔''

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

«من احتكر على المسلمين طعامهم ضربه الله بالجذام والإفلاس»۔(۳)

" جو کوئی مسلمانوں کے درمیان ذخیرہ اندوزی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے برص کی بیماری اور غربت میں مبتلا کردے گا"۔

---

۱) تفسیر ماجدی، عبدالماجد دریاآبادی، تاج کمپنی کراچی، ۱۹۵۲ء، ص ۴۰۳۔

۲) صحیح مسلم، حدیث ۱۶۰۵، سنن ابوداود، باب النّہی عن الحکرۃ، حدیث، ۳۴۴۷، ۲۷۱/۳.

۳) سنن ابن ماجہ، باب التجارات باب الحکرۃ والجلب: ۲۱۵۵۔

امام ابوزہرہ سد ذرائع کی روشنی میں اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

" فإنَّ الاحتكار ذريعة إلى أنْ يضيِّق على النَّاس أقواتهم، وكما أنَّ الاحتكار حرام لذلك؛ فالاستيراد واجب في الضَّائقات، لأنَّه ذريعة إلى التَّوسعة"۔ (۱)

"ذخیرہ اندوزی غذائی اجناس کی قلت کا ایک ذریعہ ہے، جس طرح ذخیرہ اندوزی حرام ہے اسی طرح تنگدستی کے زمانے میں اسے درآمد کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ خوشحالی کا ایک ذریعہ ہے"۔

اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

«الجالب مرزوق، والمحتكر ملعون» (۲)

غلہ لانے والا روزی دیا جائے گا روکنے والا لعنتی ہے۔

سود کا کاروبار بھی اکتناز کی بدترین شکل ہے جس نے ساری اجتماعی معیشت کی باگ ڈور چند سرمایا داروں کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ اسی وجہ سے تو اللہ نے تجارت حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔

اسی طرح بیع اور قرض کو اکٹھا کرنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تاکہ ان کا ملاپ سود کا ذریعہ نہ بن جائے۔

مالی معاملات میں اسکی ایک اہم مثال بیع عینہ (۳) ہے۔

"شریعت مطہرہ نے اس قسم کے معاملے سے اس لیے منع فرمایا کیونکہ یہ سود کے دروازے کھولتا ہے۔

سید عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں کہ :

"یہ وہ ذرائع ہیں کہ اگر مکلّف شخص ان کا استعمال ایسے ذرائع میں کرے جو اس کے خلاف اور غیر موزوں نہ ہوں تو ان سے خرابی کی طرف چلا جائے، جیسے وہ شخص جو بیع کو سود کو حاصل کرنے کے لیے وسیلہ بنائے جیسے کپڑا ادھار بیچنا ایک ہزار قیمت میں اور نقد نو سو روپے میں، اس جگہ فاسد چیز کو ترجیح دی جائے گی"۔(۴)

اسلام نے ناجائز ذرائع معیشت کے استعمال اور اس کے حصول سے منع کیا ہے خاص کر جب یہ منکرات کسی بڑے منکر کا ذریعہ بنے تو اس کا ترک جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رشوت لینا اور دینا اور امراء کو ہدیہ حرام قرار دیا گیا ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عمال کے زائد مال و دولت کو تقسیم کر دیتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے

---

۱) إعلام الموقعين، ۱۳۲/۳، وإصول الفقه : لأبي زہرۃ، ص ۲۸۹۔

۲) سنن ابن ماجہ فی حدیث، ۲۱۵۳۔۔

۳) بیع العینہ یعنی "ایک چیز اُدھار، زائد قیمت پر بیچی جائے اور پھر وہی چیز نقداً، کم قیمت پر، واپس خرید لی جائے۔

۴) الوجیز فی اصول الفقہ، سید عبدالکریم، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۱۲۹۔

آیا ہے؟ تم نہ صرف آگ جمع کر رہے ہو بلکہ اپنے بعد میں آنے والے لوگوں کو بھی منتقل کر رہے ہو۔ کسی والی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اُمت کے مال سے کچھ لے مگر اتنا لے سکتا ہے جو اس کے لیے کافی ہو۔

اسی طرح جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں سے کہا:

"میں اپنے اہل و عیال کے لیے کما کر ان کو کھلاتا تھا۔ اب جب کہ میں تمہاری خدمت پر مامور ہو گیا ہوں تو تم میرے لئے اپنے بیت المال سے حصہ مقرر کرو"۔(۱)

شارع نے قرض دینے والے کو اپنے مقروض سے ہدیہ قبول کرنے سے روکا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کہیں وہ اس کو بھی اپنے قرض میں شمار نہ کر لے۔ اگرچہ ہدیہ دینا حدیث کی وجہ سے مستحب ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، لیکن مقروض کے لیے قرض خواہ کو ہدیہ دینا ممنوع ہے اگر اس سے پہلے ان کے درمیان ہدیہ دینے کی عادت مقرر نہ ہو۔ اس کے ممنوع ہونے کی وجہ کے بارے میں علامہ ابن القیمؒ رقم طراز ہیں کہ:

" لئلا يتخذ ذلك ذريعة إلى تأخير الدَّيْن لأجل الهدية فيكون ربا"۔(۲)

"تاکہ وہ قرض میں تاخیر کے لئے تحفے کو کسی عذر کے طور پر استعمال نہ کرے، اور یہ ہدیہ سود کا ذریعہ نہ بن جائے"

اسی طرح قاضی اور حاکم کے ہدیہ قبول کرنے پر اس شخص سے جو اس عہدے سے پہلے ہدیہ نہ دیتا ہو۔ نہی وارد ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ باطل تحفوں کا ذریعہ نہ بن جائے۔

اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر میں داخل ہونے اور مال کی قیمت معلوم کرنے سے پہلے شہر سے باہر جا کر تاجروں سے مال خریدنے کی ممانعت کی ہے "اس کی نظیر "تلقی الجلب" ہے جس کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا اور فرمایا:

«لَا تَلَقَّوْا الْأَجْلَابَ فَمَنْ تَلَقَّى مِنْهُ شَيْئًا، فَاشْتَرَى، فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ إِذَا أَتَى السُّوقَ»(۳)

''باہر سے آنے والے سامان تجارت کو بازار میں پہنچنے سے پہلے نہ لیا کرو، اگر کوئی اس طرح خریداری کر لے، تو بازار میں آنے کے بعد صاحب مال کو اختیار ہو گا، چاہے تو اس بیع کو باقی رکھے اور چاہے تو فسخ (منسوخ) کر دے''۔

---

۱) الطبقات الکبری، شیخ ابن سعد، ۳/ ۱۸۴

۲) إعلام الموقعین، ابن قیم ۳/ ۱۲۲، أبو زھرۃ، وأصول الفقہ: ، ۲۸۹۔

۳) صحیح بخاری/البیوع ۷۱ (۲۱۶۲)۔

"عرب میں یہ دستور تھا کہ چند تاجر مدینہ سے باہر جا کر تجارتی قافلوں یا دیہات سے آنے والے لوگوں سے مال تجارت سستے داموں خرید لیتے تھے اور بعد میں یہی لوگ اسی مال کو مہنگے داموں فروخت کرتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پابندی عائد کر دی۔ کیونکہ اس کی وجہ سے گرانی بڑھتی ہے اور شہروں کے باشندوں کو زک پہنچتی ہے۔ یہی نقصانات اسمگلنگ کی وجہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں، ملک کی صنعت اور اس کا معاشی توازن بگڑتا ہے اور متاثر ہوتا ہے نیز حکومت کے احکام کی خلاف ورزی میں بہت سے منکرات لازم آتے ہیں: جیسے جھوٹ بولنا، جان و مال و آبرو کو خطرے میں ڈالنا اور بسا اوقات جسمانی تکلیف اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا وغیرہ اس لیے ایسے کاروبار سے اجتناب کرنا چاہئے"۔(۱) اس لئے کوئی بھی اسلامی ملک معاشی مصالح کے پیش نظر بطور سد ذرائع دوسرے ممالک کی برآمدات پر پابندی عائد کر سکتا ہے خاص کر جب یہ اقدام عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر اور معاشی مصالح کے پیش نظر ہو، تو اس قسم کی پابندی شرعا بھی لازم ہو جاتی ہے، معاشیات کی زبان میں اسے (protectionism) کہتے ہیں۔

پروٹیکشن ازم گھریلو صنعتوں کی مدد کے لئے بین الاقوامی تجارت کو محدود کرتی ہیں۔ گھریلو معیشت کے اندر معاشی سرگرمی کو بہتر بنانے کے مقصد کے ساتھ عام طور پر پروٹیکشنسٹ پالیسیاں نافذ کی جاتی ہیں اور حفاظت یا معیار کے خدشات کے پیش نظر اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر دیکھا جائے تو انفرادی سطح پر اسلام معاشی عدم استحکام کے سلسلے میں اسراف اور تبذیر کی نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے بلکہ اس کو شیطانی فعل سے تعبیر کرتا ہے کیونکہ اس سے بے راہ روی کو فروغ ملتا ہے اور معاشرے میں جرائم کی شرح بڑھتی ہے، نیز اس کے ذریعے معاشی عدم توازن بھی پیدا ہوتا ہے۔

شبیر احمد عثمانی تبذیر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اور خدا کا دیا ہوا مال بے موقع مت اڑاؤ، فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تفویت حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے"۔(۲)

اسی طرح جمعہ کی اذان کے وقت بیع و شراء کی ممانعت بطور سد ذرائع ہے تاکہ ارتکاب حرام سے بچا جائے، نیز عمل جواز سے اجتناب بہتر اس لئے بھی ہے تاکہ لوگ اسے سند جواز بنا کر فساد میں مبتلا نہ ہو جائیں، آپ ﷺ بھی کسی مصلحت کے پیش نظر اس بات کا اہتمام فرماتے تھے۔ جیسے کہ امام بخاری حدیث کا باب ہی اسی انداز میں باندھتے ہیں:

---

۱) جدید فقہی مسائل، رحمانی خالد سیف اللہ، لاہور، حراپبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء ص۲۳۹،۲۳۸/۱۔

۲) فوائد القرآن، محمود الحسن، شبیر احمد عثمانی، مدینہ منورہ، ۱۹۸۹ء ص ۳۷۷۔

باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فهم بعض الناس فهم عنه فیقعوا فی اشد منه"۔

’’جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے۔‘‘

معاشی تناظر میں مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ معاشی جرائم کے سد باب میں سد ذرائع کا اہم اور فعال کردار ہے۔ بے شمار مسائل میں اصول سد الذرائع کو مد نظر رکھا گیا ہے اور یہ قاعدہ ہمارے لئے عقائد، عبادات معاملات وغیرہ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور خلاف شرع امور سے بچنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔

## معاشرتی جرائم میں سدالذرائع کااطلاقی پہلو

اسلام میں ملت کی بقاء کیلئے معاشرے کو بڑی اہمیت حاصل ہے اوراس کیلئے اسلامی فقہ الجنایات میں قوانین وضع ہیں۔اسلامی ریاست امن وامان کے قیام، عوام کی جان ومال اور عصمت کا تحفظ یقینی بنانے کی پابند ہوتی ہے اوراسی پر جرائم کے سد باب کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اسلامی ریاست کے پاس مجرموں کو سزاو جزاء کا اختیار ہوتا ہے۔

معاشرے میں قانون کی بالادستی قائم رہے تو معاشرے میں عدل کو فروغ ملتا ہے اور جرائم کا پھیلاؤ بند ہو جاتا ہے جبکہ ناانصافی سے عوام بدحالی کا شکار ہو جاتی ہے اور لوگوں میں احساس ذمہ داری کا خیال نہیں رہتا۔انصاف کے حصول میں تاخیر یاعدم فراہمی بھی انسان کو غلط راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر عدل وانصاف باآسانی مہیا ہو تو نہ صرف جرائم کا سد باب ہوتا ہے بلکہ مجرموں کی حوصلہ شکنی بھی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے اگر مظلوم کو بروقت اور سستا انصاف نہ ملے تو بعض اوقات وہ اپنے انتقام کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے کسی جرم کا ارتکاب بھی کر بیٹھتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں بڑھتی ہوئی معاشرتی برائیوں اور جرائم کے مختلف اسباب ہیں، جن میں غربت اور جہالت کا اہم کردار ہے جس کی وجہ سے ایک مسلمان کسی دوسرے انسان کو قتل کرتا ہے، چوری کرتا ہے، دوسروں پر ظلم بھی کرتا ہے۔

کسب معاش ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔لیکن بسا اوقات انسان غربت وافلاس کے ہاتھوں تنگ آکر جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔رشوت، سفارش، دھوکہ دہی، تجارت کے اندر جھوٹ اور فریب یہ سب دولت کی ہوس کا نتیجہ ہیں۔معاشرتی جرائم کی ایک بڑی وجہ بری صحبت ہے۔ برے کردار کے حامل لوگ اپنے حلقہ احباب کو بھی برائیوں کی طرف مائل کرتے ہیں۔یوں جلد ہی معاشرے میں برائی عام ہو جاتی ہے۔اسی طرح منشیات کا استعمال بھی انسان کو نہ صرف اخلاقی طور پر تباہ کرتا ہے بلکہ ایسا فرد معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی طور پر بھی منتشر ہو جاتا ہے۔ نشہ آور اشیاء کے حصول کے لئے فرد جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، چوری، ڈاکے میں مبتلا ہوتا ہے، عقل سے عاری ہو کر رشتوں کا تقدس بھول جاتا ہے اور آہستہ آہستہ انسانیت کے مقام سے گر جاتا ہے۔فحاشی اور عریانی پر مبنی ڈرامے اور فلمیں اور فحش لٹریچر نوجوان نسل کے اخلاق برباد کرنے اور انہیں بے راہ روی کا نشانہ بنانے کا باعث ہیں۔نوجوان نسل جذباتی، ہیجان کا شکار ہو کر مختلف گناہوں اور جرائم میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

لہذا" جب تک معاشرے میں عملی طور پر برائی کے خلاف سخت رد عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک جرائم کی جڑیں مضبوط رہیں گی، معاشرے میں اعلی اقدار اور اچھے اخلاق کے زریعے منفی اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کی حوصلہ شکنی کی جاسکتی ہے"۔(۱)

معاشرتی جرائم کے سد باب میں سد ذرائع کا اصول نہ صرف ایسے جرائم کا خاتمہ کرتا ہے بلکہ ایسے عناصر و وسائل کو بھی مسدود کر دیتا ہے جو معاشرتی بگاڑ کا باعث ہو، جو معاشرے کا امن وسکون خراب کرے اور فساد فی الارض کا ذریعہ بنے۔ اسی وجہ سے رسول ﷺ نے بعض امور کو بطور سد ذرائع اس لیے ترک کیا کہ کہیں معاشرتی بگاڑ اور فتنہ وفساد پیدا نہ ہو جائے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ کعبۃ اللہ کی دوبارہ تعمیر بنائے ابراہیمی پر ہو، لیکن آپ نے حکمتِ دین کے تحت وسائل ہونے کے باوجود اپنی خواہش پر عمل نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:

«عائشہ! اگر تمہاری قوم کا زمانۂ شرک تازہ تازہ نہ ہوتا تو میں کعبۃ اللہ کو منہدم کر کے زمین سے ملا دیتا اور پھر اس کے دو دروازے بناتا: ایک دروازے سے لوگ کعبے میں داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے، پھر حضرت ابن؛الزبیر نے کعبے کو اسی طرح بنادیا»(۲)

الغرض رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی اور اُس وقت آپ کو وسائل بھی میسر تھے، لیکن آپ نے دینی حکمت کے تحت اپنی خواہش پر عمل نہ کیا تاکہ لوگوں کے عقائد متزلزل نہ ہوجائیں، کیونکہ وہ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کے ذہنوں میں بیت اللہ کی تقدیس کا ایک تصور تھا۔

حدیث مذکورہ کی توجیہ بیان کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ:

"مذکورہ حدیث میں کسی اختیاری چیز کو کسی حکمت کی وجہ سے ترک کر دینا ہے جیسے کعبے کی از سر نو تعمیر کرنا جائز تھا لیکن نبی ﷺ نے اس حکمت کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا کہ بعض نو مسلم جو زمانہ کفر کے قریب ہیں، ان کے دلوں میں یہ چیز ناگوار ہوگی۔ اور اس وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے کعبے کو منہدم کرنے کا ارادہ ترک کر دیا کہ

---

۱) "معاشرتی جرائم کے اسباب اور ان کا ممکنہ تدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔ قسمت اللہ خان" بر جس ۳، شمارہ۔۱ (۲۰۱۶)۔

۲) صحیح بخاری، حدیث: ۱۲۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج۱، ص ۲۴۵۔

قریش کعبے کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے تو اگر آپ یہ کام کر لیتے تو ان کے بد ظن ہو جانے کا اندیشہ تھا،اس وجہ سے آپ نے اس کام کو ترک کر دیا۔"(۱)

امام شاطبی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

" أنّ النَّبِيّ – صلى الله عليه وآله وسلم – أراد أنْ يَهْدِم الكعبة ويبنيها على قواعد إبراهيم عليه السلام ، ولكنّه خَشِي ارتداد أهْل مكة فامْتَنَع لِذلك ، ولِذا كان ارتداد أهْل مكة مَفْسَدَةً ومُحَرَّماً ، وإعادة بناء البيت ذريعة ووسيلة لِذلك ، فدَلّ ذلك على العمل بسَدّ الذّرائع ؛ وإلا لَمَا امْتَنَع النَّبِيّ – صلى الله عليه وآله وسلم – عن تأسيس البيت على قواعد إبراهيم عليه السلام "-(۲)

"آپ صلی علیہ وسلم خانہ کعبہ کو قواعد ابراہیم پر استوار کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ صلی علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ آپ اہل مکہ کے ارتداد اسے خوفزدہ تھے،اور اس گھر کی تعمیر نو اس کا ایک ذریعہ اور مفسدہ تھا۔یہ عمل بذات خود بطور سد ذرائع پر دلالت کرتا ہے وگرنہ تو آپ صلی اللہ وسلم اس کی تعمیر سے منع نہ ہوتے"۔

اگر دیکھا جائے تو اسلام ان تمام عوامل کی بیخ کنی کرتا ہے جو ایک صالح معاشرہ کے قیام میں رکاوٹ کا ذریعہ ہوں اور ایسے تمام معاشرتی عوامل کا خاتمہ کرتا ہے جو معاشرتی جرائم میں مددگار ثابت ہوں جیسے اخلاقی گراوٹ، فحاشی ، بے حیائی ، عدم برداشت ،لسانی وعلاقائی تعصب ،اسلحہ کی نمائش ، کینہ وحسد ، بے روزگاری وغیرہ۔اس لئے تو انسداد منشیات کے باب میں " اسلام بطور سد ذرائع نشے کی تھوڑی مقدار بھی حرام قرار دیتا ہے کیونکہ تھوڑی مقدار کثیر مقدار کا ذریعہ بنتی ہے لہٰذا تھوڑی مقدار ہی سے روک دیا جائے کیونکہ اس سے گناہ کی طرف میلان آسان ہو جاتا ہے اور وقوع فی الحرام کا خدشہ بڑھ جاتا ہے جو فساد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔"(۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں " مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے اہم وراجح ہے ۔لہٰذا جب کسی محفل میں مفسدہ بھی پایا جائے اور مصلحت بھی تو زیادہ تر مفسدہ کے ازالے کو ترجیح ہوگی۔ جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ جتنی تمھیں استطاعت ہو اور جب تمھیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے بچو۔اسی بنا پر جب حلال اور حرام کا اجتماع ہو تو حرام ترجیح پاتا ہے۔(۴)

---

۱) نعمۃ الباری شرح بخاری، علامہ غلام رسول سعیدی، فرید بک اسٹال، لاہور، ج ا، ص ۲۴۳

۲) الموافقات، امام شاطبی: ۲، ۲۶۲

۳) الوجیز فی اصول الفقہ، سید عبد الکریم، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۲۹۳۔

۴) فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول، مفتی نظام الدین، دار النعمان، لاہور، ص ۳۲۵۔۳۲۶۔

# فصلِ سوم

# تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات اور سد الذرائع

## مجموعہ تعزیرات پاکستان کا تعارف

"مجموعہ تعزیرات پاکستان کا بنیادی ماخذ تعزیرات ہند ہے۔ یہ فوجداری قوانین کا ایک جامع مجموعہ ہے، جس کا مقصد قانون فوجداری کے تمام اہم مسائل کا احاطہ کرنا ہے۔ اس قانون کا مسودہ ۱۸۶۰ء میں تیار کیا گیا تھا جس کے پیچھے بھارت کے پہلے قانونی کمیشن کی سفارشات کارفرما تھیں۔ یہ کمیشن ۱۸۳۴ میں چارٹرایکٹ ۱۸۳۳ء کے تحت تھامس بابنگٹن میکالے کی صدارت میں قائم ہوا تھا۔ یہ فوجداری قانون برطانوی بھارت میں ۱۸۶۲ء میں نافذ کیا گیا۔ تاہم یہ قوانین نوابی ریاستوں میں نافذ نہیں کیے گئے۔ اس کے ان کے پاس ۱۹۴۰ء کی دہائی تک ان کی اپنی عدالتیں اور قانونی نظام تھے۔ تعزیرات ہند ہی پر مبنی جموں و کشمیر میں ایک علیحدہ ضابطہ فوجداری نافذ کیا گیا جسے رنبیر ضابطہ تعزیرات کہا جاتا ہے۔ انگریزوں کی واپسی کے بعد، تعزیرات ہند پاکستان کو ورثے میں ملا۔ بعد ازاں ان تعزیرات میں اسلامی قوانین فوجداری کی متعدد دفعات بھی شامل کی گئیں"۔(۱)

سد الذرائع کی روشنی میں تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

## توہینِ مذہب و توہینِ رسالت

پاکستان مین توہینِ مذہب ایک انتہائی سنگین جرم ہے اور اس کے مرتکب کی ضمانت نہیں ہوتی ہے۔ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵بی اور ۲۹۵ سی کے تحت اس جرم کی سزا دی جاتی ہے۔ اس طرح دفعہ ۲۹۵بی کے تحت توہینِ قرآن کے مجرم کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔ اسی طرح توہینِ رسالت کے مجرم کی سزائے کے بارے میں تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔ سی میں مذکور ہے کہ: جو شخص کسی بھی طریقے سے بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کرے تو اسے موت اور عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا جبکہ دفعہ ۱۹۵۔ سی میں توہین رسالت کرنے والے شخص کے مذہب کی تعین نہیں کی گئی بلکہ پاکستان کے اندر جو بھی شخص گستاخی کا مرتکب ہو گا، عدالت میں ثابت ہونے پر

---

۱) آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا

https://ur.wikipedia.org/wiki/مجموعہ_تعزیرات_پاکستان /

اس کی سزا موت ہو گی۔اسی طرح گستاخی قول کی صورت میں ہو یا فعل اور اشارہ کی صورت میں اس کو توہین تصور کیا جائے گا۔

شریعتِ میں سد الذرائع کے اصولِ کے تحت توہینِ مذہب و توہین رسالت کی سزا پر کئی دلائل وشواہد موجود ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں: جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ (۱)

"(اے مسلمانوں) تم مشرکین کے معبودان باطلہ کو گالی مت دوو گرنہ وہ اپنی جہالت سے تمہارے برحق خدا کو گالی دیں گے"۔

توہین مذہب کے حوالے سے اس آیت میں نہ صرف واضح احکام موجود ہیں بلکہ اللہ تعالی نے مومنین کو دوسرے ادیان کے معبودان باطلہ کو سب وشتم کرنے سے بطور سد الذرائع منع بھی کیا ہے جو کہ احترام مذاہب پر ایک صریح اور واضح دلیل ہے۔اس لئے کہ یہ اللہ کی شان میں کہیں دشنام طرازی کا ذریعہ نہ بن جائے "اگرچہ یہ عمل فی نفسہ باطل معبودوں کے حق میں جائز ہے لیکن اس سے مصلحتا منع کیا گیا، کیونکہ اس کے مقابلے میں زیادہ مفسدہ مشرکین کا اللہ کی شان میں سب وشتم کا ہے جس سے بطور سد الذرائع منع کیا گیا ہے۔

علامہ ابن قیم مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

" فنهى سبحانه عن سبّ آلهة المشركين، مع كون السَّبّ غيظاً وحمية لله وإهانة للأوثان والأصنام وما يُعْبَد من دون الله تعالى، لأنَّه ذريعة إلى سبّ الله تعالى، وكانت مصلحة ترك مسبته أرجح من مصلحة سبنا لآلهتهم، وهذا كالتَّنبيه؛ بل كالتَّصريح على المنع من الجائز لئلا يكون سبباً في فعل ما لا يجوز" (۲)

"پس مشرکین کے معبودوں کو گالیاں دینا اللہ تعالی نے حرام قرار دیا، باوجود یکہ انہیں برا کہنا اللہ تعالی کی عظمت کے اظہار کی محبت کے لئے اور اس کے خلاف غصہ ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے اور اس میں معبودان باطل کی اہانت بھی ہے لیکن چونکہ یہ ذریعہ بنتا ہے اس بات کا کہ کہیں مشرک اللہ کو گالیاں نہ دینے لگیں اور اللہ کو گالیاں

---

۱) الأنعام، ۱۰۸۔

۲) أعلام الموقعين، ابن قیم، مترجم: علامہ محمد جوناگڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور ۱۵۱/۲۔

نہ دلوانے کی مصلحت ان کے معبودوں کو برا کہنے کی مصلحت پر راجح ہے پس اسے تصریح مان لو ورنہ کم از کم تنبیہ مانے بغیر تو چارہ ہی نہیں کہ جائز کام اگر ناجائز کام کا ذریعہ اور سبب بنتا ہو تو جائز خود منع ہو جائے گا"۔

اسی طرح توہین رسالت کے سد باب میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا وَاسْمَعُواْ وَلِلكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾۔(۱)

" اے ایمان والو! (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنۡظُرۡنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

مذکورہ آیت میں "راعنا" ذو معنی لفظ ہے۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ ہماری رعایت فرمائیے اور صحابہ کرام جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے کسی ارشاد گرامی کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تو عرض کرتے راعنا یا رسول اللہ۔ ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکے۔ ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھا دیجئے۔ لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہی لفظ ایسے معنی میں استعمال ہوتا تھا جس میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی عزت و تکریم کی وجہ سے ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع فرمادیا جس میں کسی بھی حوالے سے گستاخی کا شائبہ ہو۔

جیسے کہ علامہ شوکانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"وجه النهي عن ذلك أن هذا اللفظ كان بلسان اليهود سباً -----، وكانوا يقولون للنبي صلى الله عليه وسلم كذلك مظهرين أنهم يريدون المعنى العربي ، مبطنين أنهم يقصدون السبّ الذي هو : معنى هذا اللفظ في لغتهم وفي ذلك دليل على أنه ينبغي تجنب الألفاظ المحتملة للسبّ ، والنقص ، وإن لم يقصد المتكلم بها ذلك المعنى المفيد للشتم؛ سداً للذريعة ودفعاً للوسيلة ، وقطعاً لمادة المفسدة ، والتطرق إليه"۔(۲)

"اس معنی سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہودیوں کی لغت میں یہ لفظ گالی کے معنی میں استعمال ہوتا تھا، یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے اس معنی کو استعمال کرنے لگیں اور ظاہری طور پر یہ باور کراتے تھے کہ ہم عربی

---

۱) البقرہ، ۱۰۴۔

۲) فتح القدیر، محمد بن علی بن محمد الشوکانی، ۸۲/۱، دار المعرفہ، ۲۰۰۷۔

معنی مراد لیتے ہیں حالانکہ باطنی طور پر وہ اپنی زبان میں اس سے سب وشتم ہی مراد لیتے تھے، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے الفاظ سے بطور سدالذرائع اجتناب کرنا چاہیے، جس میں سب وشتم اور تنقیص شان رسالت کا احتمال ہو اگرچہ متکلم اس معنی سے سب وشتم کی قصد نہ رکھتا ہو، تاکہ ایسے وسائل اور فساد کے ذرائع تک رسائی کو دور کیا جائے"۔

سید عبدالکریم زیدان "سدالذرائع" کے عنوان پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

" نهي الله عزوجل المؤمنين أن يقول راعنا مع قصدهم الحسن منعا لذريعة التشبه باليهود الذين كانوا يريدون بها شتم النبي صلي الله عليه وسلم"۔(۱)

"اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو راعنا کے لفظ پکارنے سے منع کیا حالانکہ وہ حسن نیت رکھتے تھے، تاکہ یہود سے مشابہت کے ان ذرائع کو مسدود کیا جائے، جن کے ذریعہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرتے تھے "۔

"اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح کام سے کسی بڑی برائی کا راستہ نکلتا ہو، تو اس بڑی برائی کے سد باب کے لئے، اس صحیح کام کو بھی ترک کردیا جائے گا"۔(۲)

توہین رسالت کے فعل شنیع کی مذمت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾۔(۳)

اس کی تفسیر میں سیدنا ابن عباسؓ(۴) فرماتے ہیں کہ دنیا میں لعنت سے قتل مراد ہے۔(۵)

اس آیت کریمہ سے علامہ ابن تیمیہؒ استدلال کرتے ہیں:

"ان المسلم يقتل اذا سب من غير استتابة وان اظهر التوبة بعد اخذه كما هو مذهب الجمهور"۔(۶)

---

۱) الوجیز فی اصول الفقہ، سید عبدالکریم زیدان، مؤسسۃ قرطبہ، ص۲۴۸۔

۲) تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی ۱/۴۷۴، فرید بک سٹال لاہور۔

۳) الاحزاب: ۵۷

۴) سیدنا عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔آپؓ کو ترجمان القرآن اور حبر الامۃ کہا جاتا ہے۔آپ سے ۱۶۶۰ روایات منقول ہیں۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبدالبر یوسف بن عبداللہ، ۳: ۹۳۳، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء)

۵) تفسیر ابن عباس، ینسب الی عبداللہ بن عباس جمعہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی، ۱: ۳۵۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

۶) الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ابن تیمیۃ، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۳/۶۳۵۔

”کوئی بھی مسلمان (جو حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی وگستاخی کرے گا) اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے۔ اگرچہ وہ گرفتاری کے بعد توبہ کرلے یہی مذہب جمہور ہے۔“

جبکہ علامہ ابن عابدین شامیؒ شان رسالت مآب صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخی کے مرتکب کی سزا کے متعلق فرماتے ہیں:

"فإنه يقتل حداً ولا تقبل توبته لأن الحد لايسقط بالتوبة، وأفاد أنه حكم الدنيا وأما عند الله تعالىٰ فهى مقبولة"۔(۱)

اسے حداً قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ حد توبہ سے ساقط و معاف نہیں ہوتی، یہ حکم اس دنیا سے متعلق ہے جبکہ آخرت میں اللہ رب العزت کے ہاں اس کی توبہ مقبول ہوگی۔“

اور قاضی عیاضؒ (۲) نے شاتمِ رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موت کی سزا پر امت کا اجماع نقل فرمایا ہے"۔(۳)

شریعت کے اصولوں میں توہین رسالت کے معاملے میں مسلم وغیر مسلم کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا اور دونوں پر حد کا اجراء ہوگا، اسی طرح تعزیراتِ پاکستان دفعہ ۲۹۵، سی میں مسلمان اور کافر کی تخصیص کے بغیر گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔

## مداخلت بے جا

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ صفحہ ۱۴-a کے تحت گھر کی حرمت (پرائیویسی) کو دستوری تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس دفعہ کا تقاضا ہے کہ پولیس یا کوئی ایجنسی کسی کے گھر میں مجسٹریٹ کے تحریری وارنٹ حاصل کیے بغیر اور صاحب خانہ کو وہ سرچ وارنٹ دکھائے بغیر گھر کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ پاکستان پینل کوڈ کے دفعہ ۴۴۱، کے مطابق مداخلت بے جا قانونا جرم ہے۔ اس کے مطابق جو کوئی شخص کسی ایسی ملکیت کے اندر یا اس پر جو کسی دوسرے شخص کے قبضے میں ہو اس نیت سے داخل ہو کہ کسی جرم کا ارتکاب کرے یا اس شخص کی، جو ملکیت پر قابض ہے، تخویف یا توہین کرے، یا اس کو ایذا دے، یا مذکورہ ملکیت کے اندر، یا اس پر جائز طور پر داخل ہو کر، ناجائز طور پر اس نیت سے ٹھہرا رہے، کہ اس کے ذریعہ مذکورہ شخص کی تخویف یا توہین کرے یا اس کو ایذا دے یا اس نیت سے کہ کسی جرم کا ارتکاب کرے تو کہا جائے گا کہ

---

۱) ردالمحتار، ابن عابدین، دار الفکر بیروت، لبنان، ۲۳۰/۴، ۲۳۱۔

۲) عیاض بن موسیٰ بن عیاض (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) سبتہ میں پیدا ہوئے۔ سبتہ کے قاضی رہے۔ آپ اپنے وقت میں حدیث، نحو اور لغت کے امام تھے۔ آپ کی تصنیفات میں الشفاء، الاکمال اور مشارق الانوار شامل ہیں۔ (وفیات الأعیان، ابن خلکان احمد بن محمد، دار صادر، بیروت، ۴۸۳/۳)

۳) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، قاضی موسیٰ بن عیاض، دار الفیحاء، عمان، ۱۹۸۷ء ۴۷۶/۲۔

اس نے مداخلت بے جا مجرمانہ "کا ارتکاب کیا ہے اور دفعہ ۴۳۲، کے مطابق مداخلت بے جا بخانہ کے مطابق۔ جو کوئی شخص کسی ایسی عمارت یا خیمہ یا جہاز میں جو انسان کی بود و باش کے کام آتی ہو یا کسی ایسی عمارت میں جو عبادت گاہ یا مال کی جائے حفاظت کے طور پر کام آتی ہو، داخل ہونے یا ٹھہرے رہنے کے ذریعے مداخلت بیجا مجرمانہ کا مرتکب ہو تو کہا جائے گا کہ اس نے "مداخلت بے جا بخانہ" کا ارتکاب کیا ہے۔

تشریح۔ مداخلت بے جا مجرمانہ کے مجرم کے جسم کے کسی حصہ کا ادخال مداخلت بے جا بخانہ کے معرض وجود میں آنے کے لئے کافی ہے۔(۱) اس کی بنیاد اس شرعی حکم پر ہے "وجوب الاستئذان عند دخول الى البيوت" کہ گھر میں داخل ہونے کے لیے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنا واجب ہے۔ یہ شرعی حکم بھی کئی آیات قرآنی اور سنت مبارکہ سے لیا گیا ہے، جسے علامہ ابن قیم نے سد الذرائع کے فصل میں بطور مقدمہ ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کو حرام اعمال کے ارتکاب کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔(۲)

یہ اُصول آج کے دور میں بھی اور ہر معاشرے کے لیے موثر ہے۔ حرام اعمال تک پہنچانے والے کام اسی اصول کی بنیاد پر نہ صرف حرام قرار پاتے ہیں بلکہ ہر معاشرے میں مداخلت بے جا (trespassing) کو قانونا قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس سے قاعدہ سد الذرائع کی عالمگیریت اور ہر زمان و مکان میں موثر ہونے کی شہادت میسر آتی ہے۔

## بدکاری اور اس کے دواعی

زنا نہ صرف ایک حرام فعل ہے بلکہ تعزیراتِ پاکستان باب چودہ، دفعہ ۲۹۲ کے تحت فحاشی کا فروغ بھی جرم ہے۔

تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۴۹۷ میں زنا کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ:

"جو کوئی کسی عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے، جس کے بارے میں وہ جانتا ہے یا یقین رکھتا ہے کہ وہ کسی اور کی بیوی ہے اور اس شخص کی اجازت یا اس کی ملی بھگت کے بغیر اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے نیز اس کا یہ فعل زنا بالجبر کے زمرے میں بھی نہیں آتا تو کہا جائے گا کہ اس نے زنا کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔"

جبکہ باب سولہ زنا بالجبر کے دفعہ ۳۷۵ کے تحت: ایک شخص زنا بالجبر کا مرتکب کہلائے گا جس نے کسی عورت کے ساتھ جنسی مباشرت کی ہو، ان حالات کے تحت جو حسب ذیل پانچ بیانات میں سے کسی ایک کے تحت آتا ہو۔

---

۱) مجموعہ تعزیرات پاکستان، نذیر احمد قریشی، لاء بک لینڈ، چوک اے جی آفس لاہور ص ۲۷۰۔

۲) أعلام الموقعين، ابن قيم، ۵۵۳/۴۔

(اول)اس کی مرضی کے خلاف۔

(دوم)اس کی رضامندی کے بغیر۔

(سوم)اس کی رضامندی سے: جب اس کی رضامندی اس کی موت یا زخمی کرنے کے خوف سے حاصل کی گئی ہو۔

(چہارم)اس کی رضامندی سے جب وہ شخص جانتا ہو کہ اس کی اس سے شادی نہیں ہوئی ہے اور یہ کہ رضامندی اس لیے تھی کہ وہ یقین رکھتی تھی کہ وہ دوسرا شخص تھا جس کے ساتھ اس کی شادی ہو گی یا

(پنجم)اس کی رضامندی سے یا رضامندی کے بغیر جب وہ سولہ سال سے کم عمر کی ہو۔

تشریح:

زنا بالجبر کے جرم کے لیے مطلوبہ جنسی مباشرت کے تعین کے لیے دخول کافی ہے۔

دفعہ ۳۷۲ کے تحت زنا بالجبر کے لیے سزا یہ ہے کہ:

(1)جو کوئی زنا بالجبر کرے تو اسے موت کی سزا یا کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو نہ دس سال سے کم ہو گی نہ بیس سال سے زیادہ ہو گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

(2)جب دو یا زائد اشخاص سب کے مشترک ارادے کی تکمیل کے لئے زنا بالجبر کا ارتکاب کرے تو ان میں ہر ایک شخص کو سزائے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی۔

اسلام میں بھی زنا ایک خطرناک اور بھیانک جرم ہے، گناہ کبیرہ میں شرک اور قتل جیسے سنگین جرم کے بعد سب سے بڑا اور سنگین جرم زنا کرنا ہے، جو پوری انسانیت کے لیے تباہی کا باعث ہے۔ خاندانی شرافت اور نسب کے لیے باعث ذلت ہے۔ اسلام نسل انسانی کے تحفظ اور تقدس کی خاطر معاشرے کو زنا سے پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام نے سخت ترین سزاؤں کی ترہیب سے ان اسباب کی طرف اصل توجہ دی ہے، جو بدکاری کا موجب بنتے ہیں تاکہ معاشرہ اور پوری انسانیت فساد اور بے راہ روی سے بچ جائے۔

اس لیے اسلام نے مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط، کو ممنوع قرار دیا اور، محرم اور نامحرم کی حد قائم کی، اور مردوں و عورتوں کے فرائض اور حقوق میں ایک واضح تقسیم کر دی۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ "-(۱)

---

۱) النور: ۳۰۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومن مردوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ وہ جو کچھ کرتے ہیں اس سے واقف ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾۔(١)

**"اور اپنے گھروں میں سکون سے قیام پذیر رہنا اور پرانی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار مت کرنا، اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت گزاری میں رہنا،** بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے"۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اسلام کے نظام عفت و پاکدامنی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان آیتوں میں مسلم خواتین کو پردہ کا پابند کیا گیا ہے، خواتین کو پردہ کا پابند بنائے بغیر زنا اور بدکاری کے واقعات کا سد باب ممکن نہیں، اس طرح مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ نگاہیں نیچی رکھے کیونکہ بیشتر فواحش اور جنسی جرائم کی ابتداء بد نگاہی سے ہوتی ہے، جسے قرآن نے غض بصر سے تعبیر کیا۔ اسی بناء پر آپ **صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور "سد ذرائع" زنا کے مقدمات واسباب اور وسائل کا بھی سد باب کیا اور اسے حرام قرار دیا مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ مرد کی خلوت، اس کے سامنے زیب و زینت کا اظہار، مرد و عورت کے درمیان فریفتگی اور اختلاط، اور عورت کا کسی اجنبی کے ساتھ نرم لہجے میں بات کرنا وغیرہ وہ ذرائع اور اسباب ہیں جو دواعی الی الوطی کے زمرے میں آتے ہیں۔**

## امر باعث تکلیف عام

**تعزیراتِ پاکستان باب چودہ، دفعہ ۲۶۸ کے تحت:** امر باعث تکلیف عام جرم ہے۔ یعنی جو کوئی شخص ایسا فعل کرے یا اسے ترک ناجائز کا مجرم ہو جو عوام الناس کو یا عموماً ان لوگوں کو جو قرب و جوار میں رہتے ہوں یا قرب و جوار میں املاک پر قابض ہوں مضرت عام، خطرہ یا ایذا پہنچائے یا جو ان اشخاص کو جن کو کوئی استحقاق عامہ استعمال میں لانے کا موقع ملے بالضرور مضرت مزاحمت خطرہ یا ایذا پہنچائے تو وہ محض امر باعث تکلیف عام کا مجرم ہے۔

کوئی امر باعث تکلیف عام اس بناء پر قابل در گزر نہیں ہے کہ اس سے کچھ آسائش یا نفع ظہور میں آتا ہے۔

---

١) الأحزاب: ٣٣۔

اسلامی تعلیمات میں اس حوالے سے سے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾۔(۱)

"اور تم نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کیا کرو، اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کیا کرو"۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے انسانی زندگی کے لئے ایک بہترین اصول عطا فرمایا کہ تعلقات خواہ قومی ہو یا بین الاقوامی، ان کی بنیاد یہی ہو کہ صرف نیکی و پرہیزگاری، خیر و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کیا جائے، اور ہر قسم کی برائی، بے حیائی، فحش اور گناہوں کے کاموں میں قطعاً کسی کا تعاون نہ کیا جائے کیونکہ انفرادی گناہ کے ارتکاب سے اجتماعی گناہ کا ارتکاب کہیں زیادہ قابل نفرت ہے۔ گناہ ظلم اور تعدی میں کسی کی بھی مدد نہ کی جائے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں شریک ہونا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور یہ تمام امور وہ ذرائع اور اسباب ہیں جو موصل الی الحرام کے زمرے میں آتے ہیں۔ کیونکہ **"اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کو ناجائز کاموں کی گنجائش ملتی معلوم ہو، تو یہ جائز فعل بھی اس کے لیے جائز نہیں رہتا۔۔۔ اس کی مثالیں قرآن وسنت میں بہت ہیں۔۔۔ ایسے احکام کو اصول فقہ کی اصطلاح میں سد الذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو سب ہی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے، خصوصاً حضرات حنابلہ اس کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں"**۔(۲)

## خطرناک متعدی مرض

**تعزیراتِ پاکستان باب چودہ، دفعہ ۲۶۹ کے مطابق:** غفلت سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے زندگی کے لئے ایک خطرناک مرض متعدی کے پھیلنے کا احتمال ہو جو شخص غیر قانونی طور پر یا غفلت سے کوئی ایسا فعل کرے جس کے لئے خطرناک مرض متعدی پہنچنے کا احتمال ہو اور جس کے ہونے کا اسے علم ہو یا یہ باور کرانے کی وجہ رکھتا ہو تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو چھ ماہ تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

اسلام بھی بطور سد الذرائع بیماریوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے اور بیماری کے متعدی ہونے سے انکار نہیں کرتا جیسے کہ

---

۱) المائدۃ: ۲۔

۲) معارف القرآن، محمد شفیع، ادارۃ المعارف کراچی ۲۸۰/۱۱۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد گرامی ہے:

"فر من المجذوم فرارک من الأسد"۔(۱)

"مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے تم شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو"۔

ایک اور جگہ ارشاد گرامی ہے:

«لا یوردنّ ممرض علی مصح»۔(۲)

"بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ لایا جائے"۔

حدیث میں کسی مرض کا دوسرے کو لگ جانا اس میں اس امر کی نفی نہیں ہے کہ بعض متعدی بیماریاں ایک مریض سے دوسرے تندرست شخص تک منتقل نہیں ہوتیں جیسے کہ مذکورہ روایت میں واضح ہے کہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں سے دور رکھا جاے۔ اس سے مقصود دراصل اس باطل خیال کی تردید ہے کہ کسی بیماری میں دوسرے تک پہنچ جانے کی اپنی کوئی صلاحیت ہے بلکہ یہ بھی مشیت الہی کے تابع ہے۔

اسلامی تعلیمات متعدی امراض میں مبتلا لوگوں اور جانوروں سے احتیاط کرنے کا حکم اس لئے دیتی ہے کہ اگر کوئی اختلاط کے بعد بمشیت خداوندی بیمار ہو گیا، تو اس کا اعتقاد خراب نہ ہو کیونکہ اسلام امراض کے متعدی ہونے کا منکر نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات میں تو امراض کے متعدی بالذات ہونے اور دوسروں میں سرایت کرنے کے عقیدہ کی تردید ہے۔ "حدیث میں فرار کا حکم بطور سد الذرائع دیا گیا تاکہ بیماری آگے مزید نہ پھیلے۔ لہذا مجذوم سے بھاگنے اور بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لانے کا جو حکم دیا ہے، یہ اسباب سے اجتناب کے باب سے ہے۔ کیونکہ اگر صحیح آدمی کوڑھی کے مریض کے پاس آتا ہے اور اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اس کا الزام جذام کے مریض پر لگائے گا کہ اس نے ہی مجھے بیمار کیا ہے ۔اسی طرح وہ زمانہ جاہلیت کی بدشگونی میں مبتلا ہو جائے گا کہ ہر مرض فی ذاتہ متعدی ہے اور یہ اس کا ذریعہ بن سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ بدگمانی کرے اور اس کی ذات کے بارے میں بدشگونی سے کام لے۔ لہذا شریعہ نے بطور سد الذرائع اس باب کو بھی بند کر دیا اور اس کے راستے مسدود کر دئے"۔(۳)

---

۱) صحیح بخاری، الطب، باب الجذام، ح: ۵۷۰۷ و مسند احمد: ۴۴۳/۲

۲) صحیح بخاری، الطب، باب لا ہامۃ، ح: ۵۷۷۱، و صحیح مسلم، السلام، باب لا عدوی ولا طیرۃ...ح: ۲۲۲۱۔

۳) کتاب تیسیر اصول الفقہ للمبتدئین، محمد حسن عبد الغفار، الجمع بین نفی العدوی والفرار من المرض، ۴، ۲۱، المکتبۃ الشاملۃ الحدیثۃ۔

https://al-maktaba.org/book/32392/208#p6

عصری تناظر میں دیکھا جائے تو کرونا وباء ایک جان لیوا مرض کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر آج اسکی لپیٹ میں ہے۔ اس کی وجہ سے ہر روز اموات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یورپی ممالک کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے ممالک بھی اس موذی وبا کا شکار ہیں، اس عالمی وبا کے بعد دنیا بھر میں قرنطینہ کی اہمیت اور سماجی رابطوں کو کم کرنے اور فاصلے بڑھانے کی حکمت عملی اپنائی گئی۔ اس ضمن میں عوام کی اکثریت احتیاطی تدابیر کو اپنانے میں نہ صرف غفلت کا مظاہرہ کر رہی ہے بلکہ ایس او پیز کی خلاف ورزی بھی کر رہی ہے۔ شریعت نے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان احتیاطی تدابیر پر جس حد تک عمل ممکن ہو کرنا چاہیے۔ یہ اقدامات اسلام کے شرعی اصولوں کے عین مطابق ہیں اور ان احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنا دین اسلام کے عین مطابق ہے۔ اسی طرح گھروں میں رہنا کورونا وائرس کے خلاف مضبوط ہتھیار ہے۔

حکومت کرونا کو مزید پھیلانے سے روکنے کے لئے نہ صرف بطور سد ذرائع بازاروں، بسوں اور بڑے شہروں میں سیاسی اجتماعات پر پابندی عائد کرے بلکہ اس ضمن میں ماسک نہ پہننے والوں پر بطور سد ذرائع بھاری جرمانے بھی عائد کرے تاکہ اس وبائی مرض کے مضر اثرات کو کم سے کم کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ حکومتی سطح پر پبلک مقامات پر ہاتھ دھونے، سینیٹائزر اور ماسک تقسیم کرنے اور ہدایات پر عمل درآمد کروانے کے لیے خاطر خواہ انتظامات کیے جائے اور ناخواندہ افراد میں شعور بیدار کیا جاے۔ تعلیمی اداروں کو عارضی طور پر بطور سد ذرائع بند کیا جائے تاکہ سماجی فاصلے پیدا کر کے بیماری کو مزید پھیلنے سے روکا جا سکے۔

# خلاصہ بحث

## سیاست شرعیہ میں تعزیری جرائم اور سد الذرائع

اسلام ایک ایسا نظام حیات ہے جو بیک وقت انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات کی رہنمائی کرتا ہے، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو، معاشیات سے ہو، معاملات سے ہو، سماجیات سے ہو، یا پھر اس کا تعلق سیاسیات سے ہو۔ شرعی سیاست میں حفظ الدین، حفظ النفس، حفظ العقل، حفظ النسل اور حفظ المال کی نہ صرف اولی الامر کو تاکید کی گئی ہے بلکہ اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی باری ذمہ داری بھی عطا کی گئی ہے تاکہ سرکش لوگ اسلامی معاشرے کا حسن اعتدال خراب نہ کرے۔ شرعی قوانین اور اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اسلام نے جہاں گنہگار و مجرم قرار دیا ہے، تو دوسری طرف ایسے مجرموں کے لیے حدود و قصاص کی عبرت ناک سزائیں مقرر کیں اور مسلمان حکمران کو تعزیری سزاوں کے وسیع اختیارات دے کر ایسے جرائم کا سدباب کیا جو معاشرے کا امن وسکون تہ وبالا کرے جیسے، قید، جلاوطنی، بدنی سزا، دیت اور کفارہ وغیرہ۔ اسلامی نظام حیات میں ایسے تمام ذرائع اور عوامل کا خاتمہ کیا جاتا ہے جو فساد فی الارض کے فروغ کا باعث بن رہے ہو اور کسی بھی حوالے اس کے سیاسی نظام میں خلل پیدا کرے۔ سیاست شرعیہ میں جہاں سیاسی استحکام کی خاطر بطور سد الذرائع منافقین کا قتل محض منافقت کی وجہ سے جائز نہیں تھا اسی طرح بطور سد الذرائع اسلام میں ارتداد کی سزا صرف قتل قرار پائی ہے جو حدیث، تعامل صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، تاکہ ایسے ذرائع کا جڑ سے خاتمہ کیا جائے جو اسلامی نظام کے حسن کو داغدار کرنے کی کوشش کرے۔ یہ اختیار حاکم وقت کو ہی حاصل ہے کہ وہ ایسے مفسدین پر حد نافذ کرے۔ اسی طرح جب اسلامی ملک میں سیاسی حالات اتنے غیر مستحکم ہو جائے کہ کفار کچھ مسلمانوں کو (یرغمال بنا کر) انہیں بطور ڈھال استعمال کریں اور اکھٹے ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کریں جبکہ دوسری طرف یرغمال قلیل مسلمانوں کے ساتھ تعاون، باقی کثیر مسلمانوں کے قتل اور دین کے ضیاع کا باعث ہو توان پر لازم ہے کہ یرغمالیوں کا خیال نہ کریں، ان کے قتل کی بھی پرواہ نہ کریں بالخصوص جب مشرکین کا قتل ممکن ہو۔ کیونکہ بڑے فساد سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان کو برداشت کرلیا جائے گا تاکہ ملک و ملکی نظام پر کفار کا تسلط نہ ہو جائے۔ عصری تناظر میں دیکھا جاے تو اصول سد الذرائع سیاسی معاملات میں نہ صرف مفید ہے بلکہ اس کے اطلاقات موجودہ سیاسی نظام میں اپنا فعال کردار بھی ادا کرسکتے ہیں جیسے کہ اگر خارجہ پالیسی، داخلہ پالیسی درآمدات و برآمدات، سفارت، قانون سازی اور بین الاقوامی تعلقات جیسے امور میں اس اصول کو مدنظر رکھا جاے اور اس کی روشنی میں شرائط وضوابط کو مرتب کیا جائے تو اس کے دورس نتائج

برآمد ہو سکتے ہیں مثلاً کسی جارحانہ عزائم رکھنے والے ملک کے ساتھ امن و جنگ اور آزادانہ تجارت کے معاہدات میں عائد کردہ شرائط کو دیکھا جائے کہ آیا یہ مبنی بر مصلحت ہیں تو شرعاً معتبر ہوں گے یا مبنی بر مفسدہ ہیں تو یہ نہ صرف غیر مشروع ہوں گے بلکہ اس وقت ان کے اعتبار کو کالعدم قرار دیا جائے۔ لہذا ہر نمائندہ جماعت اور پارٹی کو چاہیے کہ اس کی تطبیقات پر غور کرے اور اس سے حاصل ہونے والے مصالح اور مفاسد کے درمیان توازن پیدا کرے اور نتائج کا جائزہ لے کر ان کی بنیاد پر عمل کیا جاے۔ اسی طرح سیاسی اور مذہبی اجتماعات میں مخصوص علاقہ کی موبائل فون کی سروس عموماً بند کر دی جاتی ہے۔ اگر دیکھا جاے تو بظاہر یہ اقدام عوامی مفاد کے خلاف ہے لیکن اس ضرر کو انسدادِ دہشت گردی کی مصلحت کے پیش نظر اور انسداد جرائم کی غرض سے محض اس لیے برداشت کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے مقصود ایسے ذرائع کا سد باب ہوتا ہے جو حفظ جان کی مصلحت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اس لئے بھی کہ گروہی مفاد کے مقابلے میں قومی و اجتماعی مفاد مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے دہشت گردی کی روک تھام کے لیے یہ حکم نافذ العمل ہوتا ہے تاکہ بڑے نقصان سے بچا جائے اور یہ درحقیقت اصول سد الذرائع کی عملی تطبیق ہی ہے کیونکہ اس کے مطابق مصلحت خاصہ پر مصلحت عامہ کو ترجیح حاصل ہے۔ دہشت گردی کے سد باب کے لیے اگرچہ انٹیلی جنس اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ موبائل فون سروس بند کرنے کی لیکن موبائل فون سروس بند کرنے کا فیصلہ بھی اسی نوعیت کا ہے جو مجبوراً بطور سد ذرائع کیا جاتا ہے۔ یہ اصول کسی بھی اسلامی ریاست کے لیے امن کے حصول اور انسداد جرائم میں بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ دہشت گردی کے دور میں سد الذرائع کے طور پر جرائم کے ایسے ذرائع پر مکمل پابندی لگا دی جاے، جو ملک میں امن و امان کی صورتحال کو خراب کرنے، شہریوں کے جان و مال کو نقصان پہنچانے، اور خوف و ہراس پیدا کرنے کا باعث ہوں۔

## معاشی تناظر میں تعزیری جرائم اور سد الذرائع

اسلامی معاشرہ فلاحی معیشت اور معاشرت کے قیام کا ضامن معاشرہ ہے جیسے کہ سیرت الرسول میں اس کی مثالیں اور نظائر بکثرت ملتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے معاشرتی نظام کی اصلاح کے لیے صالح بنیادیں فراہم کی اور ان عوامل کی بیخ کنی کی جس سے معاشرے میں فساد اور بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف فلاحی معیشت کے قیام کے لئے اصول و ضوابط عطا کیے، بلکہ اسلامی معاشی نظام دے کر، اس حقیقت کو بھی واضح کیا، کہ اسلام زکوۃ عشر اور قانون وراثت کو نافذ کر کے اور سود خوری، ذخیرہ اندوزی اور تجارتی قمار بازی کو حرام ٹھہرا کر اس کے تمام ذرائع وسائل اور اسباب کا بطور سد الذرائع قلع قمع کرتا ہے اور ایک متوازن نظام معیشت قائم کرتا ہے، کیوں کہ معاشرے کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار کا قیام بھی عادلانہ نظامِ معیشت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

اسلامی نقطہء نظر سے دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ آنا اور اس کا ارتکاز نہ صرف سنگین جرم ہے بلکہ وہ دولت جو جائز ذرائع سے کمائی گئی ہو اور معاشرہ کے افراد کے درمیان گردش نہیں کرتی تو اسلام اسے ذخیرہ اندوزی (hoarding) سے موسوم کرتا ہے اور اس پر دردناک عذاب کی وعید بھی سناتا ہے۔ اسلام نے ناجائز ذرائع معیشت کے استعمال اور اس کے حصول سے منع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رشوت لینا اور دینا اور امراء کو ہدیہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ شارع نے قرض دینے والے کو اپنے مقروض سے ہدیہ قبول کرنے سے روکا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کہیں وہ اس کو بھی اپنے قرض میں شمار نہ کرلے۔ اگرچہ ہدیہ دینا حدیث کی وجہ سے مستحب ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، لیکن مقروض کے لیے قرض خواہ کو ہدیہ دینا ممنوع ہے اگر اس سے پہلے ان کے درمیان ہدیہ دینے کی عادت مقرر نہ ہو۔ اسی طرح قاضی اور حاکم کے ہدیہ قبول کرنے پر اس شخص سے جو اس عہدے سے پہلے ہدیہ نہ دیتا ہو۔ نہی وارد ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ باطل تحفوں کا ذریعہ نہ بن جائے۔ اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر میں داخل ہونے اور مال کی قیمت معلوم کرنے سے پہلے شہر سے باہر جا کر تاجروں سے مال خریدنے کی ممانعت کی ہے "اس کی نظیر "تلقی الجلب" ہے جس کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ یہی نقصانات اسمگلنگ کی وجہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں، ملک کی صنعت اور اس کا معاشی توازن بگڑتا ہے اور متاثر ہوتا ہے نیز حکومت کے احکام کی خلاف ورزی میں بہت سے منکرات لازم آتے ہیں: جیسے جھوٹ بولنا، جان و مال و آبرو کو خطرے میں ڈالنا اور بسا اوقات جسمانی تکلیف اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا وغیرہ اس لیے ایسے کاروبار سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر دیکھا جائے تو انفرادی سطح پر اسلام معاشی عدم استحکام کے سلسلے میں اسراف اور تبذیر کی نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے بلکہ اس کو شیطانی فعل سے تعبیر کرتا ہے کیونکہ اس سے بے راہ روی کو فروغ ملتا ہے اور معاشرے میں جرائم کی شرح بڑھتی ہے ، نیز اس کے ذریعے معاشی عدم توازن بھی پیدا ہوتا ہے۔ معاشی تناظر میں مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ معاشی جرائم کے سد باب میں

سد ذرائع کا اہم اور فعال کردار ہے۔ بے شمار معاشی مسائل میں اصول سد الذرائع کو مد نظر رکھا گیا ہے اور یہ قاعدہ ہمارے لئے معاشی مسائل کے حل میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور خلاف شرع امور سے بچنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔

### معاشرتی تناظر میں تعزیری جرائم اور سد الذرائع

اسلام میں ملت کی بقاء کیلئے معاشرے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ معاشرہ کی ترقی یافتہ شکل ریاست ہے۔ اسلامی ریاست امن وامان کے قیام، عوام کی جان و مال اور عصمت کا تحفظ یقینی بنانے کی پابند ہوتی ہے اور معاشرتی جرائم کے سد باب کی ذمہ دار

بھی ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اسلامی ریاست کے پاس مجرموں کو سزا و جزاء کا اختیار ہوتا ہے۔معاشرتی جرائم کے سد باب میں سد ذرائع کا اصول نہ صرف کلیدی کردار ادا کرتا ہے بلکہ یہ ایسے عناصر و وسائل کو مسدود کر دیتا ہے جو معاشرتی بگاڑ اور جرائم کے فروغ کا باعث ہو مثلا رشوت' سفارش' دھوکہ دہی' جھوٹ، وعدہ خلافی، ملاوٹ، ناانصافی، تعصب، فحاشی،
، تکبر، حسد، لالچ، چغل خوری، بد دیانتی گروہ بندی، فساد، خوف وہراس، نفرت، عداوت اور فریب یہ سب معاشرتی جرائم کے اسباب اور راہ داریاں ہیں۔ان اسباب کی وجہ سے جرائم نشو و نما پاتے ہیں اور معاشرتی بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔لہذا جب تک معاشرے میں عملی طور پر برائی کے خلاف سخت رد عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک جرائم کی جڑیں مضبوط رہیں گی اور معاشرے میں فساد برپا رہے گا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبے کو منہدم کرنے کا ارادہ ترک کر دیا کہ قریش کعبے کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے، تو اگر آپ یہ کام کر لیتے تو ان کے بد ظن ہو جانے کا اندیشہ تھا، اس وجہ سے آپ نے اس کام کو بطور سد ذرائع ترک کر دیا۔یہی وجہ ہے کہ معاشرتی جرائم کے سد باب میں اسلام پہلے ایسے اسباب عوامل اور محرکات کا خاتمہ کرتا ہے جہاں جرائم کے بیج اگتے ہو۔دوسرے لفظوں میں اسلام ان تمام عوامل کی سب سے پہلے بیخ کنی کرتا ہے جو ایک صالح معاشرہ کے قیام میں رکاوٹ کا ذریعہ ہو اور جو معاشرتی جرائم میں مدد گار ثابت ہو۔انسداد منشیات کے باب میں اگر دیکھا جائے تو اسلام بطور سد ذرائع نشے کی تھوڑی مقدار بھی حرام قرار دیتا ہے کیونکہ تھوڑی مقدار کثیر مقدار کا ذریعہ بنتی ہے۔ لہٰذا تھوڑی مقدار ہی سے گناہ کی طرف میلان آسان ہو جاتا ہے۔نشہ آور اشیاء کے حصول کے لئے فرد جرائم کا ارتکاب کرتا ہے' چوری' ڈاکے میں مبتلا ہوتا ہے' عقل سے عاری ہو کر رشتوں کا تقدس بھول جاتا ہے اور آہستہ آہستہ انسانیت کے مقام سے گر جاتا ہے۔اسی طرح فحاشی اور عریانی پر مبنی ڈرامے اور فلمیں اور فحش لٹریچر نوجوان نسل کے اخلاق برباد کرنے اور انہیں بے راہ روی کا نشانہ بنانے کا باعث ہوتا ہے۔نوجوان نسل جذباتی' ہیجان کا شکار ہو کر مختلف گناہوں اور جرائم میں مبتلا ہو جاتی ہے۔معاشرتی تناظر میں مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معاشرتی جرائم کے سد باب میں سد ذرائع کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔بہت سے مسائل میں اس اصول کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

## تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات اور سد الذرائع

"مجموعہ تعزیرات پاکستان کا بنیادی ماخذ تعزیرات ہند ہے۔یہ فوجداری قوانین کا ایک جامع مجموعہ ہے۔سد الذرائع کی روشنی میں تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

### توہینِ مذہب و توہینِ رسالت

پاکستان مین توہینِ مذہب ایک انتہائی سنگین جرم ہے اور اس کے مرتکب کی ضمانت نہیں ہوتی ہے۔تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵بی اور ۲۹۵ سی کے تحت اس جرم کی سزا دی جاتی ہے۔شریعتِ میں سد الذرائع کے اصولِ کے تحت توہینِ مذہب و

توہین رسالت کی سزا پر کئی دلائل و شواہد موجود ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں: جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے :(اے مسلمانوں) تم مشرکین کے معبودان باطلہ کو گالی مت دو) توہین مذہب کے حوالے سے اس آیت میں نہ صرف واضح حکم موجود ہے بلکہ اللہ تعالی نے مومنین کو دوسرے ادیان کے معبودان باطلہ کو سب و شتم کرنے سے بطور سد الذرائع منع بھی کیا ہے جو کہ احترام مذاہب پر ایک صریح اور واضح دلیل ہے۔اسی طرح توہین رسالت کے سد باب میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے ''اے ایمان والو! (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) رَاعِنَا مت کہا کرو)اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی عزت و تکریم کی وجہ سے ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع فرما دیا جس میں کسی بھی حوالے سے گستاخی کا شائبہ ہو جیسے کہ راعنا۔

## مداخلت بے جا

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ صفحہ ۱۴-a کے تحت گھر کی حرمت (پرائیویسی) کو دستوری تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کے دفعہ ۴۴۱، کے مطابق مداخلت بے جا قانونا جرم ہے۔اس کی بنیاد اس شرعی حکم پر ہے "وجوب الاستئذان عند دخول الى البيوت" کہ گھر میں داخل ہونے کے لیے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنا واجب ہے۔یہ شرعی حکم بھی کئی آیات قرآنی اور سنت مبارکہ سے لیا گیا ہے، جسے علامہ ابن قیم نے سد الذرائع کے فصل میں بطور مقدمہ ذکر کیا ہے۔یہ اُصول آج کے دور میں بھی اور ہر معاشرے کے لیے موثر ہے۔حرام اعمال تک پہنچانے والے کام اسی اصول کی بنیاد پر نہ صرف حرام قرار پاتے ہیں بلکہ ہر معاشرے میں مداخلت بے جا(trespassing) کو قانونا قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔اس سے قاعدہ سد الذرائع کی عالمگیریت اور ہر زمان و مکان میں موثر ہونے کی شہادت میسر آتی ہے۔

## بدکاری اور اس کے دواعی

زنا نہ صرف ایک حرام فعل اور جرم ہے بلکہ تعزیراتِ پاکستان باب چودہ، دفعہ 292 کے تحت فحاشی کا فروغ بھی جرم ہے۔ اسلام میں شرک اور قتل کے بعد سب سے بڑا اور سنگین جرم زنا کرنا ہے، جو پوری انسانیت کے لیے تباہی کا باعث ہے۔ اسلام نے سخت ترین سزاؤں کی ترہیب سے ان اسباب کی طرف اصل توجہ دی ہے، جو بدکاری کا موجب بنتے ہیں تاکہ معاشرہ اور پوری انسانیت فساد اور بے راہ روی سے بچ جائے۔اس لیے اسلام نے مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط، کو ممنوع قرار دیا اور، محرم اور نامحرم کی حد قائم کی،اور مردوں و عورتوں کے فرائض اور حقوق میں ایک واضح تقسیم کر دی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ''سد ذرائع'' زنا کے مقدمات واسباب اور وسائل کا بھی سد باب کیا اور اسے حرام قرار دیا مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ مرد کی خلوت ،اس کے سامنے زیب و زینت کا اظہار ، مرد و عورت کے درمیان فریفتگی اور اختلاط ،

اور عورت کا کسی اجنبی کے ساتھ نرم لہجے میں بات کرنا وغیرہ وہ ذرائع اور اسباب ہیں جو دواعی الی الوطی کے زمرے میں آتے ہیں۔

## امر باعث تکلیف عام

**تعزیراتِ پاکستان باب چودہ، دفعہ ۲۶۸ کے تحت** : امر باعث تکلیف عام جرم ہے۔ یعنی جو کوئی شخص ایسا فعل کرے یا اسے ترک ناجائز کا مجرم ہو جو عوام الناس کو یا عموماً ان لوگوں کو جو قرب و جوار میں رہتے ہوں یا قرب وجوار میں املاک پر قابض ہوں مضرت عام، خطرہ یا ایذا پہنچائے یا جو ان اشخاص کو جن کو کوئی استحقاق عامہ استعمال میں لانے کا موقع ملے بالضرور مضرت مزاحمت خطرہ یا ایذا پہنچائے تو وہ محض امر باعث تکلیف عام کا مجرم ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس حوالے سے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: "، اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کیا کرو"۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے انسانی زندگی کے لئے ایک بہترین اصول عطا فرمایا کہ تعلقات خواہ قومی ہو یا بین الاقوامی، ان کی بنیاد یہی ہو کہ صرف نیکی و پرہیزگاری، خیر و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کیا جائے، اور ہر قسم کی برائی، بے حیائی، فحش اور گناہوں کے کاموں میں قطعاً کسی کا تعاون نہ کیا جائے کیونکہ انفرادی گناہ کے ارتکاب سے اجتماعی گناہ کا ارتکاب کہیں زیادہ قابل نفرت ہے۔ گناہ ظلم اور تعدی میں کسی کی بھی مدد نہ کی جائے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں شریک ہونا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور یہ تمام امور وہ ذرائع اور اسباب ہیں جو موصل الی الحرام کے زمرے میں آتے ہیں۔

## خطرناک متعدی مرض

**تعزیراتِ پاکستان باب چودہ، دفعہ ۲۶۹ کے مطابق** : غفلت سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے زندگی کے لئے ایک خطرناک مرض متعدی کے پھیلنے کا احتمال ہو جو شخص غیر قانونی طور پر یا غفلت سے کوئی ایسا فعل کرے جس کے لئے خطرناک مرض متعدی پہنچنے کا احتمال ہو اور جس کے ہونے کا اسے علم ہو یا یہ باور کرانے کی وجہ رکھتا ہو تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو چھ ماہ تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ **اسلام بھی بطور سد الذرائع بیماریوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے اور بیماری کے متعدی ہونے سے انکار نہیں کرتا جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے تم شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو''۔ ایک اور جگہ ارشاد گرامی ہے:** ''بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ لایا جائے''۔ **اسلامی تعلیمات متعدی امراض میں مبتلا لوگوں اور جانوروں**

سے احتیاط کرنے کا حکم اس لئے دیتی ہے کہ اگر کوئی اختلاط کے بعد بمشیت خداوندی بیمار ہو گیا، تو اس کا اعتقاد خراب نہ ہو کیونکہ اسلام امراض کے متعدی ہونے کا منکر نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات میں تو امراض کے متعدی بالذات ہونے اور دوسروں میں سرایت کرنے کے عقیدہ کی تردید ہے۔ "حدیث میں فرار کا حکم بطور سد الذرائع دیا گیا تاکہ بیماری آگے مزید نہ پھیلے۔ حکومت کرونا کو مزید پھیلانے سے روکنے کے لئے نہ صرف بطور سد ذرائع بازاروں، بسوں اور بڑے شہروں میں سیاسی اجتماعات پر پابندی عائد کرے بلکہ اس ضمن میں ماسک نہ پہننے والوں پر بطور سد ذرائع بھاری جرمانے بھی عائد کرے تاکہ اس وبائی مرض کے مضر اثرات کو کم سے کم کیا جا سکے۔اس کے علاوہ حکومتی سطح پر پبلک مقامات پر ہاتھ دھونے، سینیٹائزر اور ماسک تقسیم کرنے اور ہدایات پر عمل درآمد کروانے کے لیے خاطر خواہ انتظامات کیے جائے اور ناخواندہ افراد میں شعور بیدار کیا جاے۔ تعلیمی اداروں کو عارضی طور پر بطور سد ذرائع بند کیا جائے تاکہ سماجی فاصلے پیدا کر کے بیماری کو مزید پھیلنے سے روکا جا سکے۔

# بابِ چہارم

# جنایات میں سد ذرائع سے استفادہ کا عصری پہلو

فصلِ اوّل: طبّی و متفرق جرائم اور سد ذرائع کا اطلاق

فصلِ دوم: سماجی جرائم اور سد ذرائع کا اطلاق

فصلِ سوم: سائبر اور الیکٹرانک کرائم اور سد ذرائع کا اطلاق

نتائج سفارشات و تجاویز

# فصلِ اوّل

## طبّی و متفرق جرائم اور سد ذرائع کا اطلاق

جرائم کے انسداد میں، سدالذرائع کا کردار انتہائی مؤثر ہے۔ یہ اصول جدید اور غیر منصوص علیہ مسائل کے حل میں کافی مد و معاون ہے۔ سد ذرائع کی عصری تطبیقات سے چند طبّی اور کچھ دیگر مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن کے انسداد میں اصول سد ذرائع کے اطلاقی پہلو سے استفادہ کیا گیا ہے۔

### ۱) زائد المعیاد ادویات

آئس ایک ایسا نشہ ہے جو زائد المعیاد ادویات کے کیمیکل سے تیار کیا جاتا ہے۔ نشہ کا کاروبار کرنے والے، زائد المعیاد ادویات کو سستے ترین داموں خریدتے ہیں اور پھر ان سے ''آئس'' نامی نشہ تیار کرتے ہیں۔

'' یہ واحد نشہ ہے جو پہلی ہی بار کرنے سے انسان کو اپنا عادی بنا دیتی ہے کیونکہ آئس کا حملہ براہ راست مرکزی اعصابی نظام پر ہوتا ہے۔ اس کے استعمال سے دماغ کے اس نظام کو غیر فطری طریقے سے انتہائی حد تک متحرک کیا جاتا ہے۔ جس کے کچھ عرصے بعد یہ نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے''۔(۱)

کچھ عرصے سے پاکستان کے تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ میں آئس کے نام سے مشہور نشہ آور پاوڈر خوفناک حد تک پھیلتا جا رہا ہے۔

" اس حوالے سے اکتوبر ۲۰۱۶ میں سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی میں ساؤتھ ایشیئن سٹریٹیجک سٹڈیز انسٹیٹیوٹ (سیسی) نامی ایک غیر سرکاری تنظیم کی طرف سے ایک رپورٹ پیش کی گئی تھی جس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ اسلام آباد کے ۴۰ تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے ۴۰۰ طلبہ و طالبات نشہ کرتے ہیں۔ ان تعلیمی اداروں میں اکثریت پرائیویٹ سکولوں کی بتائی گئی جہاں نشہ کرنے والے طالبعلموں کی شرح ۵۳ فیصد بتائی گئی جبکہ حکومتی سکولوں میں یہ شرح صرف دو فیصد بتائی گئی تھی۔ اس رپورٹ میں چھ طرح کی منشیات کا نام لیا گیا ہے جس میں آئس یا کرسٹل میتھ، ہیروئن، زینیکس، اوپی آئی اور بھنگ شامل ہیں"۔(۲)

---

1 (Evidence-Based Practice by Heather R. Hall, Linda A. Roussel,Jones and Bartlett Learning,LLC ,5Wall street ,Barlington ,Page 320.

۲) بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، ۲۲ دسمبر ۲۰۱۸۔

"منشیات فروشوں کی ہٹ لسٹ پر کالج اور یونیورسٹی کے طالبعلم ہیں کیونکہ امیر اور خوشحال گھرانوں سے تعلق رکھنے والے بچوں سے رقم بآسانی مل جاتی ہے۔ان منشیات میں خاص طور پر کوکین، مارفین، ٹریماڈول، میتھاڈون، ڈایامارفین، فینٹانل اور میفیڈرون کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے جو کہ چین سے غیر قانونی طور پر ڈارک ویب کے ذریعے درآمد کی جاتی ہے"۔(۱)

"انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ میٹرکس اینڈ ایوولیشن کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۶ء کے دوران منشیات کے استعمال کے نتیجے میں معذوری کا شکار ہونے والے افراد میں ۹۸ فیصد اضافہ ہوا ہے اور منشیات کے عادی نوجوانوں میں ذہنی معذوری تیزی سے بڑھ رہی ہے"۔(۲)

"ادویات سے متعلق قانون ڈرگ ایکٹ مجریہ ۱۹۷۶ کے تحت زائد المیعاد ادویہ کی فروخت قانونا جرم ہے۔اس قانون کا مقصد ملک میں جعلی زائد المیعاد اور غیر معیاری ادویات کی روک تھام ہے۔اس ایکٹ کے تحت جعلی اور غیر معیاری ادویات کی تیاری زائد المیعاد ادویات کی خرید وفروخت کے جرم میں ملکی اور غیر ملکی دواساز کمپنیوں ڈسٹری بیوٹرز اور ڈرگ سٹورز کے خلاف کاروائی کا طریقہ کار اور اصول وضوابط وضع کیے گئے ہیں"۔(۳)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان زائد المیعاد ادویات کی خرید وفروخت سے انسانی جانوں کے تلف ہونے کا غالب امکان ہوتا ہے کیونکہ مقامی اور ملٹی نیشنل ادویات ساز کمپنیاں ضائع کی ہوئی ادویات اور ان کی تیاری میں نکلنے والے خام مال کو بھی اسکریپ ڈیلرز کو فروخت کر دیتی ہیں جو اسے آگے منشیات بنانے والوں کو بیچتے ہیں۔منشیات فروش گروہ ادویات ساز کمپنیوں اور ہول سیل مارکیٹوں سے زائد المیعاد ادویات خرید لیتے ہیں تاکہ اس سے "کرسٹل" یا "آئس" کی تیاری کے لیے مزید کارآمد بنایا جاسکے۔اس کے علاوہ نزلہ زکام کی ایکسپائرڈ ادویات کا چورا مرغیوں، مچھلیوں، گائے اور بھینسوں کی فیڈ تیار کرنے میں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔ پاکستان انسداد منشیات ایکٹ کے تحت نشہ آور اشیاء کا استعمال اور فروخت قانونا جرم ہے اور یہ گھناؤنا کاروبار دنیا کے بدنام ترین غیر قانونی کاروبار میں سے ایک ہے۔ حکومت سد الذرائع کے طور پر ایسی دواساز کمپنیوں کے خلاف کاروائی کا طریقہ کار اور اصول وضوابط وضع کرتی ہے تاکہ انسانوں کی اموات کا سبب بننے والی تمام زائد المیعاد دوائیوں اور خوردنی اشیاء سے اموات واقع ہونے سے پہلے ایسی تمام مضر صحت اور مہلک اشیاء کو تلف کر دیا جائے، جو دراصل سد الذرائع کے قاعدہ کی عملی تطبیق ہے۔

---

۱) " نوجوان نسل، منشیات کے حصار میں " نوائے وقت، ۵ اپریل، ۲۰۱۹۔

https://www.nawaiwaqt.com.pk/05-Apr-2019/1002

۲) بی بی سی اردو ڈاٹ کام، کراچی ۲۳ مئی ۲۰۱۸۔

۳) قانون وانصاف کمیشن، قانون فہمی، ۸۰/۳، طبع: قانون وانصاف کمیشن، حکومت پاکستان سپریم کورٹ بلڈنگ، اسلام آباد۔

### ۲) عطائیت

پاکستان میں طبّی نقطہ نظر سے عطائیت کسی جرم سے کم نہیں اور اس سے منسلک افراد موت کے سوداگر ہیں۔ غیر مستند ڈاکٹر نیم حکیم خطرہ جان کے اصل مصداق ہے کیونکہ ایسے نااہلوں کی غلط تشخیص، ناقص ادویات اور زہر آلود انجکشنز کے باعث کئی انسانی جانیں ضائع ہو جاتیں ہیں۔ یہ عطائی رقم بچانے کے لیے ایک ہی انجکشن کئی مریضوں پر استعمال کرتے ہیں۔ جو نہایت خطرناک عمل ہے۔ ایک ہی انجکشن کے بار بار استعمال سے ایچ آئی وی (ایڈز) ہی نہیں ہیپاٹائٹس بی اور سی کے وائرس بھی مریض سے صحت مند انسان کے بدن میں منتقل ہوتے اور اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ ملک میں جگہ جگہ عطائیوں کے شفاخانے بنے ہوئے ہیں، جہاں غریب لوگ مرض کے ہاتھوں پریشان ہو کر اپنا علاج کرانے جاتے ہیں اور پیسہ خرچ کرنے کے باوجود اپنی بیان کردہ بیماری کے ساتھ متعدد امراض لے کر واپس آتے ہیں۔ اکثر ناخواندہ لوگ نہیں جانتے کہ ایچ آئی وی وائرس کیا ہے، یہ کیسے پھیلتا ہے اور اس سے بچاؤ کے کیا طریقے اختیار کیے جائیں جبکہ اس سے تشویش ناک صورتحال یہ ہے کہ اس وائرس کے پھیلانے کا بڑا ذریعہ اور اس کی بنیادی وجہ یہی عطائی ڈاکٹر بذات خود ہیں۔ پاکستان کے دیہات میں جہالت اور غربت کا دور دورہ ہے۔ وہاں کے باسی شعور نہ ہونے پر عطائی اور مستند ڈاکٹر کے مابین تمیز نہیں کر پاتے حتیٰ کہ کئی تعلیم یافتہ طبقہ عطائیوں کے سبب اپنی زندگیاں داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

پاکستانی انسداد عطائیت ڈرگ ایکٹ کے تحت عطائی(۱) یا غیر مستند ڈاکٹر کا، مریضوں کا علاج کرنا جرم ہے۔

سد الذرائع کے قاعدہ شرعیہ کی تطبیق کرتے ہوئے حکومتی ادارے عطائیوں کو معالجے سے روک دیتی ہے کیونکہ ان کا علاج صحت اور زندگی کے لئے خطرے کا باعث ہے۔ اس سے مرض کے مزید بگڑ جانے، ذہنی و جسمانی معذوری، حتیٰ کہ مریض کی جان تلف ہونے یا اموات واقع ہونے کے غالب امکانات موجود ہوتے ہیں۔ انسانی جان کے فی الواقع ضائع ہونے سے قبل عطائیوں پر پابندی عائد کرنا اسی قاعدہ کی عملی تطبیق ہے۔

### ۳) ملاوٹ شدہ اور جعلی اشیاء

اشیائے خور و نوش میں ملاوٹ نہ صرف ایک معاشرتی گناہ اور برائی ہے بلکہ طبّی نقطہ نظر سے یہ ایک قابل سزا جرم بھی ہے۔ جعلی اشیاء کی نسبت ملاوٹ شدہ اشیائے خور و نوش کا معاملہ سب سے خطرناک ہے کیونکہ اس کا تعلق انسانی جان سے

---

۱) "ہر وہ شخص جو بغیر کسی مستند سرکاری ادارے کی ڈگری، سرٹیفکیٹ یا سند کے علاج معالجے کی خدمات سرانجام دے رہا ہے یا ہر وہ شخص جو اپنے متعین کردہ اختیارات جو قانون کے مطابق اسے حاصل ہیں، سے تجاوز کرے گا عطائیت کے زمرے میں آئے گا"۔
https://daleel.pk/2018/04/20/80565

ہے۔اس وجہ سے یہ دھرے جرم کے مترادف ہے۔آج دودھ، دہی، تیل، گھی اور گوشت سے لے کر کھانے پینے کی تیاراشیاء تک شاید ہی کوئی چیزایسی ہو جو ملاوٹ سے پاک ہو۔

"سپریم کورٹ نے ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسے بڑے صنعتی اور تجارتی اداروں کی گرفت کی، جو بڑے پیمانے پر عوام کو دھوکا دے کر اپنی مصنوعات فروخت کررہے تھے، خاص طور پر ''ٹی وائٹنر'' جو خالص دودھ کے نام پر مدتوں سے فروخت ہورہا تھا، لیکن اب کیمیائی طریقے سے دودھ بنا کر اس میں ملاوٹ کی جارہی ہے۔کاسٹک سوڈا، ڈیٹرجنٹ، یوریا، خوردنی تیل، لیکویڈ ہائیڈروجن، ملک پاؤڈر اور ڈھیر سارا پانی ملا کر مصنوعی طریقوں سے دودھ تیار کرکے مارکیٹ میں فروخت کیا جاتا ہے جس کے مضر اثرات سے بچے پیٹ، معدہ اور جگر کے امراض جیسی موذی بیماری کا شکار ہورہے ہیں۔ بھینسوں کو مضر صحت انجکشن لگا کر جو دودھ حاصل کیا جاتا ہے، وہ بھی کسی زہر سے کم نہیں کیوں کہ جن مویشیوں کو یہ انجکشن لگتے ہیں، ان کا دودھ اور گوشت استعمال کرنے والے، کینسر اور دیگر امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔اس کے علاوہ سبزیوں کو چمکانے کے لیے کیمیکل کا استعمال کیا جاتا ہے، مردہ جانوروں کی انتڑیوں الائشوں سے کوکنگ آئل تیار ہوتا ہے۔اناج میں پانی، مٹی، کنکر اور روڑے ملائے جاتے ہیں۔ غذاؤں میں حرام کیمیکل ملائے جاتے ہیں۔ اصلی گھی، شہد حتیٰ کہ لال مرچ تک خالص نہیں مل پاتی۔

"ملاوٹ کے ساتھ ساتھ ایک اہم مسئلہ اشیائے خورونوش میں حرام اجزاء شامل کرنے کا بھی ہے۔ بیرون ملک سے مرغیوں کے لیے منگوائی جانے والی خوراک (فیڈ) میں خنزیر کے گوشت کی آمیزش ہے، جس پر اس وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری نے ازخود نوٹس لیا تھا اور پھر مقدمے کی سماعت کے دوران جو رپورٹس پیش کی گئیں، ان سے یہ ثابت بھی ہو گیا تھا۔اسی طرح ۲۰۱۵ء میں قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی میں امریکا اور یورپی ممالک سے درآمد کی گئی کھانے پینے کی ۱۹اشیاء کی فہرست پیش کی گئی، جن میں حرام اجزاء شامل تھے۔ان اشیاء میں گوشت، ڈیری پروڈکٹس، سوپ، چاکلیٹ، ٹافیاں وغیرہ شامل تھیں۔ بیرون ملک سے درآمد کی جانے والی غذائی اشیاء کی پیکنگ یا ڈبوں پر اجزاء کی شناخت، مختلف کوڈ نمبرز کے ذریعے ظاہر کی جاتی ہے، لہٰذا ایک عام فرد حلال و حرام کا فرق معلوم نہیں کر سکتا"۔(۱)

---

۱) روزنامہ جنگ سنڈے میگزین "اشیائے خورونوش میں ملاوٹ" ۰۴ نومبر، ۲۰۱۸ء۔

https://jang.com.pk/news/569553-adulteration

اسی طرح حرام کو حلال میں ملانا بھی جرم وگناہ سے کم نہیں۔ جیسے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے وعیدیں آئی ہیں۔اس طرح عیب چھپا کر مال فروخت کرنا، کم تولنا، کم ناپنا یہ ایسے ذرائع ہیں جن کے نتیجے میں فساد یقینی ہے۔ایسے ذرائع شریعتِ مطہرہ میں نہ صرف حرام ہیں بلکہ اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔دنیا کے بیشتر ممالک میں اشیائے خوراک میں ملاوٹ کرنا ایک سنگین جرم مانا جاتا ہے اور اس جرم کی پاداش میں بعض ممالک میں سزائے موت تک دی جاتی ہے۔ملاوٹ شدہ اشیاء فروخت کرنا پاکستانی قانون کے تحت جرم ہے۔تعزیرات پاکستان کے باب ۱۴ میں اس حوالے سے نہ صرف قانون سازی موجود ہے۔بلکہ پیور فوڈ آرڈیننس ۱۹۶۰ء میں اس کی سزائیں بھی تجویز کی گئی ہیں۔اس لئے وہ فیکٹریاں جن میں ایسی مضر صحت اشیاء تیار کی جاتی ہیں، حکومتی ادارے سد الذرائع کے اصول کے تحت انہیں سیل (بند) کر دیتے ہیں تاکہ انسانی جانوں کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے کیونکہ اس طرح ان کا پیداواری عمل روک دیا جاتا ہے اور مضر صحت اور مہلک اشیاء انسانوں کی خوراک کا حصہ بن کر ان کی ہلاکتوں کا سبب بننے سے پہلے مسدود کر دی جاتی ہیں۔

### ۴-پراسیسڈ فوڈ اور مدافعاتی نظام کی کمزوری

اسے کنوینس، موڈی فائیڈ، ریڈی میل یا فاسٹ فوڈ(۱) بھی کہتے ہیں۔یہ طبّی حوالے سے نہ صرف مضر صحت ہے بلکہ یہ کسی زہر سے کم نہیں۔اس کے ذائقے سے اس کے نقصانات کئی گنا ہیں۔اس کی تیاری میں نمک، شوگر اور سوڈیم بنیادی اجزا ہیں جن کی کوئی خاص نیوٹریشنل ویلیو نہیں ہے، اسی لئے یہ ہائی بلڈ پریشر اور دیگر امراض کے فروغ میں عمل انگیز کا کردار ادا کرتا ہے۔اس غذا میں فاسفیٹ ایڈیٹوز ہوتے ہیں جو ذائقے، شیلف لائف اور ٹیکسچر کو بڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ کینسر، گردوں کی خرابی، اوور ایجنگ اور ہڈیوں کی کمزوری کی وجہ بھی بنتے ہیں۔

"برطانیہ کے ایک طبّی جریدے میں شائع ہونے والی ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق(۲) برطانیہ میں توانائی مہیا کرنے والی خوراک کا ۵۰ فیصد حصہ فیکٹریوں میں تیار شدہ غذاؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ان غذاؤں میں اناج، تنور میں پکا ہوا سامان اور تیار

---

1 (Fast food is a type of mass-produced food designed for commercial resale, with a strong priority placed on speed of service. It is a commercial term, limited to food sold in a restaurant or store with frozen, preheated or precooked ingredients and served in packaging for take-out (https://en.wikipedia.org/wiki/Fast_food)

2 (Gramza-Michałowska A. The Effects of Ultra-Processed Food Consumption-Is There Any Action Needed?. Nutrients. 2020;12(9):2556. Published 2020 Aug 24. doi:10.3390/nu12092556

https://jang.com.pk/news/569553-adulteration

شدہ کھانا شامل ہوتا ہے۔اِن غذاؤں کی پیکنگ میں چینی، نمک اور چربی (فیٹ) پوشیدہ طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ان کے متواتر استعمال کا موٹاپے، بلکہ قبل از وقت موت سے براہ راست تعلق بنتا ہے۔"(۱)

اگر دیکھا جائے تو آج کی اکثر غذائیں کسی نہ کسی لحاظ سے کیمیائی عمل سے گزری ہوتی ہیں،ایسی غذاؤں کے لئے (الٹرا پروسیسڈ فوڈ) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے ایسی غذاؤں کو اگر شمار کیا جائے تو اس کی ایک لمبی لسٹ بن سکتی ہے۔الٹرا پروسیسڈ فوڈ میں اصل غذا کے ساتھ میٹھا بنانے والے، رنگ دینے والے، زیادہ دیر تک برقرار رکھنے اور محفوظ رکھنے والے اضافی اجزا شامل کیے جاتے ہیں اور پھر اس غذا کو صارف تک پہنچنے سے پہلے مختلف مراحل سے گزارا جاتا ہے پروسیسڈ فوڈز جیسے کہ کینڈی، سافٹ ڈرنکس، چاکلیٹ، آئس کریم، چکن نگٹس، پیزا اور چپس وغیرہ۔ان اشیاء میں وہ تمام غذائی اجزاء موجود نہیں ہوتے جو کہ جسم کی ضرورت ہوتے ہیں۔لہذا اس قسم کی غذائیں مدافعاتی نظام کو کمزور بنا دیتی ہے۔کیمیائی عمل سے گزاری گئی یہ مضر صحت غذائیں نہ صرف موٹاپے، امراضِ قلب اور کینسر جیسی بیماریوں کا باعث بنتیں ہیں بلکہ ان غذاؤں کے استعمال سے شرح اموات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔یہ غذائیں اگرچہ حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہیں اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت ان غذاؤں کی لذت اور کم قیمت کے سبب انہیں ترک کرنے پر رضامند نہیں ہیں جس کی وجہ سے شوگر، نمک اور سیچوریٹڈ فیٹ کی کثیر مقدار ان کی غذا کا حصہ بن جاتا ہے جن کے منفی اثرات براہ راست صحت پر مرتب ہوتے ہیں حالانکہ ان غذاؤں کے استعمال میں تھوڑا سا اضافہ بھی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہونے کے خطرے کو بڑھا دیتا ہے۔اور یہ بیماریاں بالآخر زندگی کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہیں۔

"پروسیسڈ فوڈ زیادہ سالٹ، اور شوگر کی وجہ سے ہمارے ایڈکشن کے کیمیکل کو متحرک کر دیتا ہے۔اس کا بنیادی کام موٹر کنٹرول، موٹی ویشن، اروزل، انعام، تسکین اور بھوک میں تیزی لانا وغیرہ ہے۔یہی جنک فوڈ ہی موٹاپے، پھولنے، ڈیمنشیا ،دل کے امراض اور ریسپیریٹری فیلر کا بھی سرخیل ہے کیوں کے "ریفائنڈ فوڈ" میں اس کے قدرتی فائبر، وٹامن، انزیمز وغیرہ کی ترتیب کو تبدیل کیا جاتا ہے اس لئے یہ کھانا ہمارے ہاضمے اور جسمانی ایکو سسٹم کے لئے ایک زہر سے کم نہیں ہے ،ایسے کھانے کا مسلسل استعمال انفیکشن، اور مثبت اور فائدہ مند بیکٹیریا کے خاتمے میں تیزی لاتا ہے۔پروسیسڈ فوڈ کی بنیاد قدرتی اجزا پر نہیں بلکہ "جی ایم او" یعنی جینی ٹکلی موڈی فائیڈ آرگنزم پر ہے۔یہ جی ایم او کتنا مضر ہے اس کا اندازہ اس بات

---

۱) ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ اردو نیوز بی بی سی

سے لگالیں کے کہ اس کا تعلق بانجھ پن، کینسر، آرگن ڈیمیج، اور موٹاپے سے جوڑا جاتا ہے۔جی ایم او کو گرو کرنے کے لئے کسان، کیڑے مار دوائی اور دیگر کیمیکلز کا استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ گلیسوفیٹ جو بالآخر کھانے ہی میں مل جاتا ہے۔کچھ ناشتے کے سیریلز میں تو تقریباً ۷۰ فیصد تک پیسٹی سائیڈ، اور دیگر کیمیکلز کا گند پایا گیا ہے، جو بظاہر تو ذائقے میں اضافہ کرتا ہے لیکن دراصل صحت کی بربادی ہے۔"(۱)

محکمہ وزرات صحت کو اس ضمن میں موثر کروائی بروئے کار لانی چاہیے اور تمام مضر صحت اشیاء کے استعمال اس کے فروخت اس کی تشہیر اور مارکیٹنگ پر بطور سد ذرائع پابندی عائد کرنی چاہیے تاکہ مہلک امراض سے انسانی جانوں کا تحفظ یقینی بن جائے کیونکہ مضر صحت اشیاء کا کاروبار بذات خود جرم کا ایک ذریعہ ہے۔

**۵)اینٹی بائیو ٹکس اور اسٹیرائڈز کا بے دریغ استعمال**

پاکستان میں اینٹی بائیو ٹکس اور انابولک اسٹیرائڈز کا استعمال آج کل بہت عام ہو رہا ہے حتیٰ کہ معمولی امراض وائرل فیور میں بھی اس کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔یہ استعمال عام طور پر مناسب پیشہ ورانہ طبّی رہنمائی کے بغیر ہوتا ہے، کیونکہ طبّی اخلاقیات، بغیر کسی بیماری کے کسی مریض کو ایسی دوائی کی تجویز تو درکنار بلکہ اس کے استعمال کی اجازت بھی نہیں دیتی جو مریض کے حق میں غیر ضروری ہو بلکہ طبّی نقطہ نظر سے یہ ایک جرم متصور ہوتا ہے۔اینٹی بائیو ٹکس اور انابولک اسٹیرائڈز کے غلط استعمال سے جسم اور صحت پر تباہ کن اثرات پڑتے ہیں۔مثلاً اسٹیرائڈز کی تاثیر اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ صحیح مریض کے لئے یہ ایک اہم دوا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ مانع حمل بھی ہے۔اگر عصری تناظر میں دیکھا جائے تو علاج کے لئے اس کو تجویز کرنے والے زیادہ تر معالجین عطائی یا غیر مستند ڈاکٹرز ہی ہوتے ہیں یا غیر تربیت یافتہ ٹرینرز۔اسی طرح جموں میں باڈی بلڈنگ اور ورزش کرنے والے نوجون، یا سپورٹس کے کھلاڑی فوری تاثیر کے لئے جن دوائیوں کا استعمال کرتے ہیں اس میں بڑی تعداد میں اسٹیرائڈز موجود ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ غذائی سپلیمنٹس میں بھی یہ اسٹیرائڈز پایا جاتا ہے۔شاگرد اور استاد کی مجرمانہ جہالت اس کے فروغ کا اولین ذریعہ ہے۔اسی وجہ سے ٹیسٹوسٹیرون کے غلط استعمال کے نتیجے میں نوجوان طبقہ صحت مند ہونے کے بجائے خطرنک و مہلک امراض میں مبتلا ہو رہا ہے۔

---

۱) پروسیسڈ فوڈ، ایک زہر قاتل، ثاقب ملک، ۲ جولائی ۲۰۱۳ روزنامہ اخبار

اسی طرح کوئی بھی اینٹی بایوٹک متعدی مرض میں اسی وقت تک کارگر ثابت ہوتی ہے جب اسے مخصوص مرض میں متعینہ مقدار میں اور معینہ مدت تک دیا جائے۔ اگر اسے متعینہ مقدار سے کم یا زیادہ دیا جائے یا معینہ مدت سے کم استعمال کیا جائے تو اس اینٹی بایوٹک کے خلاف جراثیم کے اندر قوت مزاحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس جرثومہ کے خلاف اس اینٹی بایوٹک کا اثر یا تو کم ہو جاتا ہے یا پھر وہ بالکل بے اثر ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ تعدیہ ہونے کی صورت میں یا تو اس کی مقدار خوراک بڑھائی جائے یا پھر اس کے ساتھ ہی دوسری اینٹی بایوٹک کا اضافہ کیا جائے یا۔ اس قسم کی دواؤں کا استعمال وقتی طور پر مفید ضرور ہوتا ہے لیکن وہیں اس کے ضمنی اثرات بھی دوگنا ہو جاتے ہیں اور قوت مزاحمت پیدا ہو جانے کی صورت میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ دوائیں بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ہزاروں افراد صرف اینٹی بایو ٹکس کی قوت مزاحمت کی وجہ سے تمام وسائل کے باوجود ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس قوت مزاحمت کا سب سے زیادہ بچے اور بوڑھے شکار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی قوت مدافعت (defence power) اور قوت مناعت (immunity) پہلے ہی سے کمزور ہوتی ہے اور اینٹی بایو ٹکس کی قوت مزاحمت کے باعث کوئی بھی انفیکشن کنٹرول نہیں ہو پاتا اور نتیجتاً وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

"اس کے ذمہ دار اکثر و بیشتر ڈاکٹر ہیں لیکن کچھ حد تک مریض بھی اس کے ذمہ دار ہیں اس لئے کہ کچھ لوگ خود میڈیکل اسٹور سے دوائیں (جن میں اینٹی بایوٹک بھی شامل ہوتی ہے) لے کر استعمال کر لیتے ہیں وہیں دوسری طرف اکثر مریض سستے علاج کے چکر میں ایسے ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں جو صرف ایک دن کی یا چار خوراک دوائیں دیتے ہیں، جس میں اینٹی بایو ٹکس بھی شامل ہوتی ہیں۔ اب اگر ایک دن کی دوا سے مریض کو کچھ افاقہ ہو گیا (لیکن مرض ختم نہیں ہوا) تو وہ دوبارہ دوا لینے نہیں آتا اس لئے کہ ڈاکٹر نے اسے بتایا ہی نہیں کہ یہ دوا کتنے دن کھانی ہے۔ مزید ستم یہ کہ اس ایک دن کی دوا میں اکثر و بیشتر کوئی نہ کوئی اسٹیرائڈ (steroids) بھی شامل ہوتی ہے۔ دونوں ہی صورتیں مریض کی صحت کے لئے خطرناک ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ایک دن یا چار خوراک اینٹی بایوٹک یا اسٹیرائیڈ کھانے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہوتا۔ ایسا کرنے سے ایک طرف تو اینٹی بائیوٹک کا résistance بڑھتا جاتا ہے دوسری طرف غیر ضروری طور سے دیے گئے اسٹیرائیڈز کے ضمنی اثرات بھی جسم پر مرتب ہوتے ہیں، جس کا فوری طور پر پتہ نہیں چلتا۔ بیشتر غیر مستند ڈاکٹروں کو تو اینٹی بائیو ٹکس کی صحیح مقدار خوراک اور اسٹیرائیڈز کے استعمال کا طریقہ ہی نہیں معلوم ہوتا جبکہ کچھ مستند ڈاکٹر (سب نہیں) دانستہ طور پر اس طرح کی غلط پریکٹس کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا مسائل میں غور کیا جائے تو اس کی بنیادی وجہ ہے یہ ہے کہ آج کل کامیاب پریکٹس کا انحصار ڈاکٹر کی تشخیص اور صلاحیت پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ ڈاکٹر یہ سمجھ لے کہ مریض ڈاکٹر سے کیا چاہتا ہے؟ اس کو اس بات سے بالکل مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ مریض کے حق میں کیا بہتر ہے؟ اور طبّی نقطہ نظر سے اسے کیا کرنا چاہئے؟ بلکہ وہ صرف وہی کرتا ہے جو مریض اس سے چاہتا ہے۔ مریض صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ کم پیسوں میں جلدی صحت یاب ہو کر اپنی روزمرہ کی مصروفیات کو انجام دے سکے۔ اس لئے اس کی مرضی کے مطابق ڈاکٹر دو چار خوراک دوائیں اسے دے دیتے ہیں اور مستقل ایسا کرنے سے ایک دن ایسا آتا ہے کہ کوئی بھی اینٹی بائیوٹک کار گر نہیں رہ جاتی۔ نتیجتاً معمولی بیماری بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ دوسری طرف نرسنگ ہومز اور ہاسپٹل کا معاملہ ہے جہاں مریض گاؤں دیہات اور جھونپڑپٹی کے ڈاکٹروں سے ہو کر پہنچتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اتنی اینٹی بایوٹکس اور اسٹیرائیڈز کھا چکا ہوتا ہے کہ اب کسی بھی ایک اینٹی بایوٹک اور متعینہ مقدار کی دیگر دواؤں کے اثرات رونما ہونے میں کافی وقت لگ سکتا ہے جو مریض کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے کچھ نرسنگ ہومز اور ہاسپٹل (سب نہیں) کے کچھ ڈاکٹر اسے دو دو تین تین اینٹی بایوٹکس کے ساتھ ہی دیگر ادویات کے بھی اوور ڈوز دینا شروع کرتے ہیں تاکہ مریض جلدی ٹھیک ہو جائے اور ان کی ساکھ بنی رہے۔ ان ڈاکٹروں کا یہ رویہ بھی پیشہ ورانہ بددیانتی اور مریض کے ساتھ ناانصافی ہے لیکن کچھ ڈاکٹر اپنا نام اور اپنی ساکھ بچانے کے لئے دانستہ طور پر ایسا کرتے ہیں۔ اس طریقہ علاج سے مریض کو فوری آرام تو ضرور ملتا ہے لیکن طویل مدت کے لحاظ سے نقصان ہوتا ہے۔ مزید برآں اوور ڈوز (over dose) دواؤں اور غیر ضروری اینٹی بایوٹکس کے نتیجہ میں ان کے ضمنی اثرات کے علاوہ بسا اوقات جگر اور گردے تک خراب ہو جاتے ہیں۔ اس روش پر اگر قابو نہ پایا گیا تو یقیناً ایک دن ایسا آئے گا جب تمام تر سہولیات اور وسائل کے باوجود متعدی امراض کا علاج ناممکن ہو جائے گا۔"(۱)

اس لئے ان ادویہ کے مضر اثرات سے لوگوں کو بچانے کے لئے حکومتی سطح پر آگاہی مہم کا سلسلہ شروع ہونا چاہیے تاکہ اس کے بارے میں صحیح علم کا ادراک ہو سکے اور بطور سد ذرائع ہر علمی پلیٹ فارم سے اس کی حوصلہ شکنی ہو کیونکہ یہ غیر شعوری ہلاکت کا ذریعہ ہے، جس میں عطائی، غیر مستند ڈاکٹرز اور غیر تربیت یافتہ ٹریٹرز سب برابر کے مجرم ہیں۔

---

۱) ''مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی' پیشہ طب میں دھوکہ دہی کی ملاوٹ، ڈاکٹر فیاض احمد (علیگ)، ہفت روزہ دعوت: ۱۴ جنوری، ۲۰۲۱

## ۶) بعض نشریات کا منفی کردار

میڈیا جہاں عوام کی تفریح طبع کا سامان مہیا کرتا ہے وہاں یہ معلومات کا ایک طاقتور ذریعہ بھی ہے، یہ نہ صرف معاشرتی جرائم کو بے نقاب کرنے میں موثر کردار ادا کرتا ہے بلکہ ایک صحت مند معاشرے کے قیام میں مفید نشریات کے ذریعے علم وآگہی کا سبب بھی ہے، اگر میڈیا اپنی اخلاقی وسماجی ذمے داری پوری کرے اور سطحی مقاصد کے حصول کے لیے حقائق وشواہد کے بالمقابل خود ساختہ افکار وبیانات کی تشہیر نہ کرے، تو معاشرے میں اخلاقی اقدار اور اصولوں کی پاسداری کا رجحان بڑھے گا، جس سے نہ صرف جرائم پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے، بلکہ ایک فرد یا معاشرہ کی اصلاح میں فعال کردار بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ملک میں اکثر چینلز کے درمیان ایک ریٹنگ کی دوڑ شروع ہوچکی ہے اور اس دوڑ میں سب سے آگے نکلنے کی خاطر وہ صرف اسی خبر کو ترجیح دیتے ہیں جو زیادہ ریٹنگ کا باعث ہو اور اس دوڑ میں وہ خبروں کے معیار کو نظر انداز کرتے نظر آرہے ہیں۔ وہ ہر اس خبر کو پس پشت ڈال رہے ہیں جو اصل اہمیت کی حامل ہیں۔ اس طریقہ سے حق وصداقت کا عمل داغ دار ہوتا ہے بلکہ حقائق پس پردہ چلے جاتے ہیں اور کذب، بطلان، فریب اور جھوٹ معاشرے میں پھیل کر فتنوں کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں میڈیا کا کردار زیادہ تر منفی پہلو اجاگر کرنے میں مصروف عمل نظر آتا ہے۔ جس میں نیم عریاں وفحش مواد کا فروغ، تعصب آمیز پروگرامز، پر تشدد واقعات، فیک نیوز وغیرہ جیسے عناصر جس سے نہ صرف نوجوان نسلوں کے ذہنوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ ٹی وی اور فلم میں دکھائے جانیوالے تشدّد اور بے راہ روی کے مناظر دنیا میں جرم کا پانچواں بڑا سبب ہے جس کی وجہ سے یوں متعدد نوجوان جرم کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ میڈیا کے ڈرامے زیادہ تر غیر ممالک کی پوشاک اور رہن سہن کو ترجیح دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے گھروں میں نہ صرف بے حیائی کو فروغ ملتا ہے بلکہ ماں باپ اور اساتذہ سے ملنے والی تعلیمی اور اخلاقی تربیت کا نظام خاصہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ ریاست پاکستان کے قوانین کے مطابق الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا میں فحش چیزوں کی پرنٹنگ وپبلی کیشن کی ممانعت ہے اور مذکورہ بالا تمام امور جرم کے زمرے میں آتے ہیں(۱) کیونکہ، فواحش وبدکاری اور اس کے مقدمات دنیا کی ان مہلک برائیوں میں سے ہے جن کے مہلک

---

۱) پاکستانی آئین کا آرٹیکل ۱۹ مناسب پابندیوں کے تحت آزادی اظہار رائے کی آزادی دیتا ہے جسے قانون کے ذریعے نافذ کیا جائے گا۔
آئین کے آرٹیکل ۱۹ کے تحت ''اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سالمیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیش نظر یا توہین عدالت، کسی جرم یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع ہر شہری کو تقریر اور اظہار رائے کی آزادی کا حق ہوگا اور پریس کی آزادی ہوگی"
جبکہ پیمرا ایکٹ (ترمیم شدہ) ۲۰۰۷ کا سیکشن ۲۰، پیمرا رولز ۲۰۰۹ کے قانون ۱۵ اور الیکٹرانک میڈیا کوڈ آف کنڈکٹ کا جزو ۳ (اے، ڈی، ای، ایف) نازیبا، فحش اور پورنوگرافک مواد کو آن ایئر ہونے سے روکتا ہے۔

اثرات صرف اشخاص وافراد کو نہیں بلکہ معاشروں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے ان چیزوں کو انسانیت کے لیے مضر قرار دے کر قابل سزا جرم کہا ہے، ان کے مقدمات پر بھی پابندیاں عائد کیں، اور ان کو ممنوع قرار دیا ہے۔ شریعت محمدیہ ﷺ اپنے دامن میں عالمگیریت رکھتی ہے۔ اور تا قیامت آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خاص اہتمام یہ کیا کہ جرائم و معاصی کی حرمت کے ساتھ ہی ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دے دیا گیا جو ان گناہوں تک پہنچا سکتے ہیں۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾۔(۱)

---

پیمرا ایکٹ (ترمیم شدہ) ۲۰۰۷ کا سیکشن ۲۰ کے مطابق ایک شخص کو اس قانون کے تحت لائسنس کا اجرا کیا جاتا ہے۔

اے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی خود مختاری، تحفظ اور سالمیت کے تحفظ کو یقینی بنانا؛

(بی) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں درج قومی، ثقافتی، معاشرتی اور مذہبی اقدار اور عوامی پالیسی کے اصولوں کے تحفظ کو یقینی بنانا۔

(سی) اس بات کو یقینی بنائے کہ تمام پروگراموں اور اشتہاروں میں تشدد، دہشت گردی، نسلی، نسلی یا مذہبی امتیاز، فرقہ واریت، شدت پسندی، عسکریت پسندی، نفرت، فحش نگاری، فحاشی، فحاشی یا دیگر مادوں پر مشتمل یا حوصلہ افزائی نہ کی جائے جو عام طور پر شائستگی کے قبول کردہ معیارات کے مطابق ہے۔

(ڈی) اس آرڈیننس کے تحت بنائے گئے قواعد کی تعمیل کریں۔

(ایف) اتھارٹی کے منظور کردہ پروگراموں اور اشتہاروں کے کوڈ کی تعمیل کریں اور ضابطہ اخلاق کی تعمیل کو یقینی بنانے کے لئے اتھارٹی کو آگاہی کے تحت ایک مانیٹرنگ کمیٹی قائم کریں۔

الیکٹرانک میڈیا کوڈ آف کنڈکٹ ۲۰۱۵ کے بنیادی اصول کے تحت لائسنس اس بات کو یقینی بنائے گا کہ

ایسا کوئی مواد نشر نہ ہو جو

(اے) اسلامی اقدار، نظریہ پاکستان یا قوم کے بانیان قائد اعظم اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے خلاف ہے۔

(ڈی) کسی مذہب، فرقے، برادری کے بارے میں توہین آمیز تبصرے کرتا ہے یا ایسے تصاویر یا الفاظ استعمال کرے جو کسی مذہبی فرقوں اور نسلی گروہوں کی توہین کرتے ہوں یا جو فرقہ وارانہ رویوں یا تفرقہ کو فروغ دیتا ہے۔

(ای) کسی بھی قسم کی نازیبا، فحش یا پورنو گرافک پر مشتمل ہے۔

(ایف) ایسا گستاخانہ تبصرہ جو نسل، ذات، قومیت، نسلی یا لسانی بنیاد، رنگ، مذہب، فرقہ، جنس، عمر، ذہنی یا جسمانی معذوری کی بنیاد پر کسی فرد یا افراد کے گروہ کے خلاف نفرت اور حقارت کو ابھارتا ہے۔

۱) النور: ۱۹۔

"بے شک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا فروغ ہو تو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں مولانا مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"موقع و محل کے لحاظ سے تو آیت کا براہ راست مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کے الزامات گھڑ کر اور انہیں اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بداخلاقی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ سزا کے مستحق ہیں لیکن آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق اعمال بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لئے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار گانوں تصویروں اور کھیل تماشے پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص و تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع و وسائل کا سدباب کرے۔ اس کے قانون تعزیرات میں تمام افعال کو مستلزم سزا قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں"۔(۱)

اس معاملے میں مقصود اصلی بے راہ روی اور بدکاری سے بچانا تھا تو وہ چیزیں جو بے راہ روی کی طرف کھینچ سکتی تھیں ان پر "سد ذرائع" کے طور پر پابندیاں عائد کیں۔ چنانچہ جس طرح عائلی اور معاشرتی زندگی کو خوش گوار، پائیدار اور صحت مند بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے راہنما اصول دیے گئے اسی طرح بے حیائی، بدکاری اور بے آبروئی کے تمام سرچشمے بند کرنے کے لیے "سد ذرائع" کے اصول دیے گئے ہیں۔

## ۶) کرپشن

کسی بھی معاشرے کا سب سے بڑا المیہ بدعنوانی (کرپشن ) ہے۔ بدعنوانی سے مراد غیر قانونی یا ناجائز طریقے سے ایسی آمدنی کا حصول ہے جس سے انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر یا سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر کسی ملک کی معیشت کو نقصان پہنچایا جائے۔ "بدعنوانی جمہوریت اور قانون کی حکمرانی کو کمزور کرتی ہے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی

---

۱) تفہیم القرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن ۳/۱۷۷، ۳،۷۰، ۳۔

طرف لے جاتی ہے۔ منڈیوں کو خراب کرتی ہے۔ زندگی کے معیار کو تباہ کرتی ہے۔ منظم جرائم، دہشت گردی اور دیگر خطرات کو پروان چڑھاتی ہے"۔(۱)

"بدعنوانی ایک جال ہے جس میں لالچ، طمع، حرص، جھوٹ، مکاری، فریب اور خود نمائی کے خوش نما نگینے جڑے ہیں۔ کم فہمی اور خود فریبی کے شکار لوگ، ان جھوٹے نگوں کی چمک سے اپنی حقیقت فراموش کر جاتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اُنھیں اپنی ذات کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ المیہ تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو کشتیٔ ملت کا ناخدا بنایا گیا، اُنھوں نے طوفاں کی حقیقت سے قوم کو غافل رکھا۔ جب مقتدرہ حضرات ہی کرپشن زدہ ہو چکے ہیں تو ایک عام شہری سے ایمان داری اور دیانت داری کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ اِس کرپشن نے ہمارے ملک کو اس انداز سے نقصان پہنچایا ہے جس طرح دیمک مضبوط ترین لکڑی کو بھی کھا جاتی ہے۔ لالچ اور ہوس نے پاکستانیوں کو امیر اور پاکستان کو غریب کر دیا ہے۔ فلک بوس کوٹھیاں، قیمتی ترین گاڑیاں، شادی بیاہ کی تقریبات میں شہ خرچیاں کس طرح ممکن ہو سکتی ہیں۔ اِن کے پس منظر میں کرپشن کے حاصل کردہ مال کارفرما ہے۔ چہرے پہ چہرہ چڑھا ہے، کرپشن کا مال تلاش کرنے کے لیے کوئی آلہٰ نظر نہیں آتا۔ کالا دھندہ کرنے والوں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ یہی وجہ ہے غربت پھن پھیلائے کھڑی ہے"۔(۲)

کرپشن بیک وقت ایک سیاسی اور معاشرتی ناسور ہے۔ دہشت گردی کے بعد پاکستان کو سب سے بڑا خطرہ کرپشن سے ہے۔ ناجائز دولت کے بڑے ذرائع میں سے رشوت، منشیات و جسم فروشی، اسمگلنگ، ناجائز منافع خوری، اور ذخیرہ اندوزی ہیں۔ یہ امور ہمارے ملک میں نہ صرف معاشرتی برائیوں کے زمرے میں آتے ہیں بلکہ مالی جرائم بھی ہیں کیونکہ ناجائز دولت پر استوار معیشت سے پورے معاشرے میں عدم توازن، معاشرتی و سماجی ناہمواری، خود غرضی، ضمیر فروشی اور ناانصافی کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں بڑھتے ہوئے ظلم واستحصال اور ناانصافی کی بڑی وجہ ہماری کرپشن زدہ معیشت ہے، جس نے نہ صرف پاکستان کے موجودہ ''جمہوری نظام'' کو یرغمال بنا رکھا ہے بلکہ بے نامی و بیرون ممالک جائیدادوں اور منی لانڈرنگ کی اصل وجہ بھی یہی ہے۔ مذکورہ جرائم کے انسداد کے لئے پاکستان میں امتناع ناجائز منافع خوری و ذخیرہ اندوزی ایکٹ مجریہ ۱۹۷۷ اور فوڈ سٹف کنٹرول ایکٹ ۱۹۵۸ کے علاوہ اور کئی ضمنی قوانین موجود ہیں۔ بدعنوانی سے متعلق قومی احتساب

---

۱) انسداد بدعنوانی: ایک عالمی جدوجہد، سٹیورٹ گلمین، طبع: بین الاقوامی معلومات پروگرام کا بیورو امریکہ کا محکمہ خارجہ، ص ۳۔

۲) شمارہ نوائے وقت، ۱۹ دسمبر، ۲۰۱۷۔

بیورو پاکستان کا سرکاری ادارہ موجود ہے، جس کا نصب العین ناجائز دولت کے ذرائع کا سد باب کرنا، رشوت خوروں اور بدعنوانوں کو پکڑنااوران کو سزا دینا ہے۔اس سلسلہ میں اسلام کامزاج بھی یہی ہے کہ وہ مالی جرائم کو ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے بطور ''سد ذرائع'' اس کے اسباب کا قلع قمع کرتا ہے اور ان محرکات وعوامل کو کنٹرول کرتا ہے جو کسی شخص کو جرم تک لے جانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔آقائے دوعالم ﷺ نے معاشی استحکام کے لیے معاشی عدل کا عملی نظام پیش فرمایا، سود کا خاتمہ فرمایا، رشوت ناجائز منافع خوری، اور ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دیااور ہر اس لین دین کی ممانعت فرمادی جس میں کسی مجبور کی مجبوری کا فائدہ اٹھایا جارہا ہو۔

جیسے کہ کم تولنے کی مذمت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ﴾(۱)

"ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والے کے لیے یہ لوگ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب انہیں خود تول کر دیتے ہیں تو گھٹا دیتے ہیں"۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے کم تولنے سے منع فرماتے ہوئے پورا تولنے کی یوں ترغیب دی ہے:

«زِنْ وَارْجِحْ»(۲)

''پورا وزن کرو پلڑا جھکا رکھو''۔

مزید فرمایا:

«من غش فليس منا»(۳)۔

"جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں"

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ ملاوٹ اور دھوکہ دہی اسلام میں حرام اور منع ہے۔اسی وجہ سے اسلامی ریاست میں محتسب کے فرائض میں ''کھانے پینے کی اشیاء اور دوسری استعمال کی اشیاء میں ملاوٹ اور دھوکہ دہی کا سد باب کرنا، اوزان اور پیمانوں کی نگرانی کرنا ہے تاکہ دکاندار تولنے اور ناپنے میں کمی نہ کریں''۔(۴)

---

۱) مطففین: ۲،۱

۲) ابوداؤد: السنن، کتاب البیوع، باب فی الرجحان فی الوزن، رقم الحدیث: ۳۳۳۶۔

۳) مسلم: الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا، رقم الحدیث: ۱۰۲۔

۴) معجم الادباء، یاقوت ابن عبد اللہ حموی، ۱۴/۱۱۴، مرجلیوت، القاہرہ، ۱۹۲۳ء۔

جیسے کہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

" محتسب کا فرض ہے کہ وہ ایسی برائیوں سے روکے جو جھوٹ اور خیانت میں داخل ہیں، مثلاً ناپ تول میں کمی، خرید وفروخت اور معاملات قرض میں ملاوٹ اور دھوکہ وغیرہ"۔ (۱) کیونکہ یہ ذرائع نہ صرف اقتصادی بدحالی کے داعی ہیں، بلکہ اسلامی معاشرہ میں مالی جرائم، اور ناجائز دولت کے باعث بھی ہیں۔ اس لئے ریاستی ادارے ایسے امور پر سدّ الذرائع کے اصول کے تحت پابندی عائد کرتے اور اسے قانون شکنی سمجھتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو دین اسلام کے اکثر مسائل میں اسی اصول کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو خلافِ شرع امور اور مالی جرائم سے بچنے میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

۱) الحسبہ فی الاسلام، ابن تیمیہ، ص ۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

# فصلِ دوم

## سماجی جرائم اور سد ذرائع کا اطلاق

اسلام ایک عالمگیر مذہب اور جامع نظام حیات ہے، جو انفرادی واجتماعی سطح پر زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کا دستور العمل انسانی زندگی کے نہ صرف فکری جہتوں کی تربیت کو ملحوظ رکھتا ہے بلکہ عملی طور پر ایک ایسے ا سماج کی تشکیل کرتا ہے، جو امن و سلامتی کا گہوارہ ہو، جس میں دینی، اخلاقی، معاشی اور تہذیبی اقدار یکساں طور پر نشو و نما پا سکیں۔ جس میں عدل وانصاف کا بول بالا ہو اور شر وفساد کے آثار کا خاتمہ ہو، اسلامی معاشرہ اپنے ہر فرد کے عقیدہ، اس کی عزت، اس کی جان، اس کی عقل اور اس کے مال کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اور اس کے حقوق پر کسی قسم کی دست درازی کو جنایات کے باب میں سنگین جرم قرار دیتا ہے، اور اس کے انسداد کے لئے بطور سد ذرائع ایسے اصول وضوابط کا تعین کرتا ہے جو مجرم کو اِرتکابِ جرم سے باز رکھنے اور معاشرے سے فساد کے ذرائع وسائل ختم کرنے کے لیے مدد و معاون ہو جیسے کہ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ :

"اعلم ان الاصل الفواحش والمعاصي حرام في جميع الشرائع من لدن آدم عليه السلام الى عهد سيد الانبياءخاتمهم صلى الله عليه وسلم بل في عامة الاحزاب الذين ينتمون الى مذهب وملة يدينون بحرمت الفواحش ومن خصوصيات شريعة سيدنا ونبينا صلى الله عليه وسلم أنه حرم فيها دواعي الفواحش وذرائعها ايضا"۔(۱)

"یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے انبیاء ورسل آئے سب کی شریعت میں معاصی وفواحش حرام تھے لیکن معاصی و فواحش کے ذرائع حرام نہ تھے؛ لیکن شریعت محمدی کی خصوصیت ہے کہ اس میں جہاں معاصی و فواحش کو حرام کیا گیا وہیں ان تک پہونچانے والے ذرائع واسباب کو ممنوع قرار دیا گیا اور ذرائع پر بھی وہی حکم لگایا گیا جو اصل کا حکم تھا"۔ اس لئے جنایات کے معاملے میں یہ ایک ایسا ماخذ ہے، جو نہ صرف جرائم کا خاتمہ کرتا ہے بلکہ اسکے عوامل کو مسدود کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے، کیونکہ جب تک جرم کے اسباب کا سدّ باب نہ ہوگا، جرم کا تدارک ممکن نہیں۔

---

۱) احکام القران: تفصیل الخطاب فی تفسیر ایات الحجاب، ۹/۳، ۴۷۸،۴۷۷۔

جیسے کہ علامہ ابن قیمؒ اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اگر معاصی اور محرمات سے اللہ تعالیٰ روک دیتا اور ان ذرائع پر روک نہ لگاتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوتا کہ ایک طرف معاصی سے تو روکا گیا؛ لیکن دوسری طرف معاصی پر آمادہ کرنے والی چیزوں کو بحال رکھا اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے بار بار معاصی کا ارتکاب ہوتا، جو اللہ تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ اور اس کے ہمہ گیر علم کے سراسر منافی تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصل کو حرام قرار دینے کے ساتھ اس کے ذرائع کو بھی حرام کر دیا "۔(۱) جرائم کے انسداد میں، سد الذرائع کا کردار انتہائی مؤثر ہے، کیونکہ اس میں جدید مسائل سے نمٹنے کا حل اب بھی موجود ہے۔ ذیل میں سماجی جرائم کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن کے انسداد میں اصول سد ذرائع کے اطلاقی پہلو سے استفادہ کیا گیا ہے۔

## دہشت گردی

دہشت گردی ایک ایسا قبیح عمل ہے جس سے پورا معاشرہ دہشت و بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے اور بہت سے بے گناہ لوگ نہ صرف قتل ہو جاتے ہیں بلکہ ان کے املاک بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک "ایسی جارحانہ اور پر تشدد کاروائی ہے جس سے سیاسی و معاشی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے "۔(۲) قرآن مجید میں اسے فساد فی الارض کہا جاتا ہے۔ عصری تناظر میں دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی کی پُر تشدد واقعات نے پاکستان میں تمام شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا۔ دفاعی ادارے اور اہم تنصیبات اس کا نشانہ بنے حتی کہ بڑھتے بڑھتے مساجد، عبادت گاہیں، درگاہیں، بازار، سڑکیں اور محلے بھی اس ناسور کی لپیٹ میں آ گئے جس سے نہ صرف ملک کی اقتصادی حالت ابتر ہوئی بلکہ بے روزگاری کی شرح میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ "۲۰۰۲ سے ملک بھر میں شہریوں کے تحفظ کی راہ میں تقریباً چار ہزار پولیس اہلکار اپنی جانیں قربان کر چکے۔ سندھ میں تقریباً ۱۵۰۰ پولیس اہلکار، خیبر پختونخوا میں ۱۴۵۷، بلوچستان میں ۴۵۰ پنجاب میں ۳۰۷ اور فاٹا، گلگت بلتستان اور آزاد و جموں کشمیر میں اب تک کئی پولیس والے شہید ہو چکے۔ پولیس والوں کے جانی نقصان کو دیکھ کر اندازہ ہو جانا چاہیے کہ دہشت گردی کی روک تھام کے معاملے میں یہ محکمہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے"۔(۳)

---

۱) اعلام الموقعین: ۱۲۳/۳۔

۲) اسلام اور دہشت گردی، ڈاکٹر خالد علوی، دعوی اکیڈمی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد ص ۲۹۔

۳) کالم "پولیس کو سیاسی اثر رسوخ سے آزاد کرنا ہوگا"، ظہیر الدین بابر، روزنامہ الاخبار، ستمبر ۸، ۲۰۱۷۔

جبکہ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اسلام میں نہ دہشت گردی کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی کسی خودکش حملے کی گنجائش بلکہ ایسے گمراہ لوگوں کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ درحقیقت پوری انسانیت کے قاتل ہیں، جیسے کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾-(۱)

" جس نے بغیر قصاص کے قتل کیا یا زمین میں فساد کر دیا تو گویا اس نے معاشرے کے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے زندہ رکھا اس نے تمام لوگوں کو زندہ رکھا"۔

کسی بھی انسان کی ناحق جان لینا اسلامی نقطہ نظر سے حرام ہے، اس لئے کہ اسلام امن اور آشتی کا علمبردار اور داعی دین ہے۔ اسلام کے معنی ہی سلامتی کے ہیں لہذا کسی مسلم معاشرے میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جان کا دُشمن بن جائے اس تصور کی مسلمانیت تو درکنار انسانیت بھی متحمل نہیں ہو سکتی کہ کسی بھی بے گناہ کا ناحق خون کیا جائے۔ ایسے حالات میں کسی بھی اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری، امن وامان قائم رکھنا اور شہریوں کی جان واملاک کی حفاظت کرنا ہوتی ہے کیونکہ دہشت گرد فساد فی الارض جیسے جرائم کے ذریعے ملک میں امن وامان کی صورتحال کو خراب کر کے اور شہریوں کے جان ومال کو نقصان پہنچا کر خوف وہراس پیدا کر دیتے ہیں تاکہ اپنے مذموم مقاصد اور جارحانہ عزائم میں کامیاب ہو جائے۔ انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں کے قیام کے باوجود بھی دہشت گردی پر تاحال قابو اس لئے نہیں پایا گیا ،کیونکہ جب تک جرم کے اسباب کا سدّباب نہ ہو گا، جرم کا تدارک ممکن نہیں۔ معاشرے کو جرم سے پاک کرنے کیلئے سب سے پہلے جرم کے اسباب کا سدباب ضروری ہے جو ایک مضبوط، موثر، کارآمد اور شفاف نظام عدل کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ اگر نظام عدل مجرم کی سزایابی کی ضمانت دینے میں ناکام رہتا ہے تو ارتکاب جرم کے رجحان کو کوئی نہیں روک سکتا، اگر اس رجحان میں کمی واقع نہیں ہوتی تو لامحالہ شہر کا امن خراب ہو گا۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دہشتگردی کے سدباب سے متعلق ایسے اُصول وضوابط تشکیل دیئے جائیں، جو اس کے تدارک میں کارگر ثابت ہوں۔ پاکستان کو آج امن کی راہ میں حائل جن مسائل کا سامنا ہے، ان جرائم کے سدباب

---

۱) المائدۃ: ۳۲۔

میں، سد الذرائع کا اُصول اپنا مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے جیسے کہ نظام عدل ریگولیشن ۲۰۰۹ ایکٹ(۱) میں ،جنایات میں سدِ ذرائع کے اُصول کے نظائر اور شواہد ملتے ہیں۔اس نظام عدل ریگولیشن ۲۰۰۹ ایکٹ کے نفاذ سے سوات کے شورش زدہ علاقے کے عوام کو نہ صرف پائیدار امن اور انصاف حاصل ہوا بلکہ حکومت کو بھی اپنی رٹ قائم کرنے میں مدد ملی جو اس وقت ملکی مفاد میں ایک اہم پیش رفت تھی۔اس نظام عدل ایکٹ کے ذیلی دفعہ ۴، ۳، ۲، میں لکھا ہے:

(۲) The District Magistrate and all other Executive Magistrates shall discharge their responsibilities and exercise their powers according to the established principles of Shariah and other laws for the time being in force in the said area.

(۳)Keeping peace, maintaining order, enforcing the executive authority of the Government and "Sadd-e-Zara-e-Jinayat" shall be the duty, responsibility and power of the District Magistrate. For this purpose, he can take action against an individual under the established principles of Shariah.

(٤)The cases included in Schedule-III to the Regulation shall be exclusively triable by Executive Magistrates.

EXPLANATION.-The expression "Sadd-e-Zara-e-Jinayat" means and includes all actions and steps taken under the Shariah laws and any other law in force for the time being for the control of crimes.

۱)"ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور تمام دیگر ایگزیکٹو مجسٹریٹس اپنے فرائض، ذمہ داریوں اور اختیارات کا استعمال شریعت کے تسلیم شدہ قوانین کے علاوہ ان قوانین کے مطابق کریں گے جو وقتی طور پر اس علاقے میں نافذ العمل ہیں۔

۲) قیامِ امن، نظم و نسق، امن عامہ، حکومت کی ایگزیکٹو اتھارٹی کا نفاذ اور سدِ ذرائع جنایات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فرائض منصبی، ذمہ داریوں اور اختیارات میں شامل ہو گا۔اس مقصد کے حصول کی غرض سے وہ شریعت کے تسلیم شدہ قوانین کی رو سے کسی بھی فرد کے خلاف ایکشن لینے کا مجاز ہو گا۔

---

۱) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ ۴ آرٹیکل ۲۴۷ کی رو سے صوبے کا گورنر صدر مملکت کی پیشگی منظوری کے بعد کسی بھی ایسے معاملے کی بابت جو صوبائی اسمبلی کی قانونی عملداری میں آتا ہو ایسے ریگولیشنز (قواعد وضوابط) وضع کر سکتا ہے جو صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں امن اور گڈ گورننس کے قیام کو یقینی بنا سکے چنانچہ سوات میں امن عامہ کے پیش نظر ۲۰۰۹ء میں ان اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے شمال مغربی سرحدی صوبے کے گورنر نے صدر مملکت کی منظوری کے بعد اس ریگولیشن کا اعلان کیا جس کو نظام عدل ریگولیشن ۲۰۰۹ء کا نام دیا جس میں قاضی عدالتیں قرآن و سنت، اجماع اور قیاس کے طے شدہ اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلے کریں گی اس کے تحت سیشن جج کا نام ضلع قاضی، ایڈیشنل سیشن کا نام تبدیل کر کے اضافی ضلع قاضی اور سول جج کا نام تبدیل کر کے علاقہ قاضی رکھ دیا تھا۔

۳)وہ تمام کیسز جو اس ریگولیشنز کے شیڈول نمبر III میں شامل ہیں، اُنہیں خصوصی طور پر ایگزیکٹو مجسٹریٹس کی عدالتوں میں چلایا جاسکے گا۔

وضاحت: "سد ذرائع جنایات" کا مطلب ہے: وہ تمام اقدامات اور فیصلے جو شرعی قوانین کے تحت یا کسی دیگر ایسے قانون کی روشنی میں کئے گئے ہیں جو جرائم پر قابو پانے کے لئے علاقے میں نافذ العمل ہے"۔

ان قانونی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ جنایات میں سد ذرائع کا اُصول وہ واحد اُصول ہے، جو مجرم کو اِرتکابِ جرم سے باز رکھنے اور معاشرے سے فساد کے ذرائع ختم کرنے میں ممد و معاون ہے کیونکہ یہ ایسا اسلامی مصدر قانون ہے جو نہ صرف جرائم اور فساد کو اسکی جڑ سے اکھاڑتا ہے بلکہ اسکے وقوع پذیر ہونے کے اسباب و عوامل کو بھی ختم کرتا ہے۔ لہذا اس ضمن میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے ذرائع کا سد باب کیا جائے جو طبقاتی نظام کو فروغ دے۔ عوام کو سستا انصاف فراہم کیا جائے اور معاشرے میں ظلم و ناانصافی کے خاتمے کے لیے شرعی قوانین کے فروغ میں عملی اقدامات کیے جائے، کیونکہ یہ ذرائع اور وسائل ہی ہوتے ہیں، جو مجرم کو اِرتکابِ جرم اور فساد برپا کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ "آج کے دور میں بھی اس اصول (سدالذرائع) سے استفادہ ممکن ہے۔ عصر حاضر میں دہشت گردی اور فساد سے بچنے کے لئے پیشگی قدم اٹھاتے ہوئے عملی طور پر غنڈہ گردی کو رواج دینے والے ہتھیاروں کو لیکر چلنے کی ممانعت ہونی چاہیے۔ آج کے پر فتن اور دہشت گردی کے دور میں سدالذرائع کے طور پر اسلحے کی فروخت پر مکمل پابندی لگا دینی چاہیے تاکہ دہشت گردی کے اس اہم ذریعہ کو ختم کیا جاسکے"۔(۱)

اس ضمن میں پٹاخوں اور آتش بازی، کرنیوالوں پر بھی پابندی لگائی جائیں نیز خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف سخت ایکشن لیا جائے اور ان کی گرفتاری کے لئے خصوصی ٹیمیں تشکیل دی جائیں جو اس کی مانیٹرنگ کریں کیونکہ یہ امور انسانی جانوں اور املاک کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

---

۱) (مقالہ پی ایچ ڈی) کریمنل پروسیجر کوڈ کا شرعی اصولوں کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ، سلطان احمد،، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، سیشن: ۲۰۰۷-۲۰۱۰ ص ۱۹۲۔

## غیر رجسٹرڈ سمز کا استعمال

غیر رجسٹرڈ سمز کا استعمال سماجی جرائم کی شرح میں اضافے کا ایک سبب اور ذریعہ ہے۔ جرائم پیشہ افراد بالخصوص "دہشت گرد اسے باہمی رابطے کے علاوہ دھمکی آمیز فون، رقم کی منتقلی اور نصب شدہ بموں کو اڑانے کے لیے استعمال کرتے ہیں"۔(۱) ملک کے اندر سڑکوں پہ سم کارڈ بیچنے والے حضرات لوگوں کو فری سم کارڈ کی لالچ دیکھ کر ان کا فنگر پرنٹ، شناختی کارڈ نمبر اور دیگر ڈیٹا حاصل کرتے ہیں اور بعد میں مجرمانہ کارروائی کے لئے اس ڈیٹا کا استعمال کرتے ہیں۔ قبائلی علاقوں، خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے کئی سرحدی علاقوں میں پاکستانی سم کارڈز کے علاوہ افغانی اور دیگر غیر ملکی سم کارڈز بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ غیر ملکی سم دیگر جرائم کے ساتھ ساتھ بم دھماکوں خودکش حملوں بھتہ خوری اور اغوا برائے تاوان کے واقعات میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو دہشت گردی کے واقعات کی تفتیش اور اصل مجرمان تک رسائی میں مشکلات کا سامنا ہے۔ جیسے کہ غیر قانونی سموں کے خلاف از خود نوٹس کیس کی سماعت میں پشاور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس دوست محمد نے کہا ہے کہ:

"غیر قانونی سموں کی روک تھام کے لئے قانون سازی کی جائے، عدالت کو مجبور نہ کیا جائے کہ سیلولر کمپنیوں کے لائسنس منسوخ کرنے کا حکم دے، ملک میں تباہی مچی ہے اور کمپنیاں ڈالرز کے پیچھے بھاگ رہی ہیں، غیر قانونی سمیں چلتے پھرتے بموں کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔"(۲)

"پاکستان ٹیلی کام اتھارٹی کے اعداد و شمار کے مطابق ملک میں موبائل فون کنکشنز کی تعداد تقریباً گیارہ کروڑ ۸۳ لاکھ ۱۶ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ یہاں پی ٹی اے کی اعداد و شمار اپنی جگہ لیکن ایک سے زائد سموں کے استعمال کا رجحان بڑی تیزی سے زور پکڑ رہا ہے۔ غیر معروف برانڈز اب ملٹی نیشنل برانڈز بھی ایک سے زائد سموں کی سہولت والے موبائل فون متعارف کر رہی ہیں۔ انڈسٹری ذرائع کے مطابق مختلف موبائل کمپنیوں کی جانب سے متعارف کرائے جانے والے پیکج اور بنڈل آفرز کے سبب صارفین ایک سے زائد کمپنیوں کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے متعدد سمیں رکھنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ یہ رجحان خاص طور پر نوجوانوں میں بہت مقبول ہے۔ ہمارے معاشرے میں جس قدر موبائل فونز کا کثرت سے استعمال کیا جا رہا ہے موبائل فون ایک طرف وقت کی اہم ضرورت تو دوسری جانب اس کے معاشرے میں مضر اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا"۔(۳)

---

۱) بی بی سی رپورٹ، ۲۵ مارچ ۲۰۱۵ء۔

۲) نوائے وقت شمارہ، ۲۵ ستمبر اپریل ۲۰۱۳ء۔

۳) نوائے وقت شمارہ، ۱۲ اپریل ۲۰۱۴ء، حنا سراج، لاہور گیریژن یونیورسٹی۔

جرائم کے خاتمے اور اس کی شرح پر قابو پانا کے لئے ایسے ذرائع کا سد باب ضروری ہے جو اس کے فروغ میں مدد دے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان ٹیلی کمیونیکشن کا ادارہ بطور سد الذرائع ایسے تمام کال سینٹرز اور فرنچائز مراکز کو غیر تصدیق شدہ سم کارڈز کو رجسٹرڈ کرنے کا پابند بنائے اور انہیں واضح ہدایت دے کہ ایسے اقدامات اٹھائے جس میں موبائل صارفین کے فنگر پرنٹس اور دیگر ڈیٹا کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔ موبائل صارفین کے غیر تصدیق شدہ سم کارڈوں کو بلاک کر دیا جائے تاوقتیکہ نادرا کے ڈیٹا بیس سے اس کی تصدیق حتمی نہ ہو جائے۔ پاکستان ٹیلی کمیونیکشن کا ادارہ ٹیلی کام سیکٹر کی تمام کمپنیوں کو اس بات کا پابند بنائے کہ صارفین کو سمیں فروخت کرتے وقت قومی شناختی کارڈ اور بائیو میٹرک تصدیق کی شرط کو لازمی قرار دیا جائے۔

## پتنگ بازی اور کیمیکل ڈور کا استعمال

پتنگ بازی ایک مشہور کھیل ہے جو کہ بہت عرصے سے لوگوں بالخصوص مردوں کے لئے پسندیدہ مشغلہ بنا ہوا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد بھی یہ کھیل پاکستان میں بہت مقبول رہا۔ پاکستان میں پتنگ بازی کو موسم سرما کے آخر میں اور بہار کی آمد پر خاص تہوار کی صورت میں منایا جاتا ہے جسے بسنت کہتے ہیں۔ اغیار کے اس تہوار کی خصوصی علامت پتنگ بازی ہے، اس تہوار کے حوالے سے لاہور شہر خاص طور پر مشہور ہے۔ پتنگ بازی جو پہلے کبھی عوام کی تفریح کا باعث تھی اب معصوم لوگوں کی زندگیوں کے لئے موت کا پیغام ہے کیونکہ پچھلے کئی برسوں سے پاکستان میں یہ کھیل بے شمار قیمتی جانوں کے ضیاع کا ذریعہ بنا ہوا ہے جس کی بنیادی وجہ کیمیکل ڈور کا استعمال ہے۔ کیمیکل لگی دھاتی ڈور کی وجہ سے آئے دن اموات کی خبریں اور ہلاکتوں کی شرح میں اضافہ ایک معمول بن چکا ہے۔ اس قاتل کھیل اور معاشرتی جرم سے جہاں کئی زندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں وہاں یہ قومی وسائل پر ایک غیر ضروری بوجھ بھی ہے۔ یہ کھیل اور بھی کئی مفاسد اور گناہوں کا ذریعہ ہے، مثلاً فضول خرچی، دوسروں کو اذیت پہنچانا، جان ومال اور وقت کا ضیاع، پتنگ اور ڈور لوٹنے کے چکر میں سڑکوں گلیوں میں ایکسڈنٹ جیسے واقعات کا ظہور پزیر ہونا۔ اس کھیل میں غیر قوموں کے رسم و رواج کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، جب کہ اسلام میں کسی قوم کی مشابہت منع ہے۔ جیسے کہ علامہ البیرونی[1] نے اپنی کتاب کے باب "عیدین اور خوشی کے دن"

---

۱) آپ کا پورا نام ابوریحان محمد بن احمد المعروف البیرونی تھا۔ ۵ ستمبر ۹۷۳ء کو پیدا ہوئے اور ۹ دسمبر ۱۰۴۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ ایک بہت بڑے محقق، ماہر فلکیات ریاضی داں اور سائنسدان تھے۔ خوارزم کے مضافات میں ایک قصبہ بیرون میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے البیرونی کہلائے۔ آپ بو علی سینا کے ہم عصر تھے۔ آپ نے علم ہیئت، طبیعیات، تاریخ، تمدن، مذاہب عالم، ارضیات، کیمیا اور جغرافیہ وغیرہ پر ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں اور مقالے لکھے۔ آپ نے نوعیتی وزن متعین کرنے کا طریقہ دریافت کیا، زاویہ کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا، نظری اور عملی طور پر مائع پر دباؤ اور ان کے توازن

کے عنوان کے تحت ہندوستان میں منائے جانے والے مختلف مذہبی تہواروں کا ذکر کیا ہے۔اس باب میں عید 'بسنت' کا ذکر کرتے ہوئے علامہ البیرونی لکھتے ہیں:

"اسی مہینہ میں استوائے ربیعی ہوتا ہے، جس کا نام بسنت ہے، اس کے حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھلاتے ہیں، دیوتاؤں کی نذر چڑھاتے ہیں"۔(۱) بسنت خالص ہندو تہوار ہے اور اس کا موسم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ بھارت میں بسنت کی کہانی ہر سکول میں پڑھائی جاتی ہے لیکن لاعلمی یا بھارتی لابی کی کوششوں سے بسنت کو اب پاکستان میں مسلمانوں نے موسمی تہوار بنالیا ہے۔ایک طرف جہاں بسنت میں پتنگ بازی انسانی جانوں کے ضیاع کا باعث ہے تو دوسری طرف مذہبی حوالے سے بسنت کا تہوار بذات خود تشبہ بالہنود کا ذریعہ ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔لہذا ان بہت سارے مفاسد اور نقصانات کے ہوتے ہوئے حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف ایسے ذرائع کا سد باب کرے بلکہ اس حوالے سے سخت اقدامات کرے بالخصوص ان قاتل ڈور بنانے والی فیکٹریوں کو بند کرے اور پتنگ بازی پر مکمل پابندی عائد کرے کیونکہ شہریوں کے جان ومال کی حفاظت انتظامیہ کا فرض ہے۔اس لئے قانون نافذ کرنے والے ادارے بطور سد الذرائع پتنگیں اور مہلک ڈور تیار کرنے والوں کے ساتھ ساتھ پتنگ بازی کا سامان فروخت کرنے والوں اور پتنگ بازی کرنے والوں کے خلاف نہ صرف ایکشن لیں بلکہ انکو پکڑ کر ان کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائے تاکہ قیمتی جانیں ضائع ہونے سے بچ سکیں۔

## اپریل فول کا تہوار

اپریل فول مغرب کا دیا ہوا خلافِ اسلام تہوار ہے یہ ایک ایسی رسم ہے، جو مشرق میں پوری طرح پھیل چکی ہے، اس کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی جاتی ہے، جھوٹ، فریب اور دوسروں کی تضحیک پر۔اسلام میں اس کی بالکل اجازت نہیں کیونکہ یہ بہت سے کبیرہ گناہوں اور بے شمار مفاسد کا مجموعہ ہے اس کے علاوہ عقلی واخلاقی طور پر بھی یہ قابل مذمت ہے۔یہ اپریل کی پہلی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔اس کا آغاز یورپ سے ہوا اور اب تقریباً پوری دنیا میں چھایا ہوا ہے۔"نادان لوگ اس دن پریشان کر دینے والی جھوٹی خبر سُنا کر، مختلف انداز سے دھوکا دے کر لوگوں کو بے وقوف بنا کر خوش ہوتے ہیں، مثلاً کسی کو یہ خبر دی جاتی ہے

---

پر ریسرچ کی۔آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں: کتاب الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ، تحقیق الہند، قانون مسعودی، کتاب استخراج الاوتار فی الدائرہ، کتاب فی تحقیق منازل القمر، کتاب الصیدلہ فی الطب، کتاب رؤیہ الاہلہ، کتاب جدول التقویم۔(البیرونی، سلیمان فیاض، ہمدرد فاؤنڈیشن، پاکستان، ص ۶،۸۔سید قاسم محمود، انسائیکلوپیڈیا مسلم انڈیا، حصہ ۳، صفحہ ۱۵۵-۵۶، ۲۰۰۶ء۔شاہکار بک فاؤنڈیشن، لاہور)

۱) کتاب الہند، ابوریحان البیرونی، بک ٹاک چیمبرز ۳۱ لاہور ص ۲۹۴۔

کہ آپ کا جوان بیٹا فلاں جگہ ایکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے شدید زخمی ہے اور اسے فلاں اَسپتال میں پہنچا دیا گیا ہے، آپ کا فلاں رشتہ دار انتقال کر گیا ہے، آپ کی دکان میں آگ لگ گئی ہے، آپ کے پلاٹ پر قبضہ ہو گیا ہے، آپ کی گاڑی چوری ہو گئی ہے وغیرہ۔ پھر حقیقت کھلنے پر ''اپریل فُول'' کہہ کر اس کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ جو جتنی صفائی اور چالاکی سے دوسرے کو بے وقوف بنائے وہ خود کو اُتنا ہی عقل مند سمجھتا ہے"۔(۱)

"اپریل فُول کی ابتداء کے بارے میں مؤرخین کے بیانات مختلف ہیں۔ بعض مصنّفین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی سے پہلے سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی ''وینس''(venus) کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھا کرتے تھے، تو چوں کہ سال کا یہ پہلا دن ہوتا تھا؛ اس لیے خوشی میں اس دن کو جشن کے طور پر منایا کرتے تھے اور اظہارِ خوشی کے لیے آپس میں ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے، تو یہی چیز رفتہ رفتہ ترقی کر کے اپریل فول کی شکل اختیار کر گئی۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اس رسم کی ایک اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ اکیس مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ اس طرح مذاق کر کے ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے؛ لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کر دیا"۔(۲)

"ایک تیسری وجہ انیسویں صدی عیسوی کی معروف انسائیکلوپیڈیا ''لاروس'' نے بیان کی ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا اور رومیوں کی عدالت میں پیش کیا تو رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا، ان کو پہلے یہودی سرداروں اور فقیہوں کی عدالت میں پیش کیا گیا، پھر وہ انھیں پیلاطُس کی عدالت میں فیصلہ کے لیے لے گئے، پھر پیلاطس نے ان کو ہیرودیس کی عدالت میں بھیج دیا اور بالآخر ہیرودیس نے دوبارہ فیصلہ کے لیے ان کو پیلاطس ہی کی عدالت میں بھیج دیا"(۳) ۔لوقا کی انجیل میں اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا گیا ہے: ''اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے

---

۱) "معاشرے کے ناسور" ماہنامہ فیضان مدینہ جمادی الاٰخر ۱۴۳۸ھ، مارچ ۲۰۱۷۔

۲) انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ۴۹۶/۱ بحوالہ ''ذکر و فکر''، ص ۶۷، مفتی تقی عثمانی۔

۳) ایضاً۔

اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا؟ اور انھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں"۔(۱)

"لاروس کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک عدالت سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا مقصد بھی ان کے ساتھ مذاق کرنا اور انھیں تکلیف پہنچانا تھا؛ چونکہ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا تھا، اس لیے اپریل فول کی رسم در حقیقت اسی شرمناک واقعے کی یادگار ہے"۔(۲)

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ دن یہود و نصاریٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ اور اس کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑانا ہے تاریخی اعتبار سے یہ رسم بد قطعاً اس قابل نہیں کہ اس کو اپنایا جائے؛ کیونکہ اس کا رشتہ یا تو کسی توہم پرستی سے جڑا ہوا ہے، جیساکہ پہلی صورت میں، یا کسی گستاخانہ نظریے اور واقعے سے جڑا ہوا ہے؛ جیساکہ دوسری اور تیسری صورت میں۔ اگر اپریل فول کے پیچھے یہ تمام واقعات نہ بھی ہوں تب بھی فی نفسہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہوسکتا کہ وہ اس بے ہودہ رسم میں حصہ لے، کیوں کہ اس میں جھوٹ موجودہ ہے، جس کی اسلام میں سخت مذمت وارد ہے، جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جسے بہت معمولی سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ یہ بے شمار برائیوں کی جڑ ہے، ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے والے کا کردار مجروح ہوتا ہے، معاشرے میں اس کا اعتماد اور وقار ختم ہو جاتا ہے، اگر وہ سچ بھی بولتا ہے تو لوگ اس کو جھوٹ ہی سمجھتے ہیں اس کے علاوہ یہ رسم مندرجہ ذیل گناہوں کا ذریعہ ہے: مشابہت کفار و یہود و نصاریٰ، ناحق مذاق، دھوکہ دینا، دوسرے کو اذیت پہنچانا۔ ایسے فاسد ذرائع کا اسلام میں اعتبار نہیں کیا جائے گا، احادیثِ شریفہ میں ان گناہوں پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اور جو ذریعہ حرام کام کے ارتکاب کا باعث بنے ان سے روکا جائے گا: الغرض مروجہ رسم اپریل فول میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو اس قبیح فعل سے اجتناب کرنا چاہیے اور حکومت وقت کو بھی سد الذرائع کے طور پر اس پر پابندی لگانے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ اسلامی معاشرے میں گمراہی کو پنپنے کا موقع نہ ملے اور اس کا بروقت سد باب ہو۔

---

۱) انجیل لوقا، ب ۲۲، آیت ۶۵-۶۳، ص ۲۲۷۔

۲) ذکر و فکر ص ۶۸، ۶۷۔

## پبلک ٹرانسپورٹ میں ناقص سی این جی سلنڈرز کا استعمال

پاکستان میں تقریباً ۳۰ لاکھ سے زائد گاڑیاں سی این جی پر چلتی ہیں۔ جہاں اس کے بہت سارے فوائد ہیں مثلاً ماحولیاتی آلودگی سے پاک ہونا، اخراجات میں کمی وغیرہ تو وہاں اس کے بہت زیادہ نقصانات بھی ہیں۔ مثلاً گیس سلنڈرز بہت وزنی ہوتے ہیں اور بعض مالکان ایک گاڑی کے اندر چار سے پانچ سلنڈر لگانے سے بھی نہیں گھبراتے، جس کی وجہ سے حادثہ پیش آنے کی صورت میں بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ یہ سلنڈر نما بمبز انفرادی ہلاکت کے بجائے اجتماعی ہلاکتوں کے ذرائع ہیں۔ اب تک ان گیس سلنڈرز کے سینکڑوں حادثات کے اندر ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ آئے روز ملک کے کسی نہ کسی شہر سے گیس سلنڈر حادثے کی خبر سنتے رہتے ہیں۔ خاص طور پر یہ حادثات سکول کے بچوں کی وین اور پبلک ٹرانسپورٹ میں زیادہ نقصان کا باعث بنتے ہیں جس کی بڑی وجہ ٹرانسپورٹ مالکان کی طرف سے ناقص گیس سلنڈر کا استعمال بھی ہے کیونکہ ٹرانسپورٹ مالکان اپنے پیسے بچانے کی خاطر اپنی گاڑیوں میں غیر تصدیق شدہ اور ناقص مٹیریل سے تیار گیس سلنڈرز استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ حادثات رونما ہوتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اب تک تقریبا ۷۳ فیصد حادثات ناقص مٹیریل اور خستہ حال گیس سلنڈروں کے استعمال کی وجہ سے رونما ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور خطرناک کام یہ کیا جاتا ہے کہ سواریوں سے بھری گاڑی کو سی این جی اسٹیشن پر کھڑا کر کے گیس سلنڈرز فلِ کرائے جاتے ہیں جو کے بڑے حادثے کا باعث بنتے ہیں۔ "پاکستان میں مسافر گاڑیوں میں گیس سلنڈر پھٹنے سے رونما ہونے والے حادثات اور ان سے ہونے والے نقصان کی مکمل تفصیلات کسی محکمے کے پاس نہیں ہیں۔ تاہم ریسکیو ۱۱۲۲ سے دستیاب ریکارڈ کے مطابق یکم ستمبر ۲۰۱۸ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۱۹ تک یعنی ایک سال کے دوران فائر ایمرجنسی کے مجموعی طور پر ۱۹ ہزار ۲۱۷ واقعات رپورٹ ہوئے۔ ان میں سے ۹۰۶۹ واقعات ایل پی جی سلنڈر جبکہ ۱۰۳۳ واقعات سی این جی سلنڈر کی وجہ سے آگ لگنے کے ہیں۔ آگ لگنے کے حادثات بشمول گیس سلنڈر میں ۷۹ افراد جاں بحق ہوئے، جبکہ ۵۲۳ افراد کو اسپتالوں میں منتقل کیا گیا۔ مجموعی طور پر پانچ ہزار ۴۹۰ واقعات کمرشل علاقوں، پانچ ہزار ۴۹۰ واقعات رہائشی علاقوں اور آٹھ ہزار ۵۰۸ واقعات شاہراؤں اور دیگر مقامات پر پیش آئے"۔(۱) سلینڈروں کے ناقص معیار، ان کی جانچ پڑتال نہ کرانا بھی حادثات کی بڑی وجہ ہے۔ کئی منی بس اور کوچز میں سی این جی کے اضافی گیس سلینڈر بھی ہوتے ہیں جو ان کی چھتوں پر رکھے ہوتے ہیں۔

---

۱) ایکسپریس نیوز، اتوار ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۹ء۔

کنڈ یکٹر اور ڈرائیورز کا گاڑیوں میں سگریٹ نوشی کسی بھی طاقتور بم کو آگ دکھانے کے مترادف ہے جس کا فوری سد باب ضروری ہے۔

آل پاکستان سی این جی ایسوسی ایشن کے مطابق ان حادثات کی وجہ سی این جی سلنڈروں میں ایل پی جی کا غیر قانونی استعمال ہے۔"اوگرا نے ۲۶ دسمبر ۲۰۱۳ کو ایل پی جی قوانین میں ترمیم کر کے موٹر سائیکلوں، سکوٹر، رکشوں، کوچوں، ویگنوں اور بسوں میں ایل پی جی سلنڈر لگوانے کو غیر قانونی قرار دیا تھا مگر ان احکام پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ پابندی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایل پی جی بلند شعلے والی گیس ہے، یہ ہوا سے بھاری ہوتی ہے اس لئے لیک ہونے کی صورت میں گاڑی میں بھر کر نقصان کا سبب بنتی ہے جبکہ سی این جی ہوا سے ہلکی ہوتی ہے جو لیکیج کی صورت میں گاڑی سے باہر نکل جاتی ہے۔ اسکے علاوہ ایل پی جی کو گاڑیوں میں استعمال کرنے کیلئے سی این جی کٹ میں ردوبدل کرنا پڑتا ہے جو خطرناک ثابت ہوتا ہے جسکی روک تھام ضروری ہے۔ انھوں نے کہا کہ انسانی جانوں سے کھیلنے کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو معمولی فائدے کیلئے غیر معیاری سمگل شدہ ایل پی جی کو بطور ایندھن استعمال کر رہے ہیں"۔(۱)

پبلک ٹرانسپورٹ میں سلنڈر پھٹنے کے بڑھتے واقعات کے پیش نظر، مذکورہ بالا جرائم کی روک تھام اور سد باب کے لئے "سدذرائع "کا اصول نہ صرف ایسے فاسد ذرائع کے خاتمہ کی اہمیت پر زور دیتا ہے بلکہ اس اُصول کو بروئے کار لا کر انسانی جانوں کا تحفظ بھی یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے حکومت متعلقہ انتظامیہ کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ روزانہ کی بنیاد پر گاڑیوں میں لگے گیس سلنڈر کو چیک کریں اور غیر تصدیق شدہ اور ناقص گیس سلنڈر استعمال کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے۔ اس کے علاوہ حکومت ٹریفک پولیس اہلکاران کو اجازت دے کہ وہ گاڑیوں میں لگے گیس سلنڈر کا فٹنس سرٹیفیکیٹ چیک کرنے کے مجاز ہوں کیونکہ ٹریفک پولیس اہلکاران کے بغیر یہ اقدامات کرنا ناممکن ہے۔ حکومت آئل اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی (اوگرا) کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ پبلک ٹرانسپورٹ اور سکول ویز میں سی این جی سلنڈر کے استعمال پر پابندی لگا دے اور تمام صوبائی ٹرانسپورٹ اتھارٹیز، پولیس اور موٹر ویز آئی جیز کو اس کے سد باب کے لئے بطور "سدذرائع " احکام جاری کردے کہ موٹر وہیکل رولز کے تحت قانون پر فوری عملدرآمد کرایا جائے۔"اوگرا "سی این جی اور ایل پی جی سلنڈرز پر پابندی لگانے کے ساتھ ساتھ پبلک ٹرانسپورٹ پبلک وہیکلز، سکولز ویز میں سے گیس سلنڈر اتارنے کیلئے آپریشن کی شکل میں عملی اقدامات بروئے کار لائیں۔ اس سلسلے میں حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی بااعتماد کمپنی کے ساتھ معاہدہ کرے، جس میں وہ کمپنی اچھی قسم کے گیس

۱) نوائے وقت، ۱۰ جولائی ۲۰۱۷ء۔

سلنڈرز بنائے اور تمام مالکان کو پابند کرے کہ وہ اس کمپنی کے ہی گیس سلنڈرز استعمال میں لائے، حکومت اور انتظامیہ فی الفور ناقص سلنڈر استعمال کرنے والی گاڑیوں کے پرمٹ معطل کردے اور ایک ایسا ادارہ قائم کرے جو گاڑیوں کی مکمل جانچ پڑتال کر کے انہیں تصدیق شدہ اور اچھی کمپنی کے گیس سلنڈر استعمال کرنے کا پابند بنائے اور اپنا مخصوص ٹیگ جاری کرے جس سے اس بات کی پہچان ہو سکے کہ لگا ہوا گیس سلنڈر تصدیق شدہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ بطور "سد ذرائع" غیر معیاری سلنڈر بنانے والی کمپنیوں کو فوری طور پر سیل کروائیں نیز ان کے مالکان کو اس بات کا پابند کریں کہ آئندہ وہ کسی کو غیر معیاری سلنڈر جاری نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ گیس سلنڈر استعمال کرنے والی پبلک سروس گاڑیوں کا موٹر وے پر نہ صرف داخلہ بند کر دیا جائے بلکہ شہر بھر میں بس اڈوں پر گیس سلنڈر کے نقصانات بتانے کے لیے موٹر وے پولیس کی جانب سے کریک ڈاؤن اور بھرپور مہم شروع کر دی جائے کیونکہ موٹر وے پر زیادہ تر حادثات ناقص گیس سلنڈر استعمال کرنے والی گاڑیوں کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے متعدد بار حادثات ہوئے اور کئی قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ ہیوی گاڑیوں یعنی بسوں، ٹرکوں میں گیس سلنڈر کے استعمال پر مکمل پابندی عائد کی جائے، حکومت سی این جی اسٹیشن مالکان کو بھی پابند کرے کہ وہ غیر تصدیق شدہ گیس سلنڈرز فل نہ کریں اور گیس سلنڈرز بھرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ ڈرائیور کے علاوہ کوئی بھی آدمی گاڑی کے اندر موجود نہ ہو۔ اس اقدام سے حادثات میں ہونے والے جانی نقصانات میں کمی لائی جا سکتی ہے کیونکہ یہ ذرائع اور اسباب ہی ہیں جو اس جیسے حادثات کا باعث بنتے ہیں شریعت میں ایسے ذرائع کا سد باب واجب ہے جو ہلاکت کا باعث بنے۔ مقاصد شرعیہ میں حفظ جان کا درجہ مقدم ہے۔ حکومت عوام کے اندر ان باتوں کا شعور لانے کے لیے پورے ملک کے اندر عوامی آگاہی مہم چلائے اور ایسے ورکشاپس کا قیام عمل میں لائے جو لوگوں کو اس کے درست استعمال کرنے کے فوائد اور غلط استعمال کرنے کے نقصانات سے آگاہ کرے۔

# فصلِ سوم:

## سائبر اور الیکٹرانک کرائم اور سد ذرائع کا اطلاق

دور جدید میں انٹرنیٹ، ٹیکنالوجی یا سائبر نظام پر انحصار ضروریات زندگی بن چکا ہے۔ آج معلومات عامہ سے لیکر نظام تعلیم، نظام تجارت نظام مالیات، اور نظام ابلاغ کا سارا دارو مدار انٹرنیٹ پر ہے۔ انٹرنیٹ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے تحت دوسری طرف جرائم پیشہ افراد پر مبنی ایک ایسا طبقہ بھی معرض وجود میں آچکا ہے جو پہلے لوگوں کی ذاتی معلومات تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور پھر ان کو نفسیاتی، جسمانی، جانی، معاشی اور معاشرتی طور پر بالواسطہ یا بلاواسطہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسی تمام غیر اخلاقی سرگرمیاں الیکٹرانک، کرائم کمپیوٹر کرائم اور سائبر کرائم کے زمرے میں آتی ہے۔

### سائبر کرائم کی تعریف

کوئی بھی مجرمانہ سرگرمی جس میں کمپیوٹر بطور ایک آلہ، یا بطور ہدف شامل ہو یا وہ سائبر کرائم کے دائرے میں مزید جرائم کے فروغ کا ذریعہ ہو، دوسرے لفظوں میں سائبر کرائم سے مراد ایسا غیر قانونی کام جس میں کمپیوٹر بطور ایک آلہ، یا بطور ہدف شامل ہو یا دونوں بیک وقت شامل ہو۔ (۱)

یعنی ایسی سرگرمی جس میں کمپیوٹر یا کسی نیٹ ورک کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے۔ سائبر کرائم میں کسی کے موبائل فون، لیپ ٹاپ، بینک اکاؤنٹس کی ڈیٹا تک رسائی، فحش پیغامات، دھمکی آمیز ای میلز، لوگوں کی پرائیوسی کی خلاف ورزی، ہیکنگ، سوشل نیٹ ورکس میں استحصال، سائبر حملے، سائبر دہشتگردی، سوشل میڈیا اکاؤنٹس اور اس کے ای میل کے پاس ورڈ تک بغیر اجازت رسائی وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان میں سائبر کرائمز کے حوالہ سے اعداد و شمار میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے مثلاً "وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) کے سائبر کرائم ونگ کے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ برس کی نسبت رواں سال بلیک میلنگ کے واقعات میں چالیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ سائبر کرائم ونگ میں فیس بک پر بلیک میلنگ اور اکاونٹ ہیک ہونے کی ۳۵سو ۶۰ شکایات موصول ہوئیں جب کہ گزشتہ برس ان کی تعداد دو ہزار دو سو چھتیس تھی۔

---

1) “Any criminal activity that involves a computer either as an instrument, target or a means for perpetuating further crimes comes within the ambit of cybercrime in other words "unlawful acts wherein the computer is either a tool or target or both"

(Cybercrime, Digital Forensics and Jurisdiction,M.Chawki,Springer International Publishing Switzerland 2015,page3)

انچارج سائبر کرائم ونگ سرفراز چودھری کے مطابق رواں برس واٹس ایپ پر بلیک میلنگ کی ۱۹ سو ۶۴ اور ویب سائٹس ہیک کرنے سے متعلق سات سو اکیس شکایات موصول ہوئی ہیں"۔(۱)

سائبر کرائمز کی روک تھام کے حوالے سے پاکستان میں اگرچہ الیکٹرونک ٹرانزیکشن آرڈیننس ۲۰۰۲ اور پاکستانی ٹیلی کمیونیکشن ری آرگنائزیشن ایکٹ ۱۹۹۶ جیسے قوانین نافذ ہیں لیکن عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے ان جرائم کی شرح میں پھر بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔الیکٹرانک اور سائبر کرائم کے بڑھتے ہوئے منفی رجحانات کا تدارک کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ بطور سد الذرائع ایسے عناصر و عوامل کا بھی خاتمہ کیا جائے جن کا شمار براہ راست تو سائبر کرائمز میں نہیں ہوتا لیکن اس کے محرکات میں ضرور ہوتا ہے جیسے الیکٹرانک میڈیا پر بعض ایپلیکیشنز ایسی ہیں جن کے مفاسد اس کے فوائد سے کئی گنا بڑھ کر ہیں اور جو اکثر سائبر کرائم کا باعث بنتے ہیں۔ ذیل میں چند عوامل کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں سد الذرائع کا اطلاقی پہلو مفید کردار ادا کرتا ہے۔

## سوشل میڈیا پر سنگین مذاق کے پرینکس

پرینک کی اصطلاح عام طور پر ان نام نہاد "مذاق کرنے والے" (یا چال باز) لوگوں کے لیے استعمال ہوتی ہیں جو کسی اور کا عملی مذاق (یا پرینک) کرتے ہیں۔زبانی یا تحریری لطیفوں کے برعکس، "پرینک" میں ایک عملی لطیفے کی تعریف مذاق کرنے والوں کی جسمانی شمولیت سے کی جاتی ہے اور جن کو عام طور پر "متاثرین" و "فریب خوردہ" کہا جاتا ہے۔(۲)

پرینک کی تعریف ویکیپیڈیا پر یوں کی گئی ہے:

"A practical joke, or prank, is a mischievous trick played on someone, generally causing the victim to experience embarrassment, perplexity, confusion, or discomfort. A person who performs a practical joke is called a "practical joker" or "prankster".Other terms for practical jokes include gag, jape, or shenanigan".

(۳)

---

۱) ہم نیوز، ۲۰ نومبر ۲۰۱۹ء۔

2) The term "prank" generally refers to people, so-called "pranksters" (or tricksters), playing a practical joke (or prank) on someone else.In contrast to verbal or written jokes, a practical joke is defined by the physical involvement of the pranksters and the ones who are generally referred to as "victims", "dupes".(Toxic masculinity: men, meaning, and digital media ,edited by Mark McGlashan and John Mercer, 1 Edition,New York, NY: First published 2023 by Routledge page7)

3) https://en.wikipedia.org/wiki/Practical_joke

"اس سے مراد ایک عملی لطیفہ ہے۔ یہ ایک شرارت پر مبنی ترکیب ہوتی ہے جو کسی پر آزمائی جاتی ہے، جس سے عموماً متاثرہ شخص شرمندہ، پریشان، ششدر یا غیر آرام دہ کیفیت کا شکار ہو سکتا ہے۔ جو شخص پرینک کو سرانجام دیتا ہے اسے پرینک اسٹر (prankster) کہا جاتا ہے۔ پرینک کو جن دیگر انگریزی ناموں سے جانا جاتا ہے، ان میں گیگ (gag)، جیپ (jape) اور شینانیگن (shenanigan) شامل ہیں"۔

"انٹرنیٹ کے اس جدید دور میں یہ فعل یوٹیوب کے ذریعے کچھ عرصہ میں ہی خاصا مقبول ہو چکا ہے۔ دنیا بھر کے بہت سے بیروزگار نوجوان اسے اپنا ذریعہ ءآمدن بنا چکے ہیں۔ اس سلسلے میں اپنے ٹارگٹ سے چھپ کر بہت سی پرمزاح ویڈیوز بنائی جاتی ہیں، اور ان میں انہیں گمراہ کرنے یا بیوقوف بنانے کی کاوش انتہائی دیدہ دلیری و خود اعتمادی سے انجام دی جاتی ہے۔ یوٹیوب دیکھنے والوں کو ایسی ڈھیروں ویڈیوز بآسانی مل جاتی ہیں جن میں لوگوں کو پارکوں، درسگاہوں، شاہراہوں یا بازاروں میں کھلے عام ٹارگٹ کیا جاتا ہے۔ عموماً ان میں ٹارگٹ کئے جانے والوں کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کسی میں نوجوان راستہ پوچھتے ہوئے دوسروں کا مزاق اڑاتے دکھائی دیتے ہیں تو کسی میں نوجوان لڑکیاں، لڑکوں کو فیس بک پر تنگ کئے جانے کا الزام دھرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اکثر ویڈیوز میں لڑکے لڑکیوں کو پروپوز کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ پرینک ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں انجام دیتے ہی ٹارگٹڈ لوگ غصے سے مشتعل ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً کرسیوں پر بیٹھتے ہوؤں کے نیچے سے کرسیاں کھینچ لینا، دوسروں کو جھیل یا تالاب میں دھکیل دینا، ان کے منہ پر تھپڑ دے مارنا یا کسی لڑکی یا لڑکے پر کوک کی پوری بوتل یا کیچڑ انڈیل دینا مذاق کی وہ صورت ہے جو لوگوں کی قوت برداشت و تحمل مزاجی کو آزمانے کے مصداق ہوتا ہے اور یقیناً ایسے پرینک گھر بیٹھ کر یوٹیوب دیکھنے والوں کو بھی ناگوار گزرتے ہیں۔ انہیں ان کا شکار ہونے والوں سے ہمدردی محسوس ہوتی ہے اور پرینک کرنے والوں کے لئے انتہائی غصے اور نفرت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اکثر پرینک جو خواتین بھی کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ انتہائی بیہودہ اور لغو ہوتے ہیں جنہیں ایک عزت دار اور حساس شخص شاید ہی برداشت کر پاتا ہو۔ پرینک کی ایک بھیانک صورتحال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب رات کی گہری تاریکی میں تاریک و سنسان رستوں پر پہلے سے ڈرے سہمے لوگوں کو بھوت پریت بن کر ڈرایا جاتا ہے۔ ایسی صورتحال انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے اور کمزور دل خواتین و حضرات کے لئے جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ مغربی ممالک میں کئے جانے والے اکثر پرینک ایسے ہی خوفناک و دہشت ناک ہوتے ہیں۔ جن پر لوگ درگزر سے کام لیتے ہیں لیکن بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے، حقیقت حال معلوم پڑ جانے کے باوجود پرینک کرنے والے کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالتے ہیں۔ حال ہی میں ایسا ہی ایک پرینک جو

ایک سعودی نوجوان نے اپنے جسم سے نقلی خود کش جیکٹ باندھ کر لوگوں کو ڈرانے کے لئے کیا اسے لوگوں کی شدید مذمت اور انتہائی غم وغصے کا سامنا کرنا پڑا۔(۱)

پرینک (prank) نامی "ویڈیو مذاق" سوشل میڈیا پر جہاں ایک طرف سستی تفریح کا ایک ذریعہ بنا ہے تو دوسری طرف اس سے معاشرے میں فساد کے نئے دروازے بھی کھل گئے۔ آج ہر تیسرا شخص اس کا نشانہ بنا ہوا ہے اور تشویش ناک بات یہ ہے کہ اس کے منفی اثرات نے پورے معاشرے کو متاثر کیا ہے۔ اب اس کی تفریح سے نقصان کہیں زیادہ بڑھ چکا ہے۔ اب "پرینک کے نام پر ایک ایسی انڈسٹری وجود میں آچکی ہے جو کسی بھی وقت کہیں بھی کسی کے ساتھ سنگین مذاق کر سکتی ہے۔ پہلے اس طرح کے مذاق صرف یکم اپریل کو اپریل فول کے طور پر کیے جاتے تھے، لیکن اب تو بات حد سے آگے بڑھ گئی ہے۔ اب کوئی بھی معزز فیملی کسی پارک، کسی شاپنگ مال اور کسی پبلک مقام پر محفوظ نہیں۔ اس عمل میں خفیہ کیمروں سے پہلے ویڈیوز بن رہی ہوتی ہیں۔ بھیس بدل کر کوئی پاس آتا ہے، اور عجیب عجیب سوال کرتا ہے۔ یہ سب کسی ویڈیو میں ریکارڈ ہو کر اگلے دن سوشل میڈیا کی نذر ہو جاتا ہے۔"(۲)

صرف لاہور میں پرینکس جھگڑوں پر پولیس نے گزشتہ ماہ ۷۷ مقدمات درج کئے۔ "حال کی بات کی جائے تو لاہور میں ۱۳ افراد پرینک کرنے کے دوران ایک ویڈیو ریکارڈ کر رہے تھے جس میں وہ بھوت بن کر لوگوں کو مذاقاً، ڈرانے کی کوشش کر رہے تھے، مگر جب انہوں نے لائٹن روڈ کے قریب ایک پارک میں موجود فیملی سے مذاق کرنے کی کوشش کی، تو صورتحال نے بدترین موڑ لے لیا۔ فیملی کے مردوں کو مذاق پسند نہیں آیا اور انہوں نے ان میں سے ایک کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا"۔(۳)

"پرینک کی ایک اور قسم، نوجوان لڑکوں کا لڑکیوں کے ساتھ بے ہودہ مذاق ہے۔ بعض لڑکیاں پرینک کرتے ہوئے انتہا کی بیہودگی بھی کر جاتی ہیں مثلاً ایک پرینک میں لڑکی چار لڑکوں کے پاس جا کر کھڑی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے میرے پیچھے کوئی لڑکا لگا ہے، مجھے تنگ کر رہا ہے، مجھے درمیان میں بٹھا لو۔ جس پر وہ ان کے ساتھ چپک کر بیٹھ جاتی ہے۔ یہ پرینکس دراصل جھوٹ، دھوکہ اور مذاق کی بدترین شکل ہیں، جو اس وقت نوجوانوں میں تیزی سے مقبول ہو رہے ہیں۔ ان بڑھتے ہوئے

---

۱) پرینک کی وباء اور ہمارا معاشرہ، فارینہ الماس۔
http://daanish.pk/31278

۲) کالم: اہداف کیسے حاصل ہوتے ہیں، عمار چوہدری، روزنامہ دنیا نیوز، تاریخ اشاعت ۲۰۲۰-۰۱-۰۲۔
https://dunya.com.pk/newweb/index.php/author/ammar-chaudhry/2020-01-02/29517/47297145

۳) "ڈان نیوز ۲۲ دسمبر ۲۰۱۹"۔

پرینکس کی وجہ سے شہریوں کی زندگیاں عذاب بنتی جارہی ہیں۔ کہیں بھی کوئی بھی ان کے ساتھ مذاق کر سکتا ہے اور یہ مذاق کسی شخص کی جان بھی لے سکتا ہے۔لاہور سمیت ملک کے بعض پارک، کالج اور یونیورسٹیاں ایسے ہیں جہاں پر یہ پرینکسٹرز صبح سے شام تک گدھوں کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں، ان کے شر سے کوئی بندہ کوئی پرندہ تک محفوظ نہیں رہتا۔"(۱)

ملک میں ان پرینکسٹرز کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر سر عام ایسے فحش پرینکس اور سنگین مذاق یونہی چلتے رہے اور ان پر پابندی نہ لگی تو مستقبل میں اس کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ لہذا حکومت وقت کو چاہیے کہ سد الذرائع کے طور پر ایسے عوامل کی روک تھام کو یقینی بنائے جو انسانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کو خطرے میں ڈالے کیوں کہ ان معاشرتی برائیوں سے سائبر کرائم کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔

## ٹک ٹاک پر غیر اخلاقی مواد کی تشہیر

ٹک ٹاک(TikTok) ۲۰۱۶ء میں لانچ ہونے والی موبائل اپلی کیشن ہے(۲) یہ چائینہ کی ایک کمپنی بائیٹ ڈانس(۳) کا پراڈکٹ ہے۔ یہ ایپ اپنے ذو معنی جملوں کی وجہ سے دنیا کی مقبول ترین ایپ بن چکی ہے۔"صرف دو سال میں اس اپلیکیشن کو ۵۰۰ ملین لوگوں نے لوڈ کیا ہے۔(۴) اس ایپ میں ہر قسم کی شارٹ ویڈیوز بنائی جاتی ہے جس کا دورانیہ پندرہ سیکنڈ ہوتا ہے۔ وڈیو میں ذو معنی الفاظ بولے جاتے ہیں، فلمی ڈائیلاگ پر ایکٹنگ(acting) کی جاتی ہے، گانے گائے جاتے ہیں، سنیں جاتے ہیں، اور لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان نیم عریاں لباس میں غیر اخلاقی جملوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ ٹِک ٹاک کا 'خطرناک پہلو' اس کا غیر مناسب مواد ہے جسے تفریح کے نام پر بچے بھی دیکھتے ہیں۔ اس ایپ کے ذریعے نہ صرف فحاشی بے پردگی، جنسی اور بے راہ روی کا مظاہرہ ہوتا ہے بلکہ مذہب اور اس کے شعائر کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے۔ عورتیں اس ایپ پر خوب بن سنور کر ویڈیو بناتی ہیں اور پھر اس کو نشر کر کے لوگوں کو دعوت عام دیتی ہیں۔ حالانکہ "اسلام نے عورت کو ایک ایسا تربیتی نظام دیا، جس میں اس کی بھلائی چھپی ہوئی ہے، اسلام میں عورت کی حفاظت کے خاطر اسے مسجد میں اذان اور

---

۱) کالم "پرینکس"، عمار چوہدری، روزنامہ دنیا نیوز، تاریخ اشاعت ۲۰۱۹-۰۷-۱۵۔

۲) ٹک ٹاک اسلامی تعلیمات کے تناظر میں، امانت علی قاسمی آستاذ و مفتی دار العلوم وقف دیو بند۔

https://www.jahan-e-urdu.com/tik-tok-and-our-society

3) ByteDance Ltd is a Chinese internet technology company headquartered in Beijing and incorporated in the Cayman Islands.(Yang, Yingzhi; Goh, Brenda (17 August 2021). "Beijing took stake and board seat in key ByteDance domestic entity this year". Reuters. Retrieved 27 July 2022) https://en.wikipedia.org/wiki/ByteDance#cite_note-:4-1

۴) پرینک کی وباء اور ہمارا معاشرہ، فارینہ الماس۔

http://daanish.pk/31278

اقامت سے روک دیا، حج کے دوران اونچی آواز میں تلبیہ کہنے سے روک دیا، تاکہ ان کی آواز غیر محرموں سے محفوظ رہے، اور دل میں ملال پیدا نہ ہو، لیکن جب اسی مذہب کی نوجوان لڑکیاں "ٹک ٹاک" پر ناچ رہی ہوں تو امت مسلمہ کی بربادی اسی میں مضمر ہے، اور ٹک ٹاک کی بیماری میں صرف لڑکیاں ہی نہیں بلکہ بچہ بچہ اس کا دیوانہ ہے، اور لڑکیوں کے ساتھ اپنی ویڈیو بناکر لوگوں میں شیئر کرتے ہیں اور اس گناہ کے کام میں لذت محسوس کرتے ہیں" (۱)۔

عورت کا اپنے فوٹوز اور ویڈیوز بنانا اور اسے لوگوں کے ساتھ شیئر کرنا نہ صرف اظہار زینت ہے بلکہ بے پردگی کا اظہار بھی ہے جو کہ شرعاً منع ہے جیسے اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح بناؤ سنگھار نہ کیا کرو"۔ (۲)

اظہار زینت، بے پردگی اور بے حیائی سے جہاں بے شمار مذہبی و اخلاقی نقصانات پیدا ہوتے ہیں تو ساتھ جرائم میں اضافہ بھی ہوتا ہے، وہ اس طرح سے کہ ان ویڈیوز اور تصاویر سے جب خواتین کو بلیک میل کیا جاتا ہے تو گھریلو تنازعات جنم لیتے ہیں۔ ایسے تنازعات میں بات طلاق سے شروع ہوتی ہے اور بسا اوقات خود سوزی و خودکشی تک جا پہنچ جاتی ہے، جس کے نتیجے میں کئی خاندان اجڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح اس ایپ سے جہاں ایک طرف چائلڈ پورنوگرافی کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے تو دوسری طرف سائبر کرائم کی شرح بھی بڑھتی جا رہی ہے۔

"ٹک ٹاک کے بے شمار نقصانات میں سب سے بڑا نقصان وقت کا ضیاع ہے۔ وقت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ وقت کو فضول کاموں میں گذارنے والے عنداللہ مجرم ہیں۔

قرآن مجید میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے "جو لغو (فضول) کاموں سے اعراض کرتے ہیں" (۳)

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں:

"وقت کا ضیاع موت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ وقت کا ضیاع آپ کو اللہ اور آخرت سے کاٹ دیتا ہے جبکہ موت آپ کو صرف دنیا اور اہل دنیا سے کاٹتی ہے"۔ (۴)

---

۱) ٹک ٹاک ایک بے حیائی فحاشی اور عریانیت، از عبدالرزاق سلطانی قاسمی
فروری 2019,1 WARAQU-E-TAZA ONLINE

https://waraquetaza.com

۲) الاحزاب: ۳۳۔

۳) المومنون: ۳۔

۴) الفوائد لابن القیم، دار الکتب العلمیہ، ص ۱۳۔

آپ ﷺ نے فرصت کو غنیمت جاننے کی تلقین فرمائی، ارشاد نبوی ہے:

"پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ صحت کو مرض سے پہلے۔ مالداری کو تنگ دستی سے پہلے۔ فراغت کو مشغولیت سے پہلے۔ اور زندگی کو موت سے پہلے"۔(۱)

حدیث میں ہے:

«لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ»(۲)

"ابن آدم اس وقت تک اللہ کے سامنے سے ہل نہیں سکے گا جب تک وہ پانچ سوالات کا جواب نہ دے۔ پہلا سوال زندگی سے متعلق ہوگا کہ تو نے اسے کن کاموں میں صرف کیا۔ دوسرا سوال جوانی سے متعلق ہوگا کہ جوانی کن کاموں میں لگائی"۔

اسی طرح شریعت اسلامیہ ہمیں لایعنی کاموں سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتی ہے اور لایعنی کاموں سے اجتناب کو انسان کے اسلام کا حسن قرار دیتی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا فرمان ہے:

«من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه »(۳)

"کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے"۔

ٹک ٹاک کے استعمال میں لوگ اعلانیہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق حدیث ہے:

«كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ»(۴)

" میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا سوائے ان گناہگاروں کے جو علی الاعلان گناہ کرتے ہیں"۔

مندرجہ بالا آیات اور احادیث سے وقت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام وقت کے ضیاع سے بچنے اور فرصت کو غنیمت جاننے کی تلقین کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لایعنی کاموں سے اجتناب کو کسی شخص کے اسلام کی خوبی شمار کیا گیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ٹک ٹاک کے استعمال میں لوگ نہ صرف وقت کا ضیاع کرتے ہیں بلکہ اپنے گناہوں کی تشہیر بھی کرتے ہیں جس سے معاشرے میں نت نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ "ٹک ٹاک، سوشل میڈیا کا ایک بڑھتا ہوا فتنہ ہے جس کا بنیادی

---

۱) مستدرک، محمد بن عبداللہ بن حمدویہ بن نعیم، دار الکتب العلمیہ، حدیث: ۷۸۴۶۔

۲) سنن ترمذی حدیث: ۲۴۱۶۔

۳) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۱۷، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۹۷۶۔

۴) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۰۶۹۔

مقصد بے حیائی کو فروغ دینا ہے، اس کے مختلف مفاسد اس وقت سامنے آ چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے بہت سے ممالک نے اس کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے اور نوجوان نسل پر اس کے برے اثرات کو دیکھتے ہوئے اس پر پابندی عائد کی ہے"۔(۱)

"رواں سال اپریل میں انڈیا کی ریاست تامل ناڈو کی ایک عدالت کے فیصلے بعد ٹک ٹاک کو چائلڈ پورنو گرافی اور بچوں کا جنسی استحصال کرنے والوں تک رسائی میں مدد دینے کے الزامات کے باعث اس پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ امریکی اداروں کی جانب سے بھی اس ایپ کو قومی سلامتی کے لیے خطرہ قرار دیا جارہا ہے اور پاکستان میں بھی اس پر وقتاً فوقتاً پابندی کا مطالبہ کیا جاتا رہا ہے۔ رواں برس اگست میں ایڈووکیٹ ندیم سرور کی جانب سے لاہور ہائی کورٹ میں بھی ایک پٹیشن داخل کی گئی تھی جس میں ٹک ٹاک پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ سوشل میڈیا پر بھی متعدد افراد اس ایپ پر بے حیائی پھیلانے اور پاکستان کے معاشرتی اقدار کو نقصان پہنچانے کا الزام عائد کرتے ہیں"۔(۲) سائبر کرائم کا یہ بڑھتا ہوا ذریعہ معاشرتی اقدار کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ "غرض کہ یہ ایپس سراپا شر ہیں، ان میں خیر کا ذرا سا بھی پہلو نہیں ہے"۔(۳) اس لئے اس طرح کی ایپس کے نقصانات اور مفاسد سے بچنے کے لیے حکومت کو سد الذرائع کے طور پر اس پر پابندی عائد کرنی چاہیے جیسے کہ انڈونیشیا اور بنگلہ دیش اس ایپ پر پابندی عائد کر چکے ہیں۔ حکومت، حکام بالا اور پالیسی ساز ادارے اس معاملے میں سد الذرائع کے طور پر ایسے اصول و قوانین بنائیں جیسے کہ امریکا میں بچوں کو نقصان دہ آن لائن مواد سے بچانے کے لیے ضابطے بنائے گئے ہیں (جسے چلڈرن آن لائن پرائیویسی پروٹیکشن ایکٹ (۴) بھی کہتے ہیں) تاکہ فحاشی کے اسباب و محرکات کا نہ صرف خاتمہ کیا جا سکے بلکہ بچوں کو سائبر کرائم کا شکار ہونے سے بھی بچایا جا سکے۔

---

۱) پریبنک کی وباء اور ہمارا معاشرہ، فارینہ الماس۔

http://daanish.pk/31278

۲) بی بی سی اردو نیوز ۲۷ جنوری ۲۰۲۰۔

https://www.bbc.com/urdu/entertainment-50850911۔

۳) ٹک ٹاک ایپ اسلام کی نظر میں، تحریر: عمر اثری سنابلی، اکتوبر ۲۴، ۲۰۱۸۔ محدث فورم۔

4) Children's Online Privacy Protection Act of 1998, 15 U.S.C. 6501–6505
Rule Summary:COPPA imposes certain requirements on operators of websites or online services directed to children under 13 years of age, and on operators of other websites or online services that have actual knowledge that they are collecting personal information online from a child under 13 years of age. (Federal trade commission protection Americans Consumers,official website of the United States government)
https://www.ftc.gov/legal-library/browse/rules/childrens-online-privacy-protection-rule-coppa

## موبائل فون اور انٹرنیٹ کا بے جا استعمال

آج کے دور میں موبائل فون اور انٹرنیٹ ایک اہم و بنیادی ضرورت بن چکا ہے۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ کے استعمال میں جہاں بے شمار فوائد ہیں وہاں یہ اپنے اندر مفاسد کا پہلو بھی لئے ہوئے ہے۔ تعلیم، تجارت، مواصلات اور اقتصادیات کے شعبہ کے لئے اگرچہ یہ مفید ہے لیکن بسا اوقات اس کے غلط استعمال سے بہت سی خرابیاں اور مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ کا مثبت اور تعمیری استعمال بلاشبہ مفید اور وقت کی ضرورت ہے، لیکن نوجوانوں کی اکثریت میں اس کا غلط اور منفی استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔ معاشرے میں پھیلتی بے چینی، بے راہ روی اور دیگر مسائل کے سر اٹھانے میں انٹرنیٹ اور موبائل کے بے جا اور غیر ضروری استعمال کا اہم کردار ہے۔ اس کے ذریعے نوجوان نسل مخرب اخلاق اور منفی سرگرمیوں میں ملوث ہو کر اپنا قیمتی وقت اور ذہنی و جسمانی صلاحیتیں ضائع کر رہے ہیں۔ نئی نسل کے لئے اس کے منفی پہلوؤں اور منفی استعمال سے بچنا تقریباً ناممکن ہوتا جارہا ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ جس قدر سود مند ہیں وہیں اس کے بے جا استعمال سے معاشرے کو کئی ایک مسائل اور چیلنجز کا سامنا در پیش ہے۔ جیسے کہ اس کے استعمال سے اخلاقی قدروں کے ساتھ ساتھ ذہنی و جسمانی صلاحیتوں پر کاری ضرب لگتی ہے۔ اگر بطور سد الذرائع اس کے برے اثرات سے بچنے کی تدابیر نہیں کی گئیں تو اس کے مفاسد اخلاقی قدروں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلنے والی برائیوں کی فہرست طویل ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ بچوں کی دسترس میں آجانے کی وجہ سے بچے جنسی جرائم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ بچوں میں انٹرنیٹ کے استعمال کی بڑھتی ہوئی عادت سے بچوں سے جنسی تلذذ حاصل کرنے والے مجرمین کے لیے سازگار مواقع بے حد بڑھ گئے ہیں۔ موبائل فون جن میں کیمرا اور ویڈیو کی سہولت موجود ہے اور جن میں ویڈیوز محفوظ کرنے کی بے شمار جگہ ہوتی ہے۔ اس کے نقصانات اور منفی اثرات عام موبائل کے مقابلے میں کئی گناہ زیادہ ہیں۔ بچے چھوٹی عمر سے ہی ایسی مخرب اخلاق اور منفی چیزیں دیکھنا شروع کر دیتے ہیں جو ان کے غیر پختہ ذہن کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ہوتی ہیں۔ ان میں پورنوگرافی (Pornography) سر فہرست ہے۔ اسی وجہ سے بچوں میں اخلاقی جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو جنسی جذبات کی تسکین کا سامان نوجوان انٹرنیٹ سے ہی حاصل کرتے ہیں۔ جیسے کہ ”فرینڈ شپ کلب“ بھی جنسی خواہشات کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔ ”ویب کیمرہ“ کے ذریعے زنا تک کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے ”آن لائن قحبہ گری“ کا پیشہ بھی چلایا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ وغیرہ سے مجازی جنسی عمل (virtual sex) کرتے کرتے حقیقی عمل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ طلب لذت اور تسکین شہوت کے لیے جنسی عمل کا رجحان بڑھتا ہے تو خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔ مغربی ممالک بالخصوص امریکہ کی عبرت ناک مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جنسی بے راہ

روی، ذہنی سکون اور قلب کا اطمینان چھین لیتی ہے۔اس طرح کی برائی میں ملوث افراد ڈپریشن (depression) کا شکار ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات خود کشی کی نوبت آجاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا مفاسد کے پیش نظر پنجاب کے تعلیمی اداروں میں موبائل فونز اور سوشل میڈیا کے استعمال پر بطور سد ذرائع پابندی کا باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا ہے۔ڈائریکٹوریٹ آف پبلک انسٹرکشن پنجاب کی جانب سے نوٹیفکیشن کے مطابق اسکولز میں موبائل اور سوشل میڈیا کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔نوٹیفکیشن میں کہا گیا ہے کہ ۱۶ سال سے کم عمر کے طالبعلم تعلیمی اداروں کی حدود میں موبائل نہیں لا سکتے، جب کہ موبائل لانے والوں کیخلاف تادیبی کارروائی ہو گی۔ نوجوان موبائل فون کے استعمال کے ذریعے منشیات فروشوں سے رابطے میں آتے ہیں جس سے نہ صرف ان نوجوانوں کا مستقبل تباہ ہونے کا خطرہ رہتا ہے بلکہ تعلیمی اداروں کے ماحول پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔اس لئے تعلیمی اداروں میں نوجوانوں کو منشیات کی لعنت سے دور رکھنے کے لیے بطور سد ذرائع یہ ضروری ہے کہ ۱۶ سال سے کم عمر بچوں کے موبائل فون اور سوشل میڈیا تک رسائی کے دیگر ذرائع پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔ عموماً یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ طلباء کلاس میں توجہ دینے کے بجائے موبائل فون استعمال کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا تعلیمی گریڈ متاثر ہو جاتا ہے اور آگے وہ اپنی تعلیم مکمل نہیں کرتے ہیں۔

## کالز انٹرنیٹ اور ایس ایم ایس کے سستے ترین نائٹ پیکجز

موبائل فون کمپنیز نے جہاں مختلف پیکجز سے رابطوں کو فروغ دیا، وہاں اس کے ذریعے معاشرے میں فساد کے فروغ میں خاطر خواہ اضافہ بھی ہوا جو کسی ذی شعور سے مخفی نہیں۔ مختلف قسم کے ایزی پیکجز کے غلط استعمال نے دھمکی آمیز پیغامات کی ترسیل، غیر اخلاقی گفتگو اور فحش پیغامات و فحش مواد کے فروغ کی راہیں ہموار کیں بالخصوص رات بارہ بجے کے بعد کم قیمت پر نیٹ، میسجز اور فون کالز کی سہولت نے نہ صرف نئی نسل کو بے راہ روی کی راہ پر گامزن کیا بلکہ ان کے اخلاقی انحطاط کا باعث بھی بنا، جس سے مسلم معاشرہ کا اخلاقیات مغربی طرزِ حیات میں ڈھلتا جا رہا ہے۔

"مختلف فری کالز اور فری ایس ایم ایس بنڈلز آفرز سے نوجواں نسل ساری ساری رات کالز اور ایس ایم ایس پر لگے رہتے ہیں جس کی وجہ سے نیند پوری نہ ہونے کی صورت میں صحت پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ان پیکجز سے ہماری نوجوان نسل پر بڑے اثرات مرتب ہو رہے ہیں پھر ان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی اکثریت شعبہ تعلیم سے منسلک ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے ان کے لئے

موبائل کے استعمال سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے۔اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ کالجز جہاں موبائل کے استعمال پر کوئی روک ٹوک نہیں پابندی نہیں وہاں طلباء دوران لیکچر ایس ایم ایس یا گیم سے مستفید ہو رہے ہوتے ہیں"۔(۱)

اس لئے اس پرفتن دور میں فری کالز اور تھری جی اور فور جی کے سستے ترین پیکجز پر پابندی ہونی چاہیے کیونکہ ایک طرف یہ نوجوانوں کی صحت تعلیم اور اخلاق کو بگاڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں تو دوسری طرف اس قسم کے ذرائع سے نہ صرف معاشرتی اور نفسیاتی خرابیاں جنم لے رہی ہیں بلکہ معاشرتی بگاڑ کی بدولت ،سائبر کرائم کی شرح بھی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وہ ذرائع ہیں جو کانوں اور آنکھوں دونوں کو لذت کا سامان مہیا کرتے ہیں جبکہ ہر ایجاد اسلامی اُصولوں اور شرعی حدود کی پابند ہے کیونکہ کان آنکھ دل سب کی بازپرس ہوگی۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾-(۲)

"اور کان آنکھ اور دل ان میں ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾-(۳)

"اور کوئی انسان ایسا بھی ہے جو اللہ کی راہ سے غافل کرنے والی باتیں خریدتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے دوسروں کو گمراہ کریں اور اللہ کے راستے کا مذاق اڑائے،ایسے ہی لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے"۔

نوجوان نسل کو اس سے بچانے کی ذمہ داری والدین،اساتذہ،میڈیا اور بحیثیت مجموعی تمام معاشرے پر عائد ہوتی ہے کہ وہ نوجوان نسل کی عمر کے اس نازک دور میں رہبری اور راہ نمائی کا سنجیدگی اور سرگرمی سے مظاہرہ کریں۔نوجوان نسل کی دینی تربیت کا خصوصی اہتمام کریں۔بچوں کو اخلاقی بگاڑ اور سماجی خرافات سے بچانے کے لئے دینی تربیت کو لازمی بنائیں کیونکہ دینی فکر سے انسان اچھے اور برے میں تمیز کے لائق بنتا ہے۔اس کے لیے جہاں حکومت کی طرف سے پالیسی سازی کی ضرورت ہے،وہاں خاندان کے بڑوں کی جانب سے نگرانی کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ارباب حل وعقد انٹرنیٹ

---

۱) نوائے وقت شمارہ،۱۲اپریل ۲۰۱۴،حنا سراج،لاہور گیریژن یونیورسٹی۔

۲) الاسراء:۳۶۔

۳) لقمان:۶۔

اور موبائل کے ذریعے فحاشی اور عریانیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بطور سدالذرائع سائبر کرائم کے قوانین میں ایسے مؤثر اُصول وضع کرے جو نہ صرف سستے ترین پیکجز کا خاتمہ کرے بلکہ سماج سے ایسے عوامل کی حوصلہ شکنی بھی کرے جو اخلاق کو بگاڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔اس سلسلے میں والدین کو بطور سدالذرائع چاہیے کہ اپنی اولاد کو 'گھر میں کمپیوٹر' پر تنہا نہ چھوڑیں اور موبائل و کمپیوٹر کی ہسٹری کو وقتاً فوقتاً چیک کیا جائے۔ بطور سدالذرائع گھر کے کچھ اصول و ضوابط مقرر کریں۔گھر کے تمام آلات (ڈیوائسس) پر parental control لگائیں۔ان آلات میں ایسے سوفٹ سافٹ ویئر کو انسٹال کریں جو ایسے ذرائع کا سد باب کرے اور مخرب اخلاق اور غلط مواد تک رسائی کو روک دے۔ نوجوانوں کو اسوہ رسول اکرمؐ سے آگاہ کر دیا جائے اور اسوہ حسنہ کو بطور ماڈل اپنانے کی تعلیم و ترغیب دی جائے تو یہی انٹرنیٹ اور موبائل فون جو اپنے آپ میں بربادی اور ہلاکت کے سامان چھپائے بیٹھے ہیں انسانیت کی فوز و فلاح کا ذریعہ بن جاسکتے ہیں۔

## غیر ملکی کارٹونز کے بچوں کی نفسیات پر اثرات

کارٹونز پر مبنی فلمیں بچوں کی تعلیمی جسمانی اور ذہنی تربیت میں جہاں خاص کردار ادا کرتے ہیں تو وہاں یہ ان کی تفریح کا اہم ذریعہ بھی ہے۔کارٹونز کی اہمیت کا اندازہ بچوں کے رویے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کارٹونز کے ذریعے بچے نمبرز ،جیومیٹری ،ڈرائنگ اور آرٹ کے رنگ جلد سیکھ جاتے ہیں ۔اس لیے کہ رنگین مناظر سے بھرپور متحرک کارٹونز بچوں کے لیے سیکھنے کے عمل کو بہت دلچسپ اور آسان بناتے ہیں جس سے بچوں میں تخلیقی و لسانی صلاحیت کے فروغ میں مدد ملتی ہے۔کارٹون دیکھنے سے بچوں کی نفسیات پر جہاں مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، تو دوسری طرف یہ بچوں میں جنسی بے راہ روی، بے رحمی، جارحیت، بداخلاقی بدتمیزی، تشدد پسندی کو فروغ دیتے ہیں۔ قتل و غارت، مار دھاڑ اور خونریزی پر مبنی کارٹونز بچوں کی نفسیات پر اثرانداز ہو کر انہیں جھگڑالو اور ضدی بناتے ہیں کیونکہ ان کارٹونز سے بچے بہت جلد اثر قبول کرتے ہیں اور پھر ان منفی سرگرمیوں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بدقسمتی سے جہاں ایک طرف بھارتی کیبل اور چینلز کا لامتناہی جال بچھا ہوا ہے، تو دوسری طرف اس کے مقابل پاکستانی کارٹون ٹی وی چینل نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ سے اکثر بچوں میں غیر ملکی اور بھارتی چینلز کے دیکھنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ بھارتی ڈبنگ پر مبنی یہ چینل ہمارے ملک میں نہ صرف ہندوانہ ثقافت و رسم و رواج کو فروغ دیتے ہیں بلکہ یہ ہمارے اساسی نظریات کے خلاف معصوم بچوں کے ذہنوں میں زہر بھی اگلتے رہتے ہیں۔اگر دیکھا جائے تو نتائج کے اعتبار سے مختلف قسم کے یہ کارٹون سیریز بچوں پر مختلف اثرات مرتب کرتے ہیں۔ جیسے بچوں میں پسند کئے جانے والے کارٹونز سیریز اور فلموں میں "چھوٹا بھیم"، "ڈورے مون"، "فروزن"، "باربی"، "اسپائیڈر مین"، "بیٹ مین" بہت مشہور ہیں۔ ان مذکورہ سیریز میں ہر کارٹونک پروگرام بچوں کے لیے زہر آلو حیا سوز اور اخلاق سوز ہے جیسے کہ ڈورے مون کے خلاف مختلف ممالک میں احتجاجی

مظاہرے بھی ہوئے۔اسی طرح موٹو پتلو(۱) کارٹون جو نہ صرف مکمل طور ہندوانہ کلچر کی عکاسی کرتا ہے بلکہ بچے اسے دیکھنے کے بعد ایک دوسرے کو بڑے شوق سے ہندوانہ ناموں سے پُکارتے بھی ہیں اور اس سے خوشی محسوس کرتے ہیں گویا کہ ہمارے بچوں کی تربیت والدین نہیں بلکہ یہ ہندوانہ کارٹون کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ "آج کے بچے اسپائیڈر مین اور بیٹ مین بننا چاہتے ہیں اور بچیاں فروزن اور باربی کو آئیڈیالائز کرتی ہیں۔بچوں کا معصوم ذہن اپنی ضرورت کی تمام چیزوں میں ان کرداروں کو دیکھنا چاہتا ہے اور یہ سب بازار میں بآسانی میسر بھی ہے۔خواہ ان کے کپڑے ہوں، بستہ ہو، لنچ باکس ہو، پانی کی بوتل ہو، جوتے ہوں یہاں تک کے ان کی اسٹیشنری ہو۔چین سمیت تقریبا دنیا کے کافی ممالک میں تصاویر والی اشیاء اسکول لانے پر پابندی ہے جس کی وجہ سے بچے پوری توجہ سے کام کرتے ہیں۔ان کا دھیان نہیں بٹتا"۔(۲)

زیادہ تر کارٹونسٹ چونکہ یہود و نصاریٰ اور بت پرست ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنے دھرم کے مطابق مناظر دیکھاتے ہیں تاکہ بچوں کی ذہن سازی ہوسکے۔خاص کر ان کارٹونز کے ذریعہ بچوں کے عقائد کو خراب کیا جاتا ہے مثلاً کسی میں جادو کی اثر انگیزی کو دکھلایا جاتا ہے، کسی میں دکھلایا جاتا ہے کہ بت مشکل کشا ہے، کسی سیریز میں درخت کو قاضی الحاجات کا درجہ دیا جاتا ہے، کسی میں صلیب اور شرکیہ اعمال کے فوائد دکھلائے جاتے ہیں اور اس طرح بہت سے کارٹونز کو غیر اسلامی اور شرم وحیائی سے عاری لباس میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ بے حیائی عام ہو جائے۔

"بہت سے کارٹونز میں جرائم کرنے اور ان کے برے انجام سے بچنے، اسی طرح جھوٹ بول کر بچنے کے مناظر دکھلائے جاتے ہیں جن سے بچے میں جرم کرنے اور جھوٹ بولنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔وقت کا ضیاع: بچوں کا جو وقت زبانی، تخلیقی، فنی، اور سماجی صلاحیتوں کے پروان چڑھنے کا تھا، اب اس کا یہ وقت بے کار کارٹونوں کی نذر ہو جاتا ہے۔بعض کارٹونس ایسے ہوتے جن میں بڑوں کی اور والدین کی توہین اور ان کے ساتھ بیہودہ مذاق وبد تمیزی کرتے دکھایا جاتا ہے جس سے بچوں میں اکرامِ مسلم اور عظمتِ والدین کے بجائے نافرمانی اور ہٹ دھرمی ان کے ذہن میں پیوست ہو جاتی ہے"۔(۳)

حکومت وقت اور متعلقہ ادارے اس حوالے سے نوٹس لیں بالخصوص پیمرا کو ایسے انڈین ٹی وی چینلز کی نشریات پر جن کے ذریعہ نوجوان نسل پر برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور ان چینلز کی نشریات پر جن پر کارٹونز کے ذریعہ بچوں کے عقائد پر

---

۱)

Milligan, Mercedes (19 May 2016). "Cosmos-Maya Leads Regional Animation Production". Animation .Magazine. Archived from the original on 17 November 2016. Retrieved 16 November 2016

۲) "کارٹونوں کی دنیا میں"، نوشین صدیقی، ۱۶ اپریل ۲۰۱۷۔

https://daleel.pk/2017/04/16/39496

۳) https://daleel.pk/2019/05/19/101708

حملے ہو رہے ہیں کے خلاف ایکشن لینا چاہیے اور ان پر پابندی عائد کرنی چاہیے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اپنا کردار ادا کرتے ہوئے تمام میڈیا گروپس کو ضابطہ اخلاق کا پابند کرے کہ ایسے پروگرام نشر نہ کئے جائیں جس سے پاکستان کی نظریاتی اساس کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ محض چند ویب سائٹس بند کرنے سے یہ مفاسد ختم نہیں ہو سکتے، جب تک اس حوالے سے سد الذرائع کے طور پر واضح اصول وضع نہ کیے جائیں۔انڈین ٹی وی چینلز کو کنڑول کرنا ہماری نئی نسل کی بہتری کے لئے بہت ضروری ہے۔ ان تمام خطرات سے بچنے کے لئے والدین کو بھی چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ مناسب وقت گزاریں، ان کو ٹی وی کے سپرد کر کے خود کو بری الذمہ نہ سمجھیں، اور ان پر کڑی نظر رکھی جائے۔

حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ سد الذرائع کے طور پر ان حیاسوز اور مخرب اخلاق چینلز پر سرکاری طور پر پابندی عائد کردے تاکہ مذکورہ مفاسد کو روکا جاسکے۔ بچوں کو متبادل طور پر اسلامک کارٹون غلام رسول سیریز اور "عبدالباری کے نام سے بھی کارٹون تیار کیے جارہے ہیں، جو اسلامی تعلیمات پر مبنی ہوتے ہیں مذکورہ بالا کے بجائے اپنے بچوں کو یہ دکھادینے چاہیے تاکہ بچے اسلامی تعلیمات کے ساتھ آداب بھی سیکھتے رہیں۔ اس لیے اب والدین کی ذمے داری ہے کہ وہ اللہ کے فرمان کو مدنظر رکھ کر اپنے بچوں کی تربیت اور ان کی شخصیت سازی کی فکر کریں، انہیں احکام الٰہی، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قصے بتائیں"۔(۱)

## میڈیا اور سوشل میڈیا پر غیر اخلاقی اشتہارات

کیپٹلزم کی کوکھ سے جہاں مادیت پرستی معرض وجود میں آئی، تو دوسری طرف دولت کے حصول میں ہوس پرستی نے مسابقت کا ایک نیا بازار گرم کردیا۔ مقابلے بازی کی اس دوڑ میں کارپوریٹڈ کمپنیوں نے اپنے اشتہارات کی چمک دمک سے وہ طوفان برپا کردیا جس نے اخلاقیات کی ہر حد پار کردی۔اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آج ان کمپنیوں نے خریداروں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے نہانے کے صابن سے لیکر آٹے دال اور بسکٹ کی تشہیر تک عورت کے رقص کا سہارا لیا۔ ایسا لگتا ہے کہ اشتہار انڈین فلم ہے جس کا مرکزی کردار عورت کی نمائش ہے۔ ناچ گانے کے مناظر پر مبنی یہ اشتہارات جہاں معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینے کا سبب بن رہے ہیں، تو دوسری طرف یہ اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔ان اشتہارات کا مقصد اب مصنوعات کی تشہیر نہیں بلکہ مستورات کی تشہیر بن چکا ہے۔ یہ اخلاقی ناسور اب ہمارے ملک کی میڈیا اور اس کے سرمایہ داروں کی مشترکہ ملی بھگت اور نفسیاتی بیماری بن چکی ہے۔ حکومت بطور سد الذرائع

(۱ https://daleel.pk/2019/05/19/101708

ایسے اصول وضع کرے کہ کوئی بھی کمپنی اپنی پراڈکٹس فروخت کرنے کے لئے فحش اشتہارات کا سہارانہ لے بلکہ خرید و فروخت کے وقت اسلامی اور ملکی روایات کو ملحوظ رکھے۔

"اس حوالے سے جو انتہائی گھٹیا حرکت کی جاتی ہے وہ خواتین کی فحش تصاویر کے ساتھ ان سے متعلقہ کوئی چیز کا اشتہار ہوتا ہے۔آپ فیس بک استعمال کرتے ہیں، تو ٹائم لائن پر چند پوسٹوں کے بعد آپ کے سامنے جنسی کھلونوں کے اشتہارات آجاتے ہیں۔ایک افریقی ملک نے باقاعدہ اس حوالے سے قانون سازی کی ہے۔کیونکہ ان کے ہاں یہ کھلونے اس قدر مقبول ہو چکے ہیں کہ کوئی بھی نوجوان شادی کرنے کو تیار نہیں یا شاید قابل نہیں۔یہ اب باآسانی دستیاب ہیں اور اکثر اشتہارات ہی ان کے ہوتے ہیں۔ان کی واضح اور نمایاں تصاویر کے ساتھ اشتہارات دیئے جاتے ہیں۔کوئی بھی باشعور انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ اس رجحان کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔دوسری طرف آن لائن شاپنگ نے اس کو انتہائی آسان بنا دیا ہے۔ فحش تصاویر کے ساتھ ان کے اشتہارات سوشل میڈیا ویب سائٹس پر دستیاب ہیں۔ جنسی صحت سے متعلق ادویات بغیر کسی قانون ضابطے کے فروخت ہو رہی ہیں۔ کسی بھی ادارے کے چیک اینڈ بیلنس کے بغیر ان ادویات کے استعمال سے کتنے انسان موذی بیماریوں کا شکار بننے کے ساتھ ساتھ بہت سے جان کی بازی ہار رہے ہیں۔وسائل کے ضیاع اور انسانی جانوں کے اس قتل عام کے بارے کسی کو احساس تک نہیں ہے۔اسی طرح جنسی کھلونوں کی مقبولیت آنے والے عرصے میں کیا گل کھلائے گی، کوئی بھی اس بارے سوچ نہیں رہا۔ یہ ایک خاموش زہر ہے جو کہ انجانے میں پھیلایا جارہا ہے۔صرف کلک حاصل کرنے کے لئے ہر چیز کے اشتہار کو فحش سے فحش ترین بنایا جاتا ہے تاکہ نوجوان نسل کو مائل کیا جا سکے"۔[1] پی ٹی اے کو ایسے اشتہارات روکنے کے لئے سد الذرائع کے طور پر اقدامات اٹھانے چاہیے۔ سوشل میڈیا کو کاروباری مقاصد کے لئے ضرور استعمال کیا جائے لیکن اس سے اخلاقی قدروں کو پامال نہ کیا جائے۔حال ہی میں ایک بسکٹ کے لئے بنایا گیا نیا کمرشل نشر کیا گیا جس میں ایک اداکارہ مختصر ملبوسات میں ڈانس کرتے ہوئے نظر آرہی تھی۔پیمرا نے کمرشل پر پابندی لگاتے ہوئے جاری نوٹس میں لکھا کہ بسکٹ اور دیگر اشیاء کے لیے ایسے فحش اشتہارات بنانے سے گریز کیا جائے اور اسی طرح کے مواد پر مبنی کمرشل بنانے کی قطعی اجازت نہیں ہے۔پیمرا کی جاری کردہ ایڈوائزری میں کہا گیا کہ یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ سیٹلائٹ ٹی وی چینلز پر نشر ہونے والی عام مصنوعات جیسا کہ بسکٹس، سرف وغیرہ کے اشتہارات کا مواد

---

۱) کالم: سوشل میڈیا پر فحش اشتہارات اور جنسی کھلونوں کی تشہیر، پروفیسر محمد عاصم حفیظ، ۲جولائی ۲۰۱۸

/https://www.humsub.com.pk/145069/asim-hafeez-6

ان مصنوعات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اتھارٹی نے کہا کہ یہ رجحان ناظرین میں بے سکونی اور ان کے طرز عمل کو متاثر کرنے میں فروغ دے رہا ہے۔ یہ نہ صرف عام طور پر شائستگی کے قابل قبول معیارات کی خلاف ورزی ہے بلکہ پاکستانی معاشرے کی سماجی و ثقافتی اقدار کی بھی خلاف ورزی ہے(۱)۔ مادیت پرستی کے دور میں جہاں مسابقت کے حالات اس نہج پر آجائے کہ معمولی پروڈکٹ کے اشتہار کے لیے بھی پورے منظم مجرے کو منعقد کرنا پڑ جائے تو یہ کسی المیہ سے کم نہیں کیونکہ یہاں سے تو اخلاقی جرائم کو راہ داریاں ملتی ہیں۔ جب کسی جگہ گناہ کو میڈیا پر اتنی جرات و اہتمام اور پروٹوکول سے کیا جائے، تو ایسے معاشرے میں جرم کی حیثیت تو معمولی رہ جاتی ہے وہاں پھر وعظ و نصیحت اور اخلاقیات کا درس کام کرنا چھوڑ دیتا ہے کیونکہ جب خالق کا ڈر ختم ہو جائے تو انسانی قانون کی حیثیت مکڑی کے جالے سے بھی کم ہو جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے سد الذرائع کا کلیدی کردار شروع ہوتا ہے۔ سد الذرائع کا اصول ایسے متوقع جرائم کو بھی روکتا ہے، اور ان کا جڑوں سے خاتمہ کر دیتا ہے۔ اس ضمن میں حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ سد الذرائع کے طور پر پیمرا کو پابند کرے کہ وہ ایسے اصول وضع کرے جو مذکورہ مفاسد کو روک سکے مثلاً سیٹیلائٹ ٹی وی چینلز کی ان ہاؤس مانیٹرنگ کمپنی کو بطور سد الذرائع اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ ایسے اقدامات بروئے کار لائے جس سے غیر اخلاقی اشتہارات کی حوصلہ شکنی ہو تاکہ صارفین کو کنزیومرزم کی تباہی سے بھی بچایا جاسکے۔

## مجرمانہ کردار پر مبنی آن لائن یا الیکٹرانک گیمز

عصر حاضر میں بچوں کے انٹرٹینمنٹ میں آن لائن ویڈیو گیمز یا الیکٹرانک گیمز کا ایک اہم کردار ہے۔ الیکٹرانک ویڈیو گیمز کے جہاں کچھ فوائد ہیں، تو دوسری طرف اس کے جسمانی، نفسیاتی، روحانی اور معاشرتی نقصانات بھی ہیں۔ زیادہ تر کمپیوٹر گیمز بچوں میں منفی اثرات پیدا کرتے ہیں۔ ان کے رویے میں جارحیت اور تشدد کے ساتھ اڈیکشن کا عنصر شامل کرتے ہیں۔ گیمز میں زیادہ تر کرداروں میں قتل و غارت، ڈاکہ زنی، دہشت گردی، شراب نوشی، فحاشی، عریانی اور بداخلاقی کی مشق و ترغیب دی جاتی ہے جو بچوں کی تربیت پر نہ صرف گہرا اثر چھوڑتے ہیں بلکہ ان میں لاشعوری طور پر جرائم کی ترغیب کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ ایسی مجرمانہ اور مخرب الاخلاق ویڈیو گیمز میں چند مشہور اور سرفہرست گیمز کے نام یہ ہیں:

Grand Theft Auto ،Call Of Duty ،Mediafire،PUBG, Resident Evil,The Walking Dead,Blue Whale.

اگر دیکھا جائے تو یہ مذکورہ گیمز نہ صرف سائبر کرائم کے فروغ کا باعث ہیں بلکہ جنسی جرائم کے پھیلاو کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔ ان گیمز کا گرافکس اور ڈیزائنگ نہ صرف مجرمانہ ہے بلکہ بے حیائی پر بھی مبنی ہے، جو بچوں کی کردار سازی کے لئے

---

(۱) https://www.dawn.com/news/1583559

زہر قاتل ہے۔اس طرح کے گیمز کے ذریعے بچوں کے سادہ اذہان کو پراگندہ کیا جارہا ہے،تاکہ انہیں جنسی جرائم کی طرف راغب کیا جاسکے۔ان گیمز کا بے پناہ استعمال اور اس کے اندر مجرمانہ کردار کے منفی اثرات بچوں کے نفسیاتی مسائل کا سبب بن رہے ہیں۔بچوں میں ان گیمز کا جنون اور بڑھتا ہوا رجحان ان کی شخصیت پر اثرانداز ہو رہا ہے۔ان آن لائن گیمز نے نوعمر بچوں کو اپنا شکار بنا کر انکی ترجیحات کو یکسر بدل دیا۔ایک طرف ان گیمز کے مضر اثرات ان کی صحت پر پڑتے ہیں تو دوسری طرف ان کی تعلیمی سرگرمیاں بھی اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ان گیمز کی بے ہنگم استعمال سے بچوں میں جسمانی و سماجی مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔

ایک پب جی(۱) گیم کی ہی مثال کافی ہے جو بچوں اور نوجوان نسل کو تباہ کرنے کے لیے اغیار کا ایک خطرناک ہتھیار ہے۔

"پب جی جو اس وقت دنیا بھر میں بڑے پیمانے پر کھیلا جارہا ہے، بچے ہوں کہ بڑے، سبھی اس کے جنون میں مبتلا نظر آرہے ہیں جس کو اس کی لت لگ جاتی ہے، وہ دن ہو کہ رات، شام ہو کہ سحر، سفر ہو کہ گھر ہو، یا باہر بس بپ جی ہی کی دنیا میں مست و مگن رہتا ہے اور اسی کو اپنی دنیا سمجھتا ہے۔نوجوان اور بچے اس میں اپنے وقت کو ضائع کرکے اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے بجائے تاریک کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں"۔(۲)

"اس سے پہلے سپر ماریو اور بلیو وہیل جیسے گیمز بھی اپنے جادو کا اثر دکھا چکے ہیں پب جی گیم کے نقصانات میں وقت کی بربادی کے ساتھ ذہنی و نفسیاتی امراض میں مبتلا ہونا بھی ہے۔ملک بھر میں ایسے کئی واقعات سامنے آئے ہیں جن میں پب جی کھیلنے والے شخص کی دورہ دل پڑنے سے موت ہوگئی یا پب جی گیم کی لت میں مبتلا شخص نے خود کو یا دوسروں کو گولیاں مار کر قتل کیا ہے۔پب جی گیم کے نقصانات بارے نفسیات کے ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ موبائل یا کمپیوٹر کی روشنی سے نکلنے والی شعاعیں کثرت سے گیم کھیلنے والوں میں مرگی کا عارضہ پیدا کر دیتی ہے اور اسکے علاوہ اس طرح کی ویڈیو گیم کھیلنے سے ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہو جاتا ہے، مزید گیم میں برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے ہڈیوں میں تکلیف لاحق ہو جاتی ہے۔مزید کھیلتے

---

۱) "پب جی ایک بیٹل رویال آن لائن ملٹی پلئیر گیم ہے یعنی ایک ایسی گیم جس میں کھلاڑی بنا کسی ہتھیار کے اترتے ہیں اور گیم کے اندر ہتھیار شیلڈ گاڑیاں اور دیگر چیزیں حاصل کرکے اپنی بقا کی جنگ لڑتے ہیں۔آخری بچ جانے والا کھلاڑی فاتح قرار پاتا ہے"۔

(پب جی کے نقصانات، سید احمد و میض ندوی، بلاگ: فکر و خبر۔)

http://www.fikrokhabar.com/ur/content-details/37260/essays/pubg-ke-nuqsanat-news.html

-۲۰|۲۰۲۱-ستمبر-۲۹-بدھ/7:28pm

۲) بی بی سی اردو نیوز، ۱۸ جون، ۲۰۱۸۔

وقت، آنکھوں کی حرکت تیز ہو جانے کی وجہ سے آنکھوں پر برا اثر پڑتا ہے۔ اتنا ہی نہیں گیم کھیلنے والوں میں خود اعتمادی کی کمی کیساتھ نفسیاتی مریض بن کر رہ جاتے ہیں۔ بپ جی گیم میں گروپ کی شکل میں دوسروں کو قتل کر کے انکی املاک تباہ کر کے ناحق انہیں زد و کوب کر کے لطف اٹھایا جاتا ہے لیکن یہ سلسلہ گیم تک ہی محدود نہیں رہتا۔ ان گیمز کے نوجوان اور بچے نشے کی طرح عادی ہو جاتے ہیں اور اور جرائم کے نئے طریقے اور ترکیبیں سیکھ لیتے ہیں۔ یہ گیمز ذہنوں میں تشدد مار دھاڑ اور لڑنے کے نئے ہنر سیکھاتی ہیں جس کی ہمارے سامنے کہیں مثالیں موجود ہیں۔ گزشتہ سال اس ہنر کو ایک ۱۹ سالہ لڑکے نے اپنے ہی گھر والوں پر آزمایا اور اپنے ماں باپ اور بہن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پولیس کے مطابق یہ لڑکا ویڈیو گیم پب جی کا عادی ہو گیا تھا۔ سورج نام کے لڑکے نے مہرولی میں ایک روم کرائے پر لیا تھا اور سکول کم اور روم میں بیٹھ کر ویڈیو گیمز کیساتھ وقت گزارتا تھا"۔(۱)

"بعض ایسے ویڈیو گیمز ہیں جن کے اختتام پر کھلاڑی بچے کو انعام سے نوازا جاتا ہے۔ وہ انعام انتہائی خوبصورت لڑکی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس لڑکی کا انداز نامناسب ہوتا ہے۔ عمر کے تناسب سے دیکھا جائے تو اس قسم کا انعام بچے کو تباہی کی طرف ہی لے جاسکتا ہے۔ بچے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ ان کی سوچ، فکر اور ان کے انداز کو صحیح جہت میں رکھنا اور صحیح سمت میں چلانا بڑا مشکل کام ہے۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں ماہرین تربیت بچوں پر ویڈیو گیمز کے اثرات کے بارے میں چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ بہت زیادہ پر خطر ہو گئے ہیں۔ تاجر حضرات کمپیوٹر پروگرام اور ویڈیو گیمز کی نقلی کاپیاں تیار کر رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ چیزیں بہت زیادہ سستی ہو گئی ہیں نتیجتاً نئی نسل انہیں بلا روک ٹوک دیکھ رہی ہے اور حد سے زیادہ متاثر ہو رہی ہے۔ بچوں کو اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ وہ کتنے گیمز خریدیں کیونکہ وہ بے حد سستے ہیں۔ بچے والدین کے سامنے گھر کی چار دیواری میں ویڈیو گیمز کھیلتے رہتے ہیں۔ اپنا انمول وقت اس میں لگاتے رہتے ہیں اور والدین کو پتہ تک نہیں ہوتا کہ انکے بچے کس آفت سے دوچار ہیں۔ بہت سارے ویڈیو گیمز ایسے ہیں جن میں دوسروں کو قتل کر کے انکی املاک تباہ کر کے ناحق انہیں زد و کوب کر کے لطف اٹھایا جاتا ہے۔ بچے خاص طور پر لڑکے اس قسم کے ویڈیو گیمز استعمال کر کے جرائم کے نت نئے طریقے اور ترکیبیں سیکھ لیتے ہیں، یہ گیمز انکے ذہنوں میں تشدد، مار دھاڑ اور لڑنے جھگڑنے کے ایسے ہنر پیدا کر دیتے ہیں جن سے وہ ویڈیو گیمز کے کھیلنے سے پہلے خالی الذہن ہوتے ہیں۔ کینیڈا میں ۳۰ ہزار ویڈیو گیمز کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ ان میں سے ۲۲ ہزار ایسے تھے جن میں خونریزی اور جرائم کو بڑھاوا دیا جا رہا تھا"۔(۲)

---

۱) روزنامہ پاکستان اخبار، ۱۴ اپریل ۲۰۲۱ء

۲) نوائے وقت اخبار، ۱۴ اپریل ۲۰۱۶ء، ویڈیو گیمز کے نوجوان نسل پر خطرناک اثرات۔

"ویڈیو گیمز (پلے اسٹیشن، گیم بوئے، پی ایس پی وغیرہ) عصر حاضر میں والدین اور مسلم گھرانوں کیلئے بہت بڑا چیلنج بن گئے ہیں۔ والدین حیران وپریشان ہیں کہ اولاد کی تربیت کس طرح کریں۔ ان سحر آفریں تبدیلیوں کے منفی اثرات سے بچوں اور بچیوں کو کس طرح بچائیں۔ ٹیکنالوجی میں پے در پے تبدیلیوں نے ویڈیو گیمز کے ایسے در کھولے ہیں جن سے جہاں ایک طرف بہت سارے فوائد نظر آرہے ہیں، وہیں بہت سارے نقصانات نے بھی سر ابھارا ہے۔ کمپیوٹر ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ نے نوجوان اور بچوں کو ویڈیو گیمز کو انتہائی سستا اور آسان بھی کر دیا ہے۔ ویڈیو گیمز سے ہر کس وناکس متاثر ہو رہا ہے۔ بچے اور نوجوان دن رات کا بیشتر وقت ویڈیو گیمز کھیلنے میں صرف کر رہے ہیں، یہ پہلو بچوں کی صحت کیلئے مضر رساں ہے۔ ویڈیو گیمز کے خطرات کو کنٹرول کرنے کیلئے قاعدہ وضابطے واجب ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ویڈیو گیمز بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ بعض ویڈیو گیمز کی خرابیاں اتنی زیادہ ہیں کہ انہیں آسانی سے کنٹرول کرنا محال ہے۔ ان کی خرابیوں کو اسی صورت میں کنٹرول کیا جاسکتا ہے جبکہ تربیتی ادارے اور نئی نسل کی ترتیب پر مامور والدین، اساتذہ آگہی مہم کا اہتمام کریں۔ انکے خطرات ثقافتی بھی ہیں اور تربیتی بھی، اخلاقی بھی ہیں اور عملی بھی"۔(۱)

اسی طرح بسا اوقات بچے کا آن لائن ویڈیو گیمز کے دوران فحش مواد تک رسائی ایک کلک کی دوری پر ہوتی ہے۔

"والدین اپنے بچوں کو معصوم سمجھتے ہیں اور اس انتہائی حساس مسئلے کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو کہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ شروع میں بچہ گیمز اور ویڈیوز کے چکر میں ان چیزوں کی طرف مائل نہیں ہو سکتا، لیکن جب بچہ بار بار ایسی فحش چیزوں کے سامنے آتا ہے تو اس کا تجسس بڑھ جاتا ہے اور وہ اس پر کلک کرتا ہے۔ اب انٹرنیٹ الگورتھم اپنے اصول کے مطابق اس بچے کے سامنے اور بھی فحش مواد کھولنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ فحاشی اس بچے کی معصومیت کے لیے زہر بن جاتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ، بچہ ان غلط چیزوں میں پوری طرح دلچسپی لیتا ہے۔ وہ ان چیزوں میں پڑتا ہے جو فحش اور غیر اخلاقی ہیں اور اس کی فطری عمر سے پہلے ہی اس کو جنسی جوش دلاتا ہے۔ اس طرح بچہ بالغ ہونے سے پہلے بالغ ہو جاتا ہے اور زندگی میں مقصد کے حصول کو ترک کر کے خود اطمینان کا غلط راستہ تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے"۔(۲)

" نو سے انیس برس تک کے بچّے صرف اس ڈر سے انٹرنیٹ پر موجود فحش مواد کے بارے میں والدین کو نہیں بتاتے کہ کہیں اُن کے انٹرنیٹ کے استعمال پر پابندی نہ عاید کر دی جائے یا پھر والدین اُن پر غصّے کا اظہار کریں گے۔" لندن اسکول

۱) روزنامہ پاکستان اخبار ،اپریل،۲۰۲۱/۱۴/۴

۲) بچوں میں موبائل استعمال کا رجحان، تحریر ڈاکٹر محمد یونس خالد۔

https://edutarbiyah.com/

آف اکنامکس'' کی ۲۰۱۴ء کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ برطانیہ میں ۵۷ فی صد بچّے انٹرنیٹ پر فحش مواد دیکھتے ہیں، لیکن صرف ۱۶ فی صد والدین کو اس بات کا علم ہے۔ نیز، بچّوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات میں اضافے کا ایک بڑا سبب انٹرنیٹ بھی ہے"۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ "عالمی ادارۂ صحت نے پہلی مرتبہ الیکٹرانک گیمز یا ویڈیو گیمز کھیلنے کی لت کو باقاعدہ طور پر ایک ذہنی بیماری تسلیم کر لیا ہے۔ ادارے نے 'گیمنگ ڈس آرڈر' کو بیماریوں کی تازہ ترین فہرست میں شامل کیا ہے۔ ڈبلیو ایچ او کی جانب سے ایسی فہرست اس سے قبل ۱۹۹۲ میں شائع کی گئی تھی۔ اس بیماری کی علامتوں میں طویل دورانیے تک گیمز کھیلنا، گیمز کو دیگر معمولاتِ زندگی پر ترجیح دینا، منفی اثرات کے باوجود گیمنگ میں اضافہ شامل ہیں"۔(۲)

"دنیا کے بہت سے ممالک میں گیمنگ کی لت سے نمٹنے کے لیے بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں۔ جنوبی کوریا میں حکومت نے ۱۶ سال سے کم عمر بچوں کے رات بارہ بجے سے صبح چھ بجے کے درمیان ویڈیو گیمز کھیلنے پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ جاپان میں کھلاڑی اگر مقررہ وقت سے زیادہ ویڈیو گیمز کھیلیں تو انھیں خبردار کیا جاتا ہے جبکہ چین میں انٹرنیٹ کمپنی ٹینسینٹ نے بچوں کے لیے مقبول گیمز کھیلنے کی مدت مقرر کی ہوئی ہے"۔(۳)

ہمیں ان مسائل سے نمٹنے اور اپنے بچوں کو ان چیزوں کے منفی اثرات سے بچانے میں اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے بچوں کا مستقبل محفوظ ہو سکے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو ان مفاسد سے دور رکھیں کیونکہ ایسے عناصر سے نہ صرف معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں بلکہ اس کی بدولت، جرائم کی شرح بھی ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس لئے اس کے مفاسد اور نقصانات سے بچنے کے لیے والدین کو سد الذرائع کے طور پر نہ صرف مؤثر کارروائی کی ضرورت ہے بلکہ گھر میں اس قسم کی گیمز پر مکمل پابندی عائد کرنی چاہیے تاکہ بچوں کی اخلاقی تربیت پر اس کے منفی اثرات مرتب نہ ہو اور وہ نفسیاتی بیماریوں سے محفوظ ہو۔

---

۱) ڈیجیٹل آلات کی لت نے بچوں کو گُھن لگا دیا، تحریر: رفیق مانگٹ، سنڈے میگزین جنگ ۱۷ مارچ، ۲۰۱۹۔

۲) بی بی سی اردو نیوز، ۱۸ جون، ۲۰۱۸۔

۳) ایضا

## خلاصہ بحث

جرائم کے انسداد میں، سدالذرائع کا کردار انتہائی مؤثر ہے۔ جنایات کے باب میں یہ اصول جدید مسائل کے حل میں کافی ممد و معاون ہے۔ ذیل میں طبّی، معاشرتی، سائبر اور الیکٹرانک کرائم کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن کے انسداد میں اصول سد ذرائع کے اطلاقی پہلو سے استفادہ کیا گیا ہے۔

### زائدالمعیاد ادویات

زائدالمعیاد ادویہ کی فروخت ایک گھناؤنا کاروبار ہے۔ زائدالمعیاد ادویات کی خرید و فروخت سے انسانی جانوں کے تلف ہونے کا غالب امکان ہوتا ہے۔ منشیات فروش گروہ ادویات ساز کمپنیوں اور ہول سیل مارکیٹوں سے زائدالمعیاد ادویات خرید لیتے ہیں تاکہ ایفیڈرین حاصل کرنے اور اس سے "کرسٹل" یا "آئس" کی تیاری کے لیے اسے مزید کارآمد بنایا جا سکے جبکہ پاکستان انسداد منشیات ایکٹ کے تحت نشہ آور اشیاء کا استعمال اور فروخت قانوناً جرم ہے اور یہ گھناؤنا کاروبار دنیا کے بدنام ترین غیر قانونی کاروبار میں سے ایک ہے۔ حکومت سدالذرائع کے طور پر ایسی دواساز کمپنیوں کے خلاف کاروائی کا طریقہ کار اور اصول و ضوابط وضع کرتی ہے تاکہ انسانوں کی اموات کا سبب بننے والی تمام زائدالمعیاد دوائیوں اور خوردنی اشیاء سے اموات واقع ہونے سے پہلے ایسی تمام مضر صحت اور مہلک اشیاء کو تلف کر دیا جائے، جو دراصل سدالذرائع کے قاعدہ کی عملی تطبیق ہے۔

### عطائیت

پاکستان میں طبّی نقطہ نظر سے عطائیت جرم کا ایک ذریعہ ہے۔ اکثر غیر مستند ڈاکٹر کی غلط تشخیص کے باعث کئی انسانی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ ملک میں جگہ جگہ عطائیوں کے شفاخانے بنے ہوئے ہیں، جہاں غریب لوگ مرض کے ہاتھوں پریشان ہو کر اپنا علاج کرانے جاتے ہیں اور پیسہ خرچ کرنے کے باوجود اپنی بیان کردہ بیماری کے ساتھ متعدد امراض لے کر واپس آتے ہیں۔ پاکستانی انسداد عطائیت ڈرگ ایکٹ کے تحت عطائی غیر مستند ڈاکٹر کا، مریضوں کا علاج کرنا جرم ہے۔ سدالذرائع کے قاعدہ شرعیہ کی تطبیق کرتے ہوئے حکومتی ادارے عطائیوں کو معالجے سے روک دیتی ہے کیونکہ ان کا علاج صحت اور زندگی کے لئے خطرے کا باعث ہے۔ اس سے مرض کے مزید بگڑ جانے، ذہنی و جسمانی معذوری، حتیٰ کہ

مریض کی جان تلف ہونے یا اموات واقع ہونے کے غالب امکانات موجود ہوتے ہیں۔ انسانی جان کے فی الواقع ضائع ہونے سے قبل عطائیوں پر پابندی عائد کرنا اسی قاعدہ کی عملی تطبیق ہے۔

## ملاوٹ شدہ اور جعلی اشیاء

طبّی نقطہ نظر سے اشیائے خورد و نوش میں ملاوٹ نہ صرف صحت کے لئے مضر ہے بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں یہ ایک سنگین جرم مانا جاتا ہے اور اس جرم کی پاداش میں بعض ممالک میں سزائے موت تک دی جاتی ہے۔ ملاوٹ شدہ اشیاء فروخت کرنا پاکستانی قانون کے تحت جرم ہے۔ تعزیرات پاکستان کے باب ۱۴ میں اس حوالے سے نہ صرف قانون سازی موجود ہے۔ بلکہ پیور فوڈ آرڈیننس ۱۹۶۰ء میں اس کی سزائیں بھی تجویز کی گئی ہیں۔ اس لئے وہ فیکٹریاں جن میں ایسی مضر صحت اشیاء تیار کی جاتی ہیں، حکومتی ادارے سد الذرائع کے اصول کے تحت انہیں سیل (بند) کر دیتے ہیں تاکہ انسانی جانوں کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے کیونکہ اس طرح ان کا پیداواری عمل روک دیا جاتا ہے اور مضر صحت اور مہلک اشیاء انسانوں کی خوراک کا حصہ بن کر ان کی ہلاکتوں کا سبب بننے سے پہلے مسدود کر دی جاتی ہیں۔ عیب چھپا کر مال فروخت کرنا، کم تولنا، کم ناپنا یہ ایسے ذرائع ہیں جن کے نتیجے میں فساد یقینی ہے ایسے ذرائع شریعتِ مطہرہ میں نہ صرف حرام ہیں بلکہ اسلام میں اس کی قطعا گنجائش نہیں۔

## پروسیسڈ فوڈ اور مدافعاتی نظام کی کمزوری

پروسیسڈ فوڈ جسے کنوینس، موڈی فائیڈ، ریڈی میل یا فاسٹ فوڈ بھی کہتے ہیں، جو طبّی حوالے سے نہ صرف مضر صحت ہے بلکہ یہ کسی زہر سے کم نہیں۔ اس کی تیاری میں نمک، شوگر اور سوڈیم بنیادی اجزا ہیں جن کی کوئی خاص نیوٹریشنل ویلیو نہیں ہے، اسی لئے یہ ہائی بلڈ پریشر اور دیگر امراض کے فروغ میں عمل انگیز کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس غذا میں فاسفیٹ ایڈیٹوز ہوتے ہیں جو ذائقے، شیلف لائف اور ٹیکسچر کو بڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ کینسر، گردوں کی خرابی، اوور ایجنگ اور ہڈیوں کی کمزوری کی وجہ بھی بنتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو آج کی اکثر غذائیں کسی نہ کسی لحاظ سے کیمیائی عمل سے گزری ہوتی ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ انہیں لمبا عرصہ محفوظ رکھنے کے لیے انکے ساتھ preservative chemical (محفوظ کرنے کا کیمیکل) بھی ملایا جاتا ہے جو کہ اس کے نقصان میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ انتہائی کیمیائی عمل سے گزاری گئی ان غذاؤں کے لئے (الٹرا پروسیسڈ فوڈ) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ محکمہ وزارت صحت کو اس ضمن میں موثر کروائی بروئے کار لانی چاہیے اور تمام مضر صحت

اشیاء کے استعمال اس کے فروخت اس کی تشہیر اور مارکیٹنگ پر بطور سد ذرائع پابندی عائد کرنی چاہیے تاکہ مہلک امراض سے انسانی جانوں کا تحفظ یقینی بن جائے کیونکہ مضر صحت اشیاء کا کاروبار بذات خود جرم کا ایک ذریعہ ضرور ہے

## اینٹی بائیوٹکس اور اسٹیرائیڈز کا بے دریغ استعمال

پاکستان میں اینٹی بائیوٹکس اور انابولک اسٹیرائیڈز کا استعمال آج کل بہت عام ہو رہا ہے حتیٰ کہ معمولی امراض وائرل فیور میں بھی اس کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔۔ اینٹی بائیوٹکس اور انابولک اسٹیرائیڈز کے غلط استعمال سے جسم اور صحت پر تباہ کن اثرات پڑتے ہیں۔ اس قسم کی دواؤں کا استعمال وقتی طور پر مفید ضرور ہوتا ہے لیکن وہیں اس کے ضمنی اثرات بھی دوگنا ہو جاتے ہیں اور قوت مزاحمت پیدا ہو جانے کی صورت میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ دوائیں بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ہزاروں افراد صرف اینٹی بایوٹکس کی قوت مزاحمت کی وجہ سے تمام وسائل کے باوجود ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس روش پر اگر قابو نہ پایا گیا تو یقیناً ایک دن ایسا آئے گا جب تمام تر سہولیات اور وسائل کے باوجود متعدی امراض کا علاج ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے ان ادویہ کے مضر اثرات سے لوگوں کو بچانے کے لئے حکومتی سطح پر آگاہی مہم کا سلسلہ شروع ہونا چاہیے تاکہ اس کے بارے میں صحیح علم کا ادراک ہو سکے اور بطور سد ذرائع ہر علمی پلیٹ فارم سے اس کی حوصلہ شکنی ہو سکے کیونکہ یہ غیر شعوری ہلاکت کا ذریعہ ہے، جس میں عطائی، غیر مستند ڈاکٹرز اور غیر تربیت یافتہ ٹرینرز سب برابر کے مجرم ہیں۔

## بعض نشریات کا منفی کردار

ریاست پاکستان کے قوانین کے مطابق الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں فحش چیزوں کی پرنٹنگ و پبلی کیشن کی ممانعت ہے اور مذکورہ بالا تمام امور جرم کے زمرے میں آتے ہیں کیونکہ، فواحش و بدکاری اور اس کے مقدمات دنیا کی ان مہلک برائیوں میں سے ہے جن کے مہلک اثرات صرف اشخاص و افراد کو نہیں بلکہ معاشروں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خاص اہتمام یہ کیا کہ جرائم و معاصی کی حرمت کے ساتھ ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دے دیا گیا جو جرائم اور گناہوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس معاملے میں اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ''سد ذرائع'' کے طور پر اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع و وسائل کا سد باب کرے جو بے راہ روی، بے حیائی، بدکاری اور بے آبروئی کی طرف لے جا سکتیں ہیں۔

## کرپشن

بدعنوانی سے مراد غیر قانونی یا ناجائز طریقے سے ایسی آمدنی کا حصول ہے جس سے انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر یا سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر کسی ملک کی معیشت کو نقصان پہنچایا جائے۔"کرپشن بیک وقت ایک سیاسی اور معاشرتی ناسور ہے۔ناجائز دولت کے بڑے ذرائع میں سے رشوت، منشیات و جسم فروشی، اسمگلنگ، ناجائز منافع خوری، اور ذخیرہ اندوزی ہیں۔یہ امور ہمارے ملک میں نہ صرف معاشرتی برائیوں کے زمرے میں آتے ہیں بلکہ مالی جرائم بھی ہیں کیونکہ ناجائز دولت پر استوار معیشت سے پورے معاشرے میں عدم توازن، معاشرتی و سماجی ناہمواری، خود غرضی، ضمیر فروشی اور ناانصافی کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ہمارے ملک میں بڑھتے ہوئے ظلم و استحصال اور ناانصافی کی بڑی وجہ ہماری کرپشن زدہ معیشت ہے۔جرائم کے انسداد کے لئے اسلام سب سے پہلے بطور ''سد ذرائع'' اس کے اسباب کا قلع قمع کرتا ہے اور ان محرکات و عوامل کو کنٹرول کرتا ہے جو کسی شخص کو جرم تک لے جانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔آقائے دو عالم ﷺ نے معاشی استحکام کے لیے معاشی عدل کا عملی نظام پیش فرمایا، سود کا خاتمہ فرمایا، رشوت ناجائز منافع خوری، اور ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دیا اور ہر اس لین دین کی ممانعت فرما دی جس میں کسی مجبور کی مجبوری کا فائدہ اٹھایا جا رہا ہو۔اس لئے ریاستی ادارے ایسے امور پر سدّالذرائع کے اصول کے تحت پابندی عائد کرتے اور اسے قانون شکنی سمجھتے ہیں۔اگر دیکھا جائے تو دین اسلام کے اکثر مسائل میں اسی اصول کو مدِّ نظر رکھا گیا ہے جو خلافِ شرع امور اور مالی جرائم سے بچنے میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

## دہشت گردی

دہشت گردی یہ ایک ایسی جارحانہ اور پر تشدد کاروائی ہے جس سے سیاسی و معاشی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے"۔قرآن مجید میں اسے فساد فی الرض کہا جاتا ہے۔عصری تناظر میں دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے۔دہشت گردی اور انتہا پسندی کی پُر تشدد واقعات نے پاکستان میں تمام شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا۔جب تک جرم کے اسباب کا سدّ باب نہ ہو گا، جرم کا تدارک ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں کے قیام کے باوجود بھی دہشت گردی پر قابو نہیں پایا گیا اس لئے کہ معاشرے کو جرم سے پاک کرنے کیلئے سب سے پہلے جرم کے اسباب کا سد باب ضروری ہے اور جرائم کے سد باب میں، سد الذرائع کا اُصول اپنا مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے جیسے کہ نظام عدل ریگولیشن ۲۰۰۹ ایکٹ میں، جنایات میں سد ذرائع کے اُصول کے نظائر اور شواہد ملتے ہیں۔

## غیر رجسٹرڈ سمز کا استعمال

غیر رجسٹرڈ سمز کا استعمال جرائم کی شرح میں اضافے کا ایک مؤثر سبب اور ذریعہ ہے۔ جرائم پیشہ افراد بالخصوص "دہشت گرد اسے باہمی رابطے کے علاوہ دھمکی آمیز فون، رقم کی منتقلی اور نصب شدہ بموں کو اڑانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ سڑکوں پہ سم کارڈ بیچنے والے حضرات لوگوں کو فری سم کارڈ کی لالچ دیکھ کر ان کا فنگر پرنٹ، شناختی کارڈ نمبر اور دیگر ڈیٹا حاصل کرتے ہیں اور بعد میں مجرمانہ کارروائی کے لئے اس ڈیٹا کا استعمال کرتے ہیں۔ جرائم کے خاتمے اور اس کی شرح پر قابو پانا کے لئے ایسے ذرائع کا سد باب ضروری ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کا ادارہ بطور سد الذرائع ایسے تمام کال سینٹرز اور فرنچائز مراکز کو غیر تصدیق شدہ سم کارڈز کو رجسٹرڈ کرنے کا پابند بنائے اور انہیں واضح ہدایت دے کہ ایسے اقدامات اٹھائے جس میں موبائل صارفین کے فنگر پرنٹس اور دیگر ڈیٹا کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔ موبائل صارفین کے غیر تصدیق شدہ سم کارڈوں کو بلاک کر دیا جائے تاوقتیکہ نادرا کے ڈیٹا بیس سے اس کی تصدیق حتمی نہ ہو جائے۔

## پتنگ بازی اور کیمیکل ڈور کا استعمال

پتنگ بازی ایک مشہور کھیل ہے جو کہ بہت عرصے سے لوگوں بالخصوص مردوں کے لئے پسندیدہ مشغلہ بنا ہوا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد بھی یہ کھیل پاکستان میں بہت مقبول رہا۔ پاکستان میں پتنگ بازی کو موسم سرما کے آخر میں اور بہار کی آمد پر خاص تہوار کی صورت میں منایا جاتا ہے جسے بسنت کہتے ہیں۔ پتنگ بازی جو پہلے کبھی عوام کی تفریح کا باعث تھی اب معصوم لوگوں کی زندگیوں کے لئے موت کا پیغام ہے کیونکہ پچھلے کئی برسوں سے پاکستان میں یہ کھیل بے شمار قیمتی جانوں کے ضیاع کا ذریعہ بنا ہوا ہے جس کی بنیادی وجہ کیمیکل ڈور کا ستعمال ہے۔ کیمیکل لگی دھاتی ڈور کی وجہ سے آئے دن اموات کی خبریں اور ہلاکتوں کی شرح میں اضافہ ایک معمول بن چکا ہے۔ اس قاتل کھیل اور معاشرتی جرم سے جہاں کئی زندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں وہاں یہ قومی وسائل پر ایک غیر ضروری بوجھ بھی ہے۔ یہ کھیل اور بھی کئی مفاسد اور گناہوں کا ذریعہ ہے ۔اس کھیل میں غیر قوموں کے رسم و رواج کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، جب کہ اسلام میں کسی قوم کی مشابہت منع ہے۔ بہت سارے مفاسد اور نقصانات کے ہوتے ہوئے حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف ایسے ذرائع کا سد باب کرے بلکہ اس حوالے سے سخت اقدامات کرے بالخصوص ان قاتل ڈور بنانے والی فیکٹریوں کو بند کرے اور پتنگ بازی پر مکمل پابندی عائد کرے کیونکہ شہریوں کے جان و مال کی حفاظت انتظامیہ کا فرض ہے۔

## اپریل فول کا تہوار

اپریل فول مغرب کا دیا ہوا خلافِ اسلام تہوار ہے یہ ایک ایسی رسم ہے، جس کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی جاتی ہے، جھوٹ، فریب اور دوسروں کی تضحیک پر۔ اسلام میں اس کی بالکل اجازت نہیں کیونکہ یہ بہت سے کبیرہ گناہوں اور بے شمار مفاسد کا مجموعہ ہے۔ یہ اپریل کی پہلی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اس کا آغاز یورپ سے ہوا اور اب تقریباً پوری دنیا میں چھایا ہوا ہے۔ نادان لوگ اس دن پریشان کر دینے والی جھوٹی خبر سُنا کر، مختلف انداز سے دھوکا دے کر لوگوں کو بے وقوف بنا کر خوش ہوتے ہیں، یہ رسم مندرجہ ذیل گناہوں کا ذریعہ ہے: مشابہت کفار و یہود و نصاریٰ، ناحق مذاق، دھوکہ دینا، دوسرے کو اذیت پہنچانا۔ ایسے فاسد ذرائع کا اسلام میں اعتبار نہیں کیا جائے گا، احادیثِ شریفہ میں ان گناہوں پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اور جو ذریعہ حرام کام کے ارتکاب کا باعث بنے ان سے روکا جائے گا۔ مروجہ رسم اپریل فول میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو اس قبیح فعل سے اجتناب کرنا چاہیے اور حکومت وقت کو بھی سد الذرائع کے طور پر اس پر پابندی لگانے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ اسلامی معاشرے میں گمراہی کو پنپنے کا موقع نہ ملے اور اس کا بروقت سدباب ہو۔

## پبلک ٹرانسپورٹ میں ناقص سی این جی سلنڈرز کا استعمال

پاکستان میں تقریباً ۳۰ لاکھ سے زائد گاڑیاں سی این جی پر چلتی ہیں۔ اب تک ان گیس سلنڈرز کے سینکڑوں حادثات کے اندر ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ خاص طور پر یہ حادثات سکول کے بچوں کی وین اور پبلک ٹرانسپورٹ میں زیادہ نقصان کا باعث بنتے ہیں جس کی بڑی وجہ ٹرانسپورٹ مالکان کی طرف سے ناقص گیس سلنڈر کا استعمال بھی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اب تک تقریباً ۷۳ فیصد حادثات ناقص مٹیریل اور خستہ حال گیس سلنڈروں کے استعمال کی وجہ سے رونما ہوئے ہیں۔ پبلک ٹرانسپورٹ میں سلنڈر پھٹنے کے بڑھتے واقعات کے پیش نظر، مذکورہ بالا جرائم کی روک تھام اور سدباب کے لئے "سد ذرائع" کا اصول نہ صرف ایسے فاسد ذرائع کے خاتمہ کی اہمیت پر زور دیتا ہے بلکہ اس اُصول کو بروئے کار لا کر انسانی جانوں کا تحفظ بھی یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے حکومت متعلقہ انتظامیہ کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ روزانہ کی بنیاد پر گاڑیوں میں لگے گیس سلنڈر کو چیک کریں اور غیر تصدیق شدہ اور ناقص گیس سلنڈر استعمال کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے کیونکہ یہ ذرائع اور اسباب ہی ہیں جو اس جیسے حادثات کا باعث بنتے ہیں۔ شریعت میں ایسے ذرائع کا سدباب واجب ہے جو ہلاکت کا باعث بنے۔ مقاصد شرعیہ میں حفظ جان کا درجہ مقدم ہے۔ حکومت عوام کے اندر ان باتوں کا شعور لانے کے لیے پورے ملک کے اندر عوامی آگاہی مہم چلائے اور ایسے ورکشاپس

کا قیام عمل میں لائے جو لوگوں کو اس کے درست استعمال کرنے کے فوائد اور غلط استعمال کرنے کے نقصانات سے آگاہ کرے۔

## سوشل میڈیا پر فحش اور سنگین مذاق کے پرینکس

ملک میں پرینکسٹرز کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اگر سر عام ایسے فحش پرینکس اور سنگین مذاق یونہی چلتے رہے اور ان پر پابندی نہ لگی تو مستقبل میں اس کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور ان کے سد باب کے لئے ایسے ذرائع کو مسدود کرنا حکومت وقت پر واجب ہے، جو شرع کے منہی عنہ یا مامور بہ میں تجاوز کا باعث ہو، اس لئے سد الذرائع کے طور پر ان کی روک تھام کی جائے، تاکہ جرائم کے ان اسباب و محرکات کا قلع قمع یقینی ہو جائے۔ سد الذرائع کا اولین مقصد ہی، جنایات میں ایسے اُمور کو روکنا ہے جس سے انسانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ خطرے میں پڑتا ہو۔

## ٹِک ٹاک

اس ایپ کے ذریعے نہ صرف مذہب اور اس کے شعائر کا مذاق اڑایا جاتا ہے، بلکہ یہ فحاشی و عریانی اور، جنسی بے راہ روی کے فروغ کا بھی ذریعہ ہے۔ زیادہ تر نوجوان اور نو عمر اس کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ ایپ پورنوگرافی کے فروغ میں حوصلہ افزائی فراہم کرتی ہے۔ اس لئے اس طرح کی ایپس کے نقصانات سے بچنے کے لیے حکومت کو سد الذرائع کے طور پر نہ اس ایپ پر مکمل پابندی عائد کی جانی چاہیے جیسے کہ انڈونیشیا اور بنگلہ دیش اس ایپ پر پابندی عائد کر چکے ہیں۔ حکومت، حکام بالا اور پالیسی ساز ادارے اس معاملے میں سد الذرائع کے طور پر ایسے اصول و قوانین اور ضابطے بنائیں جیسے کہ امریکا میں بچوں کو نقصان دہ آن لائن مواد سے بچانے کے لیے ضابطے بنائے گئے ہیں جسے چلڈرن آن لائن پرائیویسی پروٹیکشن ایکٹ بھی کہتے ہیں تاکہ فحاشی اور اسکے اسباب و محرکات کا نہ صرف خاتمہ کیا جا سکے بلکہ بچوں کو سائبر کرائم کا شکار ہونے سے بھی بچایا جا سکے۔

## موبائل فون اور انٹرنیٹ کا بے جا استعمال

آج کے دور میں موبائل فون اور انٹرنیٹ ایک اہم و بنیادی ضرورت بن چکا ہے۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ کے استعمال میں جہاں بے شمار فوائد ہیں وہاں یہ اپنے اندر مفاسد کا پہلو بھی لئے ہوئے ہیں۔ تعلیم، تجارت، مواصلات اور اقتصادیات کے شعبہ کے لئے اگرچہ یہ مفید ہے لیکن بسا اوقات اس کے غلط استعمال سے بہت سی خرابیاں اور مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ معاشرے میں پھیلتی بے چینی، بے راہ روی اور دیگر مسائل کے سر اٹھانے میں انٹرنیٹ اور موبائل کے بے جا

اور غیر ضروری استعمال کا اہم کردار ہے۔اس کے ذریعے نوجوان نسل مخرب اخلاق اور منفی سر گرمیوں میں ملوث ہو کر اپنا قیمتی وقت اور ذہنی وجسمانی صلاحیتیں ضائع کر رہے ہیں۔انٹر نیٹ کے ذریعے پھیلنے والی برائیوں کی فہرست طویل ہے۔ان میں پورنو گرافی (Pornography) سر فہرست ہے۔موبائل اور انٹر نیٹ بچوں کی دسترس میں آجانے کی وجہ سے بچے جنسی جرائم کا نشانہ بن رہے ہیں۔اس کے نقصانات اور منفی اثرات عام موبائل کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہیں۔اس لئے اگر بطور سد الذرائع ان سے بچنے کی تدابیر نہیں کی گئیں تو اس کے مفاسد اخلاقی قدروں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

## موبائل فون اور انٹر نیٹ کے سستے ترین پیکجز اور اخلاقی جرائم

اس پر فتن دور میں فری کالز اور تھری جی اور فور جی کے سستے ترین پیکجز پر پابندی ہونی چاہیے کیونکہ ایک طرف یہ نوجوانوں کی صحت تعلیم اور اخلاق کو بگاڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں تو دوسری طرف اس قسم کے ذرائع سے نہ صرف معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں بلکہ معاشرتی بگاڑ کی بدولت، نفسیاتی بیماریاں بھی جدت کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہیں۔

## غیر ملکی کارٹونز کے بچوں کی نفسیات پر اثرات

کارٹون دیکھنے سے بچوں کی نفسیات پر جہاں مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، تو دوسری طرف یہ بچوں میں جنسی بے راہ روی، بے رحمی، جارحیت، بداخلاقی بدتمیزی، تشدد پسندی کو فروغ دیتے ہیں۔ قتل وغارت، مار دھاڑ اور خونریزی پر مبنی کارٹونز بچوں کی نفسیات پر اثر انداز ہو کر انہیں جھگڑالو اور ضدی بناتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بدقسمتی سے جہاں ایک طرف بھارتی کیبل اور چینلز کا لامتناہی جال بچھا ہوا ہے، تو دوسری طرف اس کے مقابل پاکستانی کارٹون ٹی وی چینل نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ سے اکثر بچوں میں غیر ملکی اور بھارتی چینلز کے دیکھنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔بھارتی ڈبنگ پر مبنی یہ چینل ہمارے ملک میں نہ صرف ہندوانہ ثقافت ورسم ورواج کو فروغ دیتے ہیں بلکہ یہ ہمارے اساسی نظریات کے خلاف معصوم بچوں کے ذہنوں میں زہر بھی اگلتے رہتے ہیں۔ بہت سے کارٹونز میں جرائم کرنے اور ان کے برے انجام سے بچنے، اسی طرح جھوٹ بول کر بچنے کے مناظر دکھلائے جاتے ہیں جن سے بچے میں جرم کرنے اور جھوٹ بولنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ حکومت وقت اور متعلقہ ادارے اس حوالے سے نوٹس لیں بالخصوص پیمرا کو ایسے انڈین ٹی وی چینلز کی نشریات پر جن کے ذریعہ نوجوان نسل پر برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور ان چینلز کی نشریات پر جن پر کارٹونز کے ذریعہ بچوں کے عقائد پر حملے ہو رہے ہیں کے خلاف ایکشن لینا چاہیے اور ان پر پابندی عائد کرنی چاہیے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اپنا کردار ادا کرتے ہوئے تمام میڈیا گروپس کو ضابطہ اخلاق کا پابند کرے کہ ایسے پروگرام نشر نہ کئے جائیں جس سے پاکستان کی نظریاتی اساس کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ محض چند ویب سائٹس بند کرنے سے یہ مفاسد ختم نہیں ہو سکتے۔

## میڈیااور سوشل میڈیاپر غیر اخلاقی اشتہارات

ناچ گانے کے مناظر پر مبنی یہ اشتہارات جہاں معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینے کا سبب بن رہے ہیں، تو دوسری طرف یہ اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔ان اشتہارات کا مقصداب مصنوعات کی تشہیر نہیں بلکہ مستورات کی تشہیر بن چکاہے۔ حکومت بطور سد الذرائع ایسے اصول وضع کرے کہ کوئی بھی کمپنی اپنی پراڈکٹس فروخت کرنے کے لئے فحش اشتہارات کا سہارانہ لے بلکہ خرید وفروخت کے وقت اسلامی اور ملکی روایات کوملحوظ رکھے۔اس حوالے سے جوانتہائی گھٹیا حرکت کی جاتی ہے وہ خواتین کی فحش تصاویر کے ساتھ ان سے متعلقہ کوئی چیز کا اشتہار ہوتا ہے۔ آپ فیس بک استعمال کرتے ہیں، توٹائم لائن پر چندپوسٹوں کے بعد آپ کے سامنے جنسی کھلونوں کے اشتہارات آجاتے ہیں۔ جنسی صحت سے متعلق ادویات بغیر کسی قانون ضابطے کے فروخت ہورہی ہیں۔ کسی بھی ادارے کے چیک اینڈ بیلنس کے بغیران ادویات کے استعمال سے کتنے انسان موذی بیماریوں کا شکار بننے کے ساتھ ساتھ بہت سے جان کی بازی ہار رہے ہیں۔یہ ایک خاموش زہر ہے جو کہ انجانے میں پھیلایا جارہاہے۔ صرف کلک حاصل کرنے کے لئے ہر چیز کے اشتہار کو فحش سے فحش ترین بنایا جاتاہے تاکہ نوجوان نسل کو مائل کیا جاسکے۔پی ٹی اے کوایسے اشتہارات روکنے کے لئے سدالذرائع کے طورپر اقدامات اٹھانے چاہیے۔ سوشل میڈیا کو کاروباری مقاصد کے لئے استعمال کیاجائے اور سدالذرائع کے طور پر ایسے اقدامات بروئے کارلائے جائے جس سے غیر اخلاقی عوامل کی حوصلہ شکنی ہوسکے۔

## مجرمانہ کردار پر مبنی آن لائن یاالیکٹرانک گیمز

عصر حاضر میں بچوں کے انٹرٹینمنٹ میں آن لائن ویڈیو گیمزیاالیکٹرانک گیمز کاایک اہم کردار ہے۔

"ویڈیو گیمز(پلے اسٹیشن، گیم بوئے، بی ایس بی وغیرہ) عصر حاضر میں والدین اور مسلم گھرانوں کیلیۓ بہت بڑا چیلنج بن گئے ہیں۔بچے اور نوجوان دن رات کا بیشتر وقت ویڈیو گیمز کھیلنے میں صرف کررہے ہیں۔ بعض ویڈیو گیمز کی خرابیاں اتنی زیادہ ہیں کہ انہیں آسانی سے کنٹرول کرنا محال ہے۔اس لئے اس کے مفاسد اور نقصانات سے بچنے کے لیے والدین کو سدالذرائع کے طورپر نہ صرف مؤثر کارروائی کی ضرورت ہے بلکہ گھر میں اس قسم کی گیمز پر مکمل پابندی عائد کرنی چاہیے تاکہ بچوں کی اخلاقی تربیت پر اس کے منفی اثرات مرتب نہ ہو اور وہ نفسیاتی بیماریوں سے محفوظ ہو۔

# نتائجِ بحث

- فقہ الجنائی میں تمام سزاوں کے پیچھے اصول سدّالذرائع کا میکنزم کام کرتا ہے۔
- شریعتِ مطھّرہ میں بے شمار مسائل میں اصول سدّالذرائع کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ یہ قاعدہ جنایات میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور خلافِ شرع، ناجائز، غیر قانونی امور سے بچنے اور بالخصوص انسداد جرائم میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے
- حدود و تعزیرات کے اندر تربیبی اور انسدادی پہلو بذات خود سد الذرائع کی عملی تطبیق ہے اور دونوں انسداد جرائم میں عملی مماثلت رکھتے ہیں۔
- حفظ دین کے حوالے سے سد ذرائع کا اصول مذہبی جرائم کی تمام راہیں مسدود کرتا ہے جیسے معبودان باطلہ کے سب و شتم سے منع کیا گیا اور لفظ "راعنا" کے استعمال سے منع کیا گیا تاکہ شان الوہیت اور شان رسالت کا تحفظ کیا جائے۔
- حفظ جان کے سلسلے میں بطور سد ذرائع قصاص دیت اور کفارہ کی سزا مقرر ہے تاکہ انسانی حیات کی حرمت وحفاظت یقینی ہو جاے۔
- حفظ عقل کے سلسلے میں جہاں شراب نوشی حرام تھی اس کے ساتھ بطور سد ذرائع شراب فروشی اور شراب کے ظروف سے بھی منع کیا گیا تاکہ یہ ذرائع شرب خمر کے قریب نہ کردے (آج کے دور میں اس کا اطلاق نائٹ کلب کے اوپر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بھی کسی جانور کے لئے چراگاہ سے کم نہیں)۔
- حفظ نسل کے سلسلے میں بطور سد ذرائع بدکاری کے جملہ قریبی اسباب ممنوع قرار دیئے گئے۔
- حفظ مال کی مصلحت کے پیش نظر سد ذرائع کا اصول معاشی جرائم کے اسباب و محرکات کا خاتمہ کرتا ہے جیسے ارتکاز اور احتکار دولت۔
- انسداد جرائم و مظالم میں بطور سد الزرائع حدود و تعزیرات اور قصاص پر مبنی سزائیں اس لیے مقرر ہیں، تاکہ انجام کے خوف سے مجرمین ارتکاب جرم سے خود باز آجائیں جیسے کوئی کسی کو ناحق قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جائے، اگر چوری کرے تو ہاتھ کاٹا جائے، اگر زنا کرے تو سنگسار یا کوڑے لگائے جائیں اور محاربین پر حد حرابہ نافذ کیا جائے۔

- فقہ جنائی میں اسلامی سزاؤں کا اولین مقصد جرائم کے وقوع سے قبل ان کی روک تھام ہے، جو جنایات میں دراصل سدالذائع کی عملی تطبیق ہے۔
- سدالذرائع میں کسی بھی زمانے کے جنائی مسائل سے نمٹنے کا حل موجود ہے جیسے کہ نظام عدل ریگولشن ۲۰۰۹ ایکٹ میں، جنایات میں سدذرائع کے اُصول کے نظائر اور شواہد ملتے ہیں۔

## تجاویز و سفارشات

اللہ کے فضل و کرم سے فقہ الجنائی میں سد الذرائع کے اطلاقی پہلو پہ مبنی یہ مقالہ اپنی نوعیت کا وہ منفرد مقالہ ہے جس سے پاکستان میں جرائم کی شرح کو کم کرنے میں نہ صرف مدد ملے گی بلکہ ان ذرائع وسائل کو مسدود کرنے میں بھی راہ نمائی فراہم ہوگی جو معاشرتی نظام کو درہم برہم کرتے ہیں۔

اس تحقیق کی بدولت ایسے اسباب اور ذرائع کا قلع قمع ممکن ہوگا جو شہریوں کے جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہیں، خوف و ہراس پیدا کرتے ہیں اور فساد فی الارض کا باعث بنتے ہیں۔لہذا حکومت وقت کو چاہیے کہ معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور ان کے سد باب کے لئے ایسے ذرائع کو مسدود کریں جو حفظ جان حفظ دین حفظ عقل حفظ نسل اور حفظ مال کے لئے نقصان دہ ہو۔ اس ضمن میں درج ذیل تجاویز و سفارشات انتہائی موثر ثابت ہو سکتی ہیں :

- ریاست کو سد الذرائع کے طور پر جرائم کے ایسے ذرائع کا مکمل خاتمہ کرنا چاہیے، جو ملک میں امن وامان کی صورتحال کو خراب کرنے، شہریوں کے جان ومال کو نقصان پہنچانے ،اور خوف وہراس پیدا کرنے کا باعث ہوں۔
- دہشت گردی کے دور میں قانون نافذ کرنے والے ادارے کو سد الذرائع کے طور پر اسلحہ کی خرید وفروخت پر مکمل پابندی لگا دینی چاہئے اور فتنہ وفساد سے بچنے کیلئے پیشگی قدم اٹھاتے ہوئے عملی طور پر غنڈہ گردی کو رواج دینے والے ہتھیاروں کو لیکر چلنے کی ممانعت ہونی چاہئے تاکہ دہشت گردی کے اس اہم ذریعہ کو ختم کیا جاسکے۔
- پاکستان ٹیلی کمیونیکشن کا ادارہ بطور سد الذرائع ایسے تمام کال سینٹرز اور فرنچائز مراکز کو غیر تصدیق شدہ سم کارڈز کو رجسٹرڈ کرنے کا پابند بنائے اور انہیں واضح ہدایت دے کہ ایسے اقدامات اٹھائے جس میں موبائل صارفین کے فنگر پرنٹس اور دیگر ڈیٹا کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے تاکہ چوری ڈکیتی اغواء برائے تاوان اور سائبر کرائم جیسے سنگین جرائم کی شرح کو کم از کم کیا جاسکے۔
- اس پر فتن دور میں فری کالز اور تھری جی اور فور جی کے سستے ترین پیکجز جہاں نوجوانوں کی صحت تعلیم اور اخلاق کو بگاڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں وہاں اس قسم کے ذرائع سے نہ صرف معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں بلکہ اس معاشرتی بگاڑ کی بدولت ، نفسیاتی بیماریاں بھی جدت

کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہیں۔اس کے لیے حکومت وقت اور متعلقہ ادارے موبائل کے ذریعے فحاشی اور عریانیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بطور سدالذرائع سائبر کرائم کے قوانین میں ایسے مؤثر اُصول وضع کرے جو سماج سے ایسے عوامل کی حوصلہ شکنی اورانکا سدباب کرے۔

- انڈین ٹی وی چینلز کو کنٹرول کرنا ہماری نئی نسل کی بہتری کے لئے بہت ضروری ہے۔پیمرا ایسے انڈین ٹی وی نشریات جن پر کارٹونز کے ذریعہ بچوں کے عقائد خراب ہورہے ہیں،ان پر پابندی عائد کرنی چاہیے کیونکہ یہ انڈین کارٹون چینل ہندوانہ تہذیب کے فروغ کے حوالے سے چھوٹے بچوں کی ذہنیت کو بری طرح متاثر کررہے ہیں حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ سدالذرائع کے طور پر ان حیاسوز اور مخرب اخلاق چینلز پر سرکاری طور پر پابندی عائد کردے تاکہ مذکورہ مفاسد کو روکا جاسکے۔

- حکومت اپنا کردار ادا کرتے ہوئے تمام میڈیا گروپس کو ضابطہ اخلاق کا پابند کرے اور ایسے پروگرام نشر نہ کئے جائیں جس سے پاکستان کی نظریاتی اساس کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔محض چندویب سائٹس بند کرنے سے یہ مفاسد ختم نہیں ہو سکتے،جب تک اس حوالے سے سدالذرائع کے طور پر واضح اصول وضع نہ کیے جائیں۔

- سدالذرائع کے طور پر فیس بک،ٹوئٹر،انسٹا گرام،سنیپ چیٹ،ٹک ٹاک اور وی چیٹ جیسے ایپس کو حکومتی سطح پر ضابطہ اخلاق کا پابند بنایاجاے اور اس طرح کی ایپس کے مفاسد اور نقصانات سے بچنے کے لیے حکومت کو سدالذرائع کے طور پر مؤثر کارروائی کی ضرورت ہے۔

- حکام بالا اور پالیسی سازادارے سدالذرائع کے طور پر ایسے اصول و قوانین اور ضابطے بنائیں جیسے کہ امریکا میں بچوں کو نقصان دہ آن لائن مواد سے بچانے کے لیے ضابطے بنائے گئے ہیں جسے چلڈرن آن لائن پرائیویسی پروٹیکشن ایکٹ بھی کہتے ہیں تاکہ فحاشی اوراسکے اسباب

ومحرکات کا نہ صرف خاتمہ کیا جاسکے بلکہ بچوں کو سائبر کرائم کا شکار ہونے سے بھی بچایا جاسکے۔

- اسلامی ریاست کو چاہیے کہ وہ کسی بھی جرم کے سرزد ہونے پر مجرم کے خلاف کارروائی کر کے نہ صرف عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرے بلکہ ان ذرائع وسائل کو بھی مسدود کرے جو ارتکاب جرم کا باعث بنتے ہیں تاکہ معاشرتی نظام درہم برہم نہ ہو اور ایک صحت مند اسلامی معاشرہ قائم رہے۔
- آج سیاسی امور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ خارجہ پالیسی، داخلہ پالیسی درآمدات و برآمدات ،سفارت، قانون سازی اور بین الاقوامی تعلقات جیسے امور میں اس اصول کو مدنظر رکھا جائے اور اس کی روشنی میں تمام شرائط وضوابط کا جائزہ لیا جائے۔ جارحانہ عزائم رکھنے والے ملک کے ساتھ امن و جنگ اور آزادانہ تجارت کے معاہدات میں عائد کردہ شرائط کو دیکھا جائے کہ آیا یہ مبنی بر مصلحت ہیں (تو شرعا معتبر ہوں گے) یا مبنی بر مفسدہ ہیں (تو یہ نہ صرف غیر مشروع ہوں گے بلکہ اس وقت ان کے اعتبار کو کالعدم قرار دیا جائے)۔ ہر نمائندہ جماعت اور پارٹی کو چاہیے کہ اس پر غور کرے اور اس سے حاصل ہونے والے مصالح اور مفاسد کے درمیان توازن پیدا کرے، اور نتائج کا جائزہ لے کر ان کی بنیاد پر عمل کرے۔
- سد ذرائع کے اطلاقی پہلو کا دائرہ کار عبادات ،اخلاقیات، معاملات سے لیکر حیاتیات ،سماجیات معاشیات، اور سیاسیات تک پھیل ہوا ہے لہذا ان مذکورہ پہلوؤں پر بھی تحقیق کا کام کیا جاسکتا ہے۔
- اصول فقہ پر تحقیق کرنے والے افراد کو اصول فتح الذرائع کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

# فہارس

## فہرست آیات قرآنیہ

## فہرست احادیث نبویہ

## فہرست اعلام

## فہرست مصادر ومراجع

# فہرست آیات



| آیات | سورت | آیت نمبر | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| و قُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا | البقرة:۲ | ۳۵ | ۳۹ |
| يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا | البقرة:۲ | ۱۰۴ | ۳۷ |
| يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ | البقرة:۲ | ۱۷۸ | ۱۳۹ |
| وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الأَلْبَابِ | البقرة:۲ | ۱۷۹ | ۱۴۴ |
| تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا | البقرة:۲ | ۱۸۷ | ۷۳ |
| وَ لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ | البقرة:۲ | ۱۸۸ | ۱۶۱ |
| يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ | البقرة:۲ | ۲۱۹ | ۱۳۰ |
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَقْرَبُوا الصَّلاة | النساء:۴ | ۴۳ | ۱۳۰ |
| قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللهِ فَمَا لِهَؤُلاَءِ الْقَوْمِ لاَ يَكَادُونَ | النساء:۴ | ۷۸ | ۳ |
| وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا | النساء:۴ | ۹۳ | ۹۹/۱۳۸ |
| وما كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً | النساء:۴ | ۹۲،۹۳ | ۱۴۱ |
| وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ | المائدہ:۵ | ۲ | ۱۶۰ |
| أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ | المائدہ:۵ | ۳۲ | ۲۱۵ |
| اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَه | المائدہ:۵ | ۳۳ | ۱۰۰ |
| جزاء بما كسبا و نكالا من الله | المائدہ:۵ | ۳۸ | ۹۰ |
| وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا | المائدہ:۵ | ۳۸ | ۸۸ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| وَكَتبنا عَلَيهِم فيها أَنَّ النَّفسَ بِالنَّفسِ | المائدہ:۵ | ۴۵ | ۱۳۸ |
| أَفَحُكْمَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا | المائدہ:۵ | ۵۰ | ۱۴۲ |
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ | المائدہ:۵ | ۹۰،۹۱ | ۱۳۰ |
| وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ | الانعام:۶ | ۱۰۸ | ۱۸۰/۳۶ |
| واسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ | الاعراف:۷ | ۱۶۳ | ۳۸ |
| قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ | الاعراف:۷ | ۳۳ | ۹ |
| وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا | التوبہ:۹ | ۳۴ | ۱۷۰ |
| وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ | التوبہ:۹ | ۱۲۲ | ۳ |
| قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ | ھود:۱۱ | ۹۱ | ۳ |
| قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ | یوسف:۱۲ | ۷۷ | ۸۶ |
| كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا | ابراھیم:۱۴ | ۲۴ | ۳۵ |
| إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ | الحجر:۱۵ | ۱۸ | ۸۷ |
| وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا | الاسراء:۱۷ | ۳۲ | ۱۱۷ |
| وَلا تَقتُلُوا النَّفسَ الَّتى حَرَّمَ اللَّهُ إِلّا بِالحَقِّ | الاسراء:۱۷ | ۳۳ | ۱۳۸ |
| إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ | الاسراء:۱۷ | ۳۶ | ۲۳۶ |
| حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْمًا | الکھف:۱۸ | ۹۳ | ۱۵ |
| بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ | الانبیاء:۲۱ | ۱۸ | ۱۰۶ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| اَلزَّانِيَۃُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ | النور:۲۴ | ۲ | ۱۲۲ |
| ولاتأخذكم بهما رأفة فى دين الله | النور:۲۴ | ۲ | ۱۲۳/۸۱ |
| اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً | النور:۲۴ | ۳ | ۱۱۵ |
| وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ | النور:۲۴ | ۴ | ۱۰۹ |
| إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ امَنوا | النور:۲۴ | ۱۹ | ۲۰۸ |
| إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ | النور:۲۴ | ۲۳ | ۱۰۹ |
| قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ | النور:۲۴ | ۳۰ | ۱۸۵/۱۲۰ |
| وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ | لقمان:۳۱ | ٦ | ۲۳٦ |
| وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ | الاحزاب:۳۳ | ۳۳ | ۱۸٦ |
| إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا | الاحزاب:۳۳ | ۵۷ | ۱۸۲ |
| جَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا | سورہ یاسین:۳٦ | ۹ | ۱۵ |
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ | الحجرات:۴۹ | ۱۲ | ۳۷ |
| كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ | الحشر:۵۹ | ۷ | ۱۷۰ |
| يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ | الممتحنہ:٦۰ | ۱۲ | ۸۷ |
| يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا | المنافقون:٦۳ | ۸ | ۱٦۴ |
| وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ○الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ | المطففین:۸۳ | ۱،۲ | ۲۱۱ |

# فہرست احادیث


| حدیث | مصدر | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| اجتنبوا السبع الموبقات قالوا يا رسول الله وما هن-- | صحیح بخاری | ۱۱۳ |
| ادْفَعُوا الْحُدُودَ مَا وَجَدْتُمْ لَهُ مَدْفَعًا | سنن ابن ماجہ | ۷۴ |
| أرأيت لو أنَّ نفراً اشتركوا في سرقة جزور، فأخذ هذا | صحیح بخاری | ۱۰۶ |
| ألا إن الله حرم عليكم دماءكم وأموالكم،وأعراضكم | مسند احمد | ۱۰۰ |
| إِنَّ الحلال بين وإن الحرام بين، وبينهما أمور مشتبهات | صحیح بخاری | ۴۴ |
| ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة | صحیح بخاری | ۱۳۱ |
| أن أم حبيبة وأم سلمة ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة | صحیح بخاری | ۴۵ |
| إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ | صحیح مسلم | ۱۱۳ |
| إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ | صحیح بخاری | ۴۳ |
| إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ | صحیح بخاری | ۱۱۸ |
| إِنَّ قَذْفَ الْمُحْصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ | المعجم الکبیر | ۱۱۳ |
| الثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ ، وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ المفَارِقُ | صحیح مسلم | ۱۳۸ |
| الجالب مرزوق، والمحتكر ملعون | سنن ابن ماجہ | ۱۷۲ |
| اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِن عَذَابِ القَبرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِن فِتنَةِ | صحیح بخاری | ۴۲ |
| اللهم فقهه في الدين | صحیح بخاری | ۴ |
| حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَلِيلُهَا وَكَثِيرُهَا | سنن نسائی | ۱۳۵ |
| خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ | سنن ابی داود | ۱۲۲ |

| | | |
|---|---|---|
| دَعْهُ، لاَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ | صحیح بخاری | ۱۶۴ |
| رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن | سنن ابی داود | ۱۴۰ |
| زِنْ وَارْجِحْ | سنن ابی داود | ۲۱۱ |
| عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ, وَلَا يَقْتَلُ | سنن ابی داود | ۱۴۱ |
| فإن دماءكم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة | جامع الترمذی | ۷ |
| فر من المجذوم فرارک من الأسد | صحیح بخاری | ۱۸۸ |
| قَتِيلُ الْخَطَأِ شِبْهِ الْعَمْدِ، قَتِيلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا | سنن ابن ماجہ | ۱۴۲ |
| كَانَ كَلَامُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلًا يَفْقَهُهُ | مسند احمد | ۴ |
| كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرك ذلك لا محالة | صحیح مسلم | ۱۱۹ |
| كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ | صحیح بخاری | ۲۳۲ |
| كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ | صحیح مسلم | ۱۳۱ |
| لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ | جامع الترمذی | ۲۳۲ |
| لَا تَلَقَّوْا الْأَجْلَابَ فَمَنْ تَلَقَّى مِنْهُ شَيْئًا، فَاشْتَرَى | صحیح بخاری | ۱۷۳ |
| لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ | صحیح مسلم | ۱۲۱ |
| لا يشير أحدكم إلى أخيه بالسلاح فإنه لا يدري أحدكم | صحیح مسلم | ۱۴۸ |
| لايقتل مُسْلِمٌ بكافر | صحیح بخاری | ۱۴۰ |
| لَا يُقْتَلُ وَالِدٌ بِوَلَدِهِ | جامع الترمذی | ۱۴۱ |
| لا يورد ممرض على مصح | صحیح بخاری | ۱۸۸ |
| لاتشرب الخمر،فانها مفتاح كل شر | سنن ابن ماجہ | ۱۳۳ |

| | | |
|---|---|---|
| لعن الله الخمر و شاربها وساقيها وبائعها | سنن ابی داود | ۱۳۵ |
| لواشترك فيها أهل صنعاء لقتلتهم | صحیح بخاری | ۱۴۶ |
| لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا | صحیح مسلم | ۱۶۳ |
| ما من مسلمين التقيا بأسيافهما، إلا كان القاتل والمقتول | سنن ابن ماجه | ۱۰۰ |
| من احتكر على المسلمين طعامهم ضربه الله بالجذام | سنن ابن ماجه | ۱۷۱ |
| مَنْ احتكر فهو خاطئ | صحیح مسلم | ۱۷۱ |
| مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ | صحیح مسلم | ۱۴۹ |
| مِنْ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُقْتَلَ حُرٌّ بِعَبْدٍ | سنن الدار قطنی | ۱۴۰ |
| مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ | جامع الترمذی | ۲۳۲ |
| من سل علينا السيف فليس منا | صحیح مسلم | ۱۴۹ |
| من غش فليس منا | صحیح مسلم | ۲۱۱ |
| من كان يومن بالله واليوم الآخر | جامع الترمذی | ۱۳۵ |
| مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ | صحیح بخاری | ۳ |
| نَهَى رَسُولُ الله صلى الله عليه وآله وسلم أَنْ يُتَعَاطَى | جامع الترمذی | ۱۵۰ |

# فہرست اعلام



| نمبر شمار | اعلام | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱. | احمد صاویؒ | ۴۸ |
| ۲. | ابن اعرابیؒ | ۱۶ |
| ۳. | بیرونیؒ | ۲۱۹ |
| ۴. | ابن جزیؒ | ۳۹ |
| ۵. | حسن علی شاذلیؒ | ۹،۱۰ |
| ۶. | خضر بن حسینؒ | ۴۷ |
| ۷. | ابن رشدؒ | ۷۷،۷۶ |
| ۸. | زرکشیؒ | ۵۴ |
| ۹. | سبکی، تاج الدینؒ | ۴ |
| ۱۰. | سبکی، تقی الدینؒ | ۶۴ |
| ۱۱. | عبداللہ بن ابراہیم الناصرؒ | ۱۶۷ |
| ۱۲. | عبداللہ بن الازرقؒ | ۳۰ |
| ۱۳. | ابن عربیؒ | ۱۸ |
| ۱۴. | عزبن عبدالسلامؒ | ۶۴ |
| ۱۵. | علی حسب اللہؒ | ۲۳ |
| ۱۶. | ابن عباسؓ | ۱۸۲ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷. | ابن عطیہؒ | ۳۹ |
| ۱۸. | قاضی عیاضؒ | ۱۸۳ |
| ۱۹. | ماوردیؒ | ۱۰ |
| ۲۰. | محمد بن جریرؒ | ۳۸ |
| ۲۱. | محمد بن اسماعیل الکحلانیؒ | ۴۳ |
| ۲۲. | محمد تقی الحکیمؒ | ۱۹ |
| ۲۳. | محمد شعبان اسماعیلؒ | ٦۹ |
| ۲۴. | محمود نجیب حسینیؒ | ۱۲ |
| ۲۵. | النوویؒ | ۸ |
| ۲٦. | ابن ہمامؒ | ۹۷ |

# مصادر ومراجع

## القرآن الکریم

## عربی کتب


١. ابی داؤد،سنن،سلیمان بن اشعث سجستانی،دار رسالہ عالمیہ،بیروت ٢٠٠٩ء -

٢. المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز،ابن عطیہ عبدالحق بن غالب بن عبدالرحمن، دار الکتب العلمیہ – بیروت ، لبنان٢٠٠١

٣. ابن جزی ومنهجه فی تفسیر،علی محمد زبیری ،دار القلم دمشق-

٤. ابن قیم الجوزی عصره ومنهجه وآراؤه ,شرف الدین، عبد العظیم،الكلیات الأزهریة، ١٩٦٧-

٥. الابهاج فی شرح المنهاج، تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی (تحقیق جماعة من العلماء) ، بیروت،دارالکتب العلمیہ

٦. الإتقان فی علوم القرآن،جلال الدین السیوطی، محقق: محمد أبو الفضل ابراهیم، مکتبه عصریه صیدا ،بیروت-

٧. الاحکام السلطانیہ،أبوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی،دارالکتاب بیروت -

٨. أحكام القرآن ،أبو بكر بن العربي المالكي،دار الكتب العلمیه،بیروت،لبنان ،٢٠٠٣-

٩. أرش الجراحة فی الفقه الاسلامی ،صفاء اسماعیل احمد، الجامعة الإسلامیة،کلیة الشریعة و القانون غزه فلسطین٢٠١٣-

١٠. الاستیعاب في معرفة الاصحاب، ابن عبد البریوسف بن عبد الله،دارالجیل،بیروت، ١٩٩٢ء

١١. أصول التشریع الإسلامی،علی حسب الله،دار المعارف ،مصر-

١٢. اصول الدعوة،عبد الكريم زيدان،مؤسسة الرسالة ١٩٧٦-

١٣. أصول الفقه،أبوزهره،دار الفكرالعربی،بیروت، ١٩٧٩ م-

١٤. اصول الفقه الاسلامی، وهبة الزحیلی، دارالفکر-

١٥. أصول الفقه الذي لا یسع الفقیه جهله،عیاض بن نامی السلمی،دار التدمریه٢٠٠٥م،ریاض-

١٦. أصول الفقه المیسر،شعبان محمد إسماعیل،دار ابن حزم،بیروت -

١٧. أصول الفقه تاریخه ورجاله،شعبان محمد إسماعیل ،دار السلام ، ٢٠١٠-

١٨. أعلام الموقعین عن رب العالمین،محمد بن أبو بكر بن أیوب ابن قیم ،دار ابن الجوزي-

١٩. إغاثة اللهفان فی مصاید الشیطان،أبو عبد الله محمد بن أبی بکرابن قیم ،دارالکتب العلمیه ،بیروت، لبنان-

٢٠. البحر المحيط فى اصول الفقه ،بدرالدين محمد بن ،دار الكتب العلميه ١٤٢١ﻫ

٢١. بداية المجتهد ونهاية المقتصد، أبو الوليد محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رشد قرطبى الحفيد ، دار الحديث قاهره ٢٠٠٤-

٢٢. بدائع السلك فى طبائع الملك ،أبو عبد الله ابن الأزرق ،تحيقق:سامى النشار،دار السلام قاهره ٢٠٠٧٥-

٢٣. بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع أبو بكر بن مسعود بن أحمد كاسانى،دارالكتب العلميه ١٩٨٦-

٢٤. بدائع روضة الطالبين وعمدة المفتين، أبو زكريا محيي الدين يحي بن شرف النووى، تحقيق: زهيرالشاويش، المكتب الإسلامى،بيروت،دمشق،عمان١٩٩١-

٢٥. البدر الطالع ، محمد بن علي الشوكانى،دار الكتاب الإسلامي -

٢٦. التسهيل لتأويل التنزيل ،أبو عبد الله مصطفى بن العدوى، مكتبه المكه،طنطا-

٢٧. التسهيل لعلوم التنزيل ابن جزى الكلبى، دار الفكر-

٢٨. التشريع الجنائى الاسلامى مقارناً بالقانون الوضعى، عبد القادر عودة،دار الكتب العربى، بيروت-

٢٩. تفسير ابن عباس،ينسب الى عبدالله بن عباس جمعه مجدد الدين محمد بن يعقوب فيروز آبادى، دار الكتب العلميه، بيروت

٣٠. تفسير ابن عرفه ،محمد بن محمدبن عرفه،دار الكتب العلميه، بيروت ،لبنان -

٣١. تفسير القاسمى المسمى محاسن التأويل، محمد جمال الدين القاسمي ،المحقق:محمد فؤاد عبدالباقي،دارالكتب العلميه،بيروت-

٣٢. تفسير طبرى،محمد بن جرير أبو جعفر الطبرى، محقق: أحمد محمد شاكر، مؤسسة الرسالة، ٢٠٠٠-

٣٣. التفكير اللسانى عند محمد الخضر بن حسين،كمال مجيدى، جامعه محمدخضر،بسكره الجزائر-

٣٤. الجامع لأحكام القرآن' محمد بن احمد بن ابوبكر القرطبى،مؤسسة الرسالة-

٣٥. الترمذى، محمد بن عيسى أبو عيسى، الجامع ،دار إحياء التراث العربى، بيروت-

٣٦. الجنايات فى الفقه الإسلامى ،حسن على شاذلى، دار الكتاب الجامعى-

٣٧. الجواب الكافى لمن سأل عن الدواء الشافى،ابن قيم الجوزى،دار المعرفة – ١٩٩٧م -

٣٨. الجوهرة النيرة أبو بكر بن على بن محمد حدادى،حنفى،مطبعه خيريه،١٣٢٢ﻫ

٣٩. حجة الله البالغه، شاه ولى الله الدهلوي، دارالجيل،بيروت،لبنان٢٠٠٥-

٤٠. الحسبه فى الاسلام،ابن تيميه، دارالكتب العلميه،بيروت،١٢٣-

٤١. خصائص التشريع الإسلامى فى السياسةوالحكم،محمدفتحي الدريني،مؤسسة الرساله-

٤٢. الديباج المذهب فی معرفة اعيان علماء المذهب،ابن فرحون المالکی،تحقيق:محمد احمدی ابوالنور،دارالتراث-
٤٣. الذرائع فی السياسة الشرعية والفقه الإسلامي، وهبة الزحيلی،دارالمکتبی،شام دمشق-
٤٤. رد المحتار علی الدر المختار،ابن عابدين،محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين دمشقی حنفی،دار الفکر،بيروت-
٤٥. رسائل الإصلاح، محمد خضر بن حسين،دارالنوادر، ٢٠١١،تيونس-
٤٦. رياض الصالحين،ابو زکريا محی الدين يحيی بن شرف النووی،تحقيق:شعيب الأرنؤوط مؤسسة الرساله،بيروت، لبنان طبع سوم، ١١٩٨م-
٤٧. سبل السلام ،محمد بن اسماعيل الکحلانی،دار الحديث -
٤٨. سد الذرائع بين الالغاءوالاعتبار،محمد شعبان اسماعيل،مکتبه سالم مکرمه
٤٩. سد الذرائع فی المذهب المالکی،محمد بن أحمد سيد احمد زروق، دار ابن حزم-
٥٠. سنن ابن ماجه،أبوعبدالله محمد بن يزيد القزويني،تحقيق:محمد فؤاد عبد الباقی،دارإحياء الکتب العربيه-
٥١. سنن الدارقطنی،أبوالحسن علی بن عمر بن أحمد بن مهدی البغدادی,دارالمعرفة،بيروت، ١٩٦٦
٥٢. سنن الکبریٰ، الإمام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب،دار الکتب العلمية ،بيروت-
٥٣. سنن نسائي،الإمام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب،بيروت:دارالکتب العلمية-
٥٤. السياسة الشرعية فی ضوء نصوص الشريعة و مقاصدها،يوسف القرضاوی،مکتبه وهبه،القاهره اسکندريه-
٥٥. سيرالاعلام النبلا،امام شمس الدين الذهبي،دارالکتب العلميه،بيروت ،لبنان-
٥٦. شرح وقايه،ابن مسعود، عبيدالله، *قديمی کتب خانه، کراچی*-
٥٧. الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ،قاضی موسیٰ بن عياض،دار الفيحاء،عمان، ١٩٨٧ء-
٥٨. الصارم المسلول علی شاتم الرسول،ابن تيمية،دارابن حزم، بيروت،لبنان-
٥٩. صحيح البخاري،محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة،دارابن کثير دمشق بيروت,طبع اول: ٢٠٠٢ء-
٦٠. صحيح فقه السنة وأدلته وتوضيح مذاهب الأئمة، أبو مالك کمال بن السيد سالم ، المکتبه التوفيقيه،قاهره، مصر٢٠٠٣ م-
٦١. صحيح مسلم ، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيری،دار طيبة رياض,طبع اول: ٢٠٠٦-

٦٢. طبقات الشافعيه الكبرى،لسبكى عبد العزيز بن عبد السلام بن أبى القاسم بن حسن بن محمد، هجرللطباعة والنشر والتوزيع ،الطبعة: الثانية، ١٤١٣هـ
٦٣. الفتاوى الكبرى،أحمدبن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيميه،دار الكتب العلميه بيروت لبنان-
٦٤. فتح البارى،شرح صحيح البخارى،ابن حجرعسقلانى،دار المعرفة،بيروت-
٦٥. فتح القدير، محمد بن على بن محمد الشوكانى،دارالمعرفه، ٢٠٠٧-
٦٦. الفروق،شهاب الدين احمد بن ادريس القرافى،مؤسسة الرساله-
٦٧. الفقه الجنائيى الإسلامي،محمود نجيب حسنى،دار النهضه العربيه،٢٠٠٧م-
٦٨. فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ،عبد العلى محمد بن نظام الدين محمد سهالوى، تحقيق: عبد الله محمود محمد عمر،دار الكتب العلميه ٢٠٠-
٦٩. الفوائد لابن القيم،دار الكتب العلميه -
٧٠. قواعد الأحكام في مصالح الأنام عزالدين عبد العزيز بن عبد السلام,تحقيق: نزيه كمال حماد، دارالقلم،دمشق ٢٠٠٠-
٧١. كتاب تيسير أصول الفقه للمبتدئين،محمد حسن عبد الغفار،الجمع بين نفي العدوى والفرار من المرض،المكتبة الشاملة الحديثة-
٧٢. كتاب العبر و ديوان المبتدأ والخبر في أيام العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من ذوي السلطان الا كبر،عبد الرحمن بن محمد بن محمد،ابن خلدون،تحقيق:خليل شحادة،دارالفكر،بيروت-
٧٣. مالك حياته وعصره آراؤه الفقهية،محمد أبو زهره،دارالفكرالعربى-القاهره-
٧٤. المبسوط ،محمد بن أحمد بن أبى سهل شمس الدين سرخسى،دارالمعرفة-بيروت ١٩٩٣م-
٧٥. مجموع الفتاوى،ابن تيميه،وزارة الشؤون الإسلامية والدعوة والإرشاد السعودية ،مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
٧٦. محاضرات في السياسةالشرعيه،د.عبد الله بن إبراهيم الناصر بقسم الثقافة الإسلاميه كلية التربيه،جامعة الملك سعود-
٧٧. المدخل،ا مام احمد بن حنبل عبد القادر بن بدران الدمشقى،مؤسسة الرساله،بيروت -
٧٨. المدخل الفقه العام،مصطفى احمد زرقاء،دار القلم دمشق -
٧٩. المدخل إلى علم القراءات،محمد شعبان اسماعيل،مكتبه سالم مكه مكرمه-
٨٠. مستدرک، محمد بن عبد الله بن حمدويه بن نعيم,دار الكتب العلميه
٨١. المستصفى،امام غزالى،دار الكتب العلميه ١٩٩٣-
٨٢. مسند امام أحمد بن حنبل أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل، دارالفكر بيروت لبنان -

٨٣. مطالب أولي النهى،مصطفى السيوطي الرحيباني،المكتب الإسلامي،دمشق، ١٩٦١م-
٨٤. معترك الأقران فى إعجاز القرآن، عبد الرحمن بن أبى بكر، جلال الدين السيوطى،دار الكتب العلميه ، بيروت لبنان-
٨٥. معجم الادباء،ياقوت ابن عبدالله حموى،١مرجليوت، القاهره، ١٩٢٣ء-
٨٦. معجم كبير،حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد بن ايوب الطبرانى،دار إحياء الكتب العربيه-
٨٧. مغني المحتاج ، محمد الخطيب الشربيني الشافعي،دارالكتب العلميه بيروت ١٩٩٤ء-
٨٨. المغنى لابن قدامه أبومحمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامه حنبلى،مكتبه القاهره، ١٩٦٨م-
٨٩. المناهج الأصوليه فى الاجتهاد بالرأى فى التشريع الإسلامى،فتحى الدرينى، مؤسسة الرساله بيروت-
٩٠. الموافقات، إبراهيم بن موسى بن محمد الشاطبى الغرناطى أبو إسحاق،دار ابن عفان-
٩١. نيل الأوطار،محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكانى،دار ابن الجوزى١٤٢٧
٩٢. الوجيز فى اصول الفقه،سيد عبد الكريم زيدان، مؤسسة قرطبه-
٩٣. الوسيط فى اصول الفقه الشيخ جعفر السبحانى، مؤسسة الإمام الصادق عليه السلام-
٩٤. الوسيط فى المذهب أبو حامد محمد بن محمد الغزالى الطوسى ،تحقيق: أحمد محمود إبراهيم , محمد محمد تامر،دار السلام ، القاهرة ١٤١٧-
٩٥. وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان، ابو العباس شمس الدين احمد بن محمد بن ابراهيم٤/١٩٣،١٩٢:دار صادر بيروت
٩٦. الوسيط فى المذهب محمد بن محمد الغزالى الطوسى،تحقيق: أحمد محمود إبراهيم ,محمد محمد تامر،دار السلام،القاهرة ١٤١٧-
٩٧. معجم كبير،حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد بن ايوب الطبرانى ،دار إحياء الكتب العربيه-
٩٨. معجم مقاييس اللغة،أحمد بن فارس،دار الفكر،١٩٧٩م -
٩٩. مغني المحتاج،محمد الخطيب الشربيني الشافعي،دارالكتب العلميه بيروت ١٩٩٤ء-
١٠٠. المناهج الأصوليه فى الاجتهاد بالرأى فى التشريع الإسلامى،فتحى الدرينى،مؤسسة الرساله بيروت-
١٠١. المعجم الوسيط، إبراهيم أنيس،عبد الحليم منتصر،عطية الصواحيى،محمد خلف الله أحمد:مكتبه الشروق الدوليه جمهورمصر العربيه ٢٠٠٤-

## رسائل و جرائد


١. ایکسپریس نیوز

٢. برجس شمارہ

٣. بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد۔

٤. بی بی سی اردو ڈاٹ کام، کراچی

٥. بی بی سی اردو نیوز

٦. دنیا میگزین سنڈے

٧. ڈان نیوز، لاہور

٨. روزنامہ ۹۲ نیوز

٩. روزنامہ الاخبار

١٠. روزنامہ پاکستان

١١. روزنامہ جنگ سنڈے میگزین

١٢. روزنامہ دنیا نیوز

١٣. سہ ماہی البیان، کراچی

١٤. شمارہ نوائے وقت، لاہور

١٥. ماہنامہ بینات

١٦. ماہنامہ فیضان مدینہ

١٧. مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی

١٨. محدث میگزین

١٩. ہم نیوز

## اردو کتب


۱. (مقالہ پی ایچ ڈی) کریمنل پروسیجر کوڈ کا شرعی اصولوں کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ، سلطان احمد، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، سیشن: ۲۰۰۷-۲۰۱۰

۲. اسلام اور دہشت گردی، ڈاکٹر خالد علوی، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۳. تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال لاہور۔

٤. تفسیرِ خزائن العرفان،، مفتی نعیم الدین، ناشر پاک کمپنی، کراچی۔

۵. تفسیر ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

٦. تفسیر مظہری، علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، ضیاء القران پبلی کیشنز لاہور

۷. تفسیر ماجدی، عبد الماجد دریا آبادی، کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۵۲ء۔

۸. تفہیم القرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن۔

۹. جدید فقہی مسائل، رحمانی خالد سیف اللہ، لاہور، حرا پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء۔

۱۰. جرم و سزا کا اسلامی تصور، جسٹس تنزیل الرحمٰن، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد۔

۱۱. شریعت اسلامیہ کا حکمت و فلسفہ، پروفیسر ذوالفقار علی، زاویہ پبلشرز، لاہور

۱۲. علم اصول فقہ ایک تعارف، ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد ۲۰۰٦۔

۱۳. علم کلام اور فلسفہ، پروفیسر مولانا محمد یونس انصاری، دار الشعور ۲۰۱۰، لاہور

۱٤. فقہ اسلامی کے ذیلی ماخذ، مولانا محمد نعمان، ادارہ المعارف، کراچی۔

۱۵. فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول، نظام الدین، دار النعمان، لاہور

۱٦. فلسفہ قصاص از دیدگاہ اسلام، خسرو شاھی، قدرت اللہ، قم بوستان کتاب، طبع اول ۱۳۸۰۔

۱۷. فن اصول فقہ کی تاریخ، ڈاکٹر فاروق حسن، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی۔

۱۸. فوائد القرآن، محمود الحسن، شبیر احمد عثمانی، مدینہ منورہ، ۱۹۸۹ء۔

۱۹. کتاب الہند، ابوریحان البیرونی، بک ٹاک چیمبرز ۳ ٹیمپل روڈ لاہور۔

۲۰. مجموعہ آثار، مطہری مرتضی، تھران انتشارات صدرا۔

۲۱. مجموعہ تعزیرات پاکستان، نذیر احمد قریشی، لاء بک لینڈ، لاہور۔

۲۲. معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف کراچی۔

**ویب سائٹ:**

المكتبة الوقفية للكتب المصورة

المكتبة الشاملة

مكتبة نور

کتاب وسنت محدث لائبریری

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا

الدرر السنیہ، الموسوعۃ الحدیثیہ، المشرف العام عبد القادر السقاف

ویکیپیڈیا

https://en.wikipedia.org/wiki/Fast_food
https://daleel.pk/2018/04/20/80565

https://www.nawaiwaqt.com.pk/05-Apr-2019/1002
https://jang.com.pk/news/569553-adulteration
https://waraquetaza.com
https://daleel.pk/2017/04/16/39496
https://daleel.pk/2019/05/19/101708)
http://daanish.pk/31278
https://daleel.pk/2019/05/19/101708
https://www.jahan-e-urdu.com/tik-tok-and-our-society
https://mag.dunya.com.pk/demo.php/dunya-aspecial/2710/2020-12-13-

https://dunya.com.pk/newweb/index.php/author/ammar-chaudhry/2020-01-02/29517/47297145
https://binbaz.org.sa/audios/126/4

https://dailypakistan.com.pk/31-Dec-2017/704971

https://ur.wikipedia.org/wiki مجموعہ_تعزیرات_پاکستان
https://dorar.net/hadith/sharh/111624
http://site.islam.gov.kw/eftaa/Fatwa/CurrentFatwa/Pages/CurrentFatwa07.aspx
*https://www.islamquest.net/ur/archive/question/fa12805*

https://al-maktaba.org/book/32392/208#p6
https://waraquetaza.com
https://www.ftc.gov/legal-library/browse/rules/childrens-online-privacy-protection-rule-coppa

## ENGLISH BOOKS

Cybercrime,Digital Forensics and Jurisdiction by M.Chawki, Springer International Publishing Switzerland 2015.

Duhaime's Criminal Law Dictionary ،Publisher: Victoria, British Columbia.

Punjab under the later Mughals by Dr. B.S. Nijjar .

Toxic masculinity: men, meaning, and digital media ,edited by Mark McGlashan and John Mercer, 1 Edition,New York, NY: First published 2023 by Routledge.

Evidence-Based Practice by Heather R. Hall, Linda A. Roussel,Jones and Bartlett Learning,LLC ,5Wall street ,Barlington .